

تعارف ✓

عزفان

1655

اسدالرحمان قدسی

1455

با اعتبار موضوع اردو زبان میں



اپنی طرز کی پہلی کتاب

علم و عرفان

جن کے مطالعہ سے فکر و نظر کی راہیں کھل جائیں گی

مصنفہ

شہزادہ اسد الرحمن قدسی

○

گوشہ ادب، چوک انارکلی، لاہور

(جملہ حقوق بحق استاذ محفوظ)

59560

طبع دوم ۱۹۵۱ء فیجلد ۱۰

(انشاپرین لاہور میں چپی)

ضمیمہ کی آواز

انسان باوجود تکریم و تفضیل کتنا ظالم و جاہل ہے کہ بغیر کسی عقلی شہادت کے خود ساختہ معبودوں کی پرستش کرتا ہے۔
کائنات کا ہر ذرہ اپنے خالق کی یکتائی کی شہادت دے رہا ہے،
مگر ظالم و جاہل انسان اپنے خود ساختہ معبودوں اور اپنی نفسانی خواہشوں کا پجاری ہے۔

اگر کبھی ناسردمان اور ناشکرے انسان پر کوئی عذاب نازل ہو تو کیا
یہ خود ساختہ معبود بچا سکتے ہیں؟

کیا آج تک جس قدر عذاب نازل ہوئے خود ساختہ معبودوں نے
اپنے پرستاروں کی کبھی کوئی مدد کی؟

فہرست

باب اول	
معراج ، ۳۱	عما ، ۱۵
عنصر لہون ، ۳۲	مشیت و ارادہ ، ۱۶
روح ، ۳۴	تخلیق و ایجاد ، ۱۷
برزخ ، ۳۴	علم و قدرت ، ۱۷
موت اور زندگی ، ۳۹	قرب و محبت ، ۱۷
باب دوم	ربوبیت و رزاقیت ، ۱۹
ماء ، ۵۲	دنیا ، ۲۱
آفاق ، ۵۳	سدرۃ المنتہی ، ۲۵
آسمان ، ۵۳	ملاک اعلیٰ ، ۲۶
سماوات ، ۵۵	جنت و دوزخ ، ۲۶
کواکب و نجوم ، ۵۶	ملائکہ ، ۲۷
شمس و قمر ، ۵۷	حضرت جبریلؑ ، ۲۸
لیل و نہار ، ۵۸	

باب سوم	افلاک ، ۵۹
ایو البشیر ، ۹۵	ایرو باد و باران رحمت ، ۶۰
احرام ، ۹۶	پیداوار ، ۶۱
مشعر الحرام ، ۹۸	زمین ، ۶۱
خواب خلیل ، ۱۰۲	دریا ، ۶۲
کعبہ ، ۱۰۲	پرندے ، ۶۳
مکہ مکرمہ ، ۱۰۳	چوپائے ، ۶۳
لسان عربی ، ۱۰۳	آدم زاو ، ۶۴
انبیاء علیہم السلام ، ۱۰۶	نفس واحدہ ، ۶۵
خیر و شر ، ۱۰۹	جاندار مخلوقات ، ۷۰
نارنج ، ۱۱۳	جن ، ۷۰
ادبار و تنزیل ، ۱۱۹	انسان ، ۷۲
فریضہ تبلیغ ، ۱۲۶	خلافت ، ۷۳
فردہ بندی ، ۱۲۷	مادی جنت ، ۷۷
احادیث صحیحہ ، ۱۳۸	آدم ، ۷۸
عمل متواتر ، ۱۴۳	خناس ، ۷۵
اہل سنت و الجماعت ، ۱۴۷	شیطان ، ۷۶

۲۰۶ ، بروج	اصحاب صفہ ، ۱۲۸
۲۰۷ ، چاند	ربہانیت ، ۱۲۹
۲۰۹ ، نظام شمسی	باب چہارم
۲۱۱ ، آتشکرتے	روحانیت ، ۱۵۲
۲۱۳ ، آیات	طریقیت ، ۱۵۷
۲۲۲ ، عرش و کرسی	طاغوتیت ، ۱۶۱
۲۲۳ ، لوح و قلم	حیات شہدا ، ۱۶۵
۲۲۵ ، جبروت و ملکوت	عرس ، ۱۶۸
۲۲۶ ، شب قدر	توحید ، ۱۷۶
۲۲۹ ، مراتب ستہ	رسالت ، ۱۷۷
۲۳۰ ، دنیا کی عمر	تزکیہ نفس ، ۱۸۰
۲۳۳ ، تجلیات اسماء	خواب ، ۱۸۵
۲۳۶ ، قیامت	تصرفات شیطانی ، ۱۸۶
۲۳۷ ، نفع اول	فرائض عبودیت ، ۱۹۲
۲۳۹ ، نفع ثانی	عمل خیر ، ۱۹۶
۲۴۰ ، فیصلہ	باب پنجم
۲۴۳ ، عالم آخرت	سات آسمان ، ۲۰۴
	سورج ، ۲۰۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ
 وَالنُّورَ

جو شخص تخلیق کائنات، زمین و آسمان، اختلاف میل و نہار اور مخلوقات کے
 عظیم افسانہ تنوع کو عقل و بصیرت کی روشنی میں نہیں دیکھتا اور حقائق انسانی پر
 خود نہیں کرتا، اسے معرفت الہی حاصل نہیں ہوتی۔ اس لئے وہ معلومات جمع کی گئی
 ہیں۔ جن کا جاننا شائقینِ طریقت کے لئے ضروری ہے۔

قرآن مجید سے مطالب اخذ کئے گئے ہیں۔ اگر کہیں سہو ہوا ہو گا تو اپنی ہی
 ناقص عقل کا تصور ہو گا۔ آیات کے معانی اپنی جگہ قائم ہیں۔ ان پر کوئی حرف گیری
 نہیں ہو سکتی۔ اپنی عقل و بصیرت کی روشنی میں جو کچھ آیات کریمہ سے سمجھ میں آیا اور
 تدبیر و فکر سے جو نتائج ذہن میں مرتب ہوئے۔ ان کو جمع کر دیا گیا ہے۔ آیات

کہرہ کے مطالب کی ہمہ گیری اور معافی کی وسعت حدود و قیود کی پابند نہیں۔
 جس طرح ہمیشہ و فلسفہ کے وقتاً توہی مسلمات حرف غلط کی طرح مٹ گئے
 ، اسی طرح تصنیفات جدیدہ کے نظریات بھی کا عدم ہو جائیں گے۔ ایک صحیح العقیدہ
 مومن کے لئے اتنی ہی معلومات کفایت کرتی ہے جتنی کہ اذیاء کے توسط سے پہنچی
 اسی پر غور و فکر کرنے سے روح میں تانگی اور ایمان میں استحکام پیدا ہو کر طمانیت
 قلبی حاصل ہو سکتی ہے۔

کتاب "ایمان قلب" میں مزید تعلیمات جمع کر دی گئی ہیں۔ مزید معلومات
 کے لئے یہ کتاب سامان فکر و نظر جہاں کہے گی۔ پھر اصل سرچشمہ ہدایت کو ہر سچے
 مسلمان کے پاس ہے۔ قرآن مجید کی تلاوت تدبیر کے ساتھ ہر مشکل کا حل ہے۔
 جہاں دینی عقائد کی مضبوطی کے لئے اجزائے ایمان کی تعلیم ہے۔ وہیں دنیاوی
 تنظیم کے لئے قانون شریعت کی تفصیلات ہیں۔ عبادات، عبادات، حقوق و
 فرائض، معاشرت و معیشت، اخلاق و معاملات اور حدود و حلال و حرام کی
 تعلیمات کے ساتھ تخلیق سمادات و ارض میں غور و فکر کے لئے اشارات و ہدایات
 اور اپنی ہستی پر نظر ڈالنے کی نصیحتات ہیں۔ اپنی عقل و بصیرت اور اپنے علم و فہم
 کے مطابق استفادہ حاصل کر کے اپنی استعداد و صلاحیت کے بموجب اور اپنے
 شعور و دانش کے موافق معرفت رب نصیب ہو سکتی ہے۔

قرآن مجید کوئی ہیئت و نجوم کی کتاب نہیں ہے۔ نہ اس میں فلسفیانہ

تک بندیاں ہیں۔ وہ منطقیانہ روشگافیاں۔ محض ہماری محدود عقل، ہماری ناقص
 سمجھ، اور ہمارے ناتمام علم کے لحاظ سے ہماری ہی گرد و پیش کی چیزوں کا حال
 سادہ پیرایہ میں بیان ہو کر ہماری رہنمائی کا سر و سامان ہوتا ہے۔ چند امور غیبیہ کی
 طرف بھی ہم کو توجہ دلا کر ہماری زندگی کیلئے سعادت و فلاح کی ماہیں کھولی
 گئی ہیں۔

ہماری تعلیمات کی غرض و غایت اور سب ہدایات و اشارات کا
 منشا یہ ہے کہ انسان اپنے معبود کو پہچانے، شرک و معصیت سے بچے
 اور زندگانی کی منازل کو خیر و خوبی کے ساتھ طے کر کے نعمائے جنت کا خرد
 کو مستحق بنائے۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ
 أَوْ أَنَّثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ
 حَيَاةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ
 أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا
 كَانُوا يَعْمَلُونَ

جو کوئی اچھے عمل کرے گا۔ مرد
 ہو یا عورت بشرطیکہ سچا مومن ہو۔
 تو ہم اس کو پاک زندگی بسر کرائیں گے
 ان کے نیک کاموں کا جو وہ کرتے
 تھے اجر دیں گے۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ
 إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَرُجِلَتْ قُلُوبُهُمْ
 وَإِذَا تَلَيَّتْ عَلَيْهِمُ الْآيَاتُ

مومن تو بس وہی ہیں کہ جب اللہ کا
 نام لیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر
 جاتے ہیں اور جب آیتیں ان کو سنائی

زَادَ تَقْوَمَ اِيْمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهٖمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ط
 جاتی ہیں۔ تو ان کے ایمان کو بڑھاتی
 ہیں اور وہ اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں
 معبود کو پہچاننے کے لئے اس کی صفات اور اس کی آیات پر ہم کو
 غور و فکر کرنے کی ہدایت ہے۔ صفات اس کے اسمائے حسنیٰ سے معلوم
 ہوتی ہیں اور اس کی آیات ساری مخلوقات ہیں۔

اِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفَلَکِ الَّتِیْ تَجْرٰی فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَع النَّاسَ وَمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَّاءٍ فَاحْیَا بِہِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِہَا وَبَثَّ فِیْہَا مِنْ کُلِّ دَابَّةٍ وَتَصْرِیْفِ الرِّیَاحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَآیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَعْقِلُوْنَ
 بیشک آسمانوں اور زمین کے پیدا
 کرنے میں اور رات دن کے ہمیر پھیر میں
 اور ان کشتیوں میں جو لوگوں کے فائدہ
 کے لئے چلتی ہیں اور اس پانی میں جو
 اقد آسمان سے برساتا ہے جس سے
 مردہ زمین زندہ ہوتی ہے اور اس میں
 ہر قسم کے جانور پھیلا رکھے ہیں۔
 اور ہواؤں کے اُلٹ پھیر میں اور
 اس بدلی میں جو آسمان زمین کے
 درمیان کام میں لگی ہے۔ ان لوگوں کے لئے
 جو عقل رکھتے ہیں نشانیاں ہیں ہ
 اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے

من تراب شم اذا انتم
بشر تنتشرون ومن ايتاء
ان خلق لکم من انفسکم
انزواجا لتکونوا الیہا
وجعل بینکم مودة ورحمة
ان فی ذلک لآیات لقوم
یتفکرون ۵ ومن ایتاء
خلق السموات والارض
واختلاف السننکم و
الوانکم ان فی ذلک
لآیات للعلیمین ۵

شائقینِ طریقت کے پیہم اصوار پر یہ مضامین لکھے گئے۔ وما توفیقی
الابالہ۔

اسد الرحمن قلدای

آستانہ بھوپال
یکم محرم ۱۳۶۶ھ

جو اس کو معذور کرے۔ نہ کوئی معقول ایسا ہے جو اس کو مشکل کر سکے۔
 اللہ وحدہ لا شریک کی ذاتِ اقدس ہی اعلیٰ و ارفع ہے۔ جس تک
 مخلوق کی عقل و فہم نہیں پہنچ سکتی۔

لیس کمشلہ شیء
 اس جیسی کوئی چیز نہیں
 جب اس کی مثل کوئی چیز نہیں تو پھر وہ ہم و گمان کی بھی رسائی اس تک
 محال ہے۔

لا قدر کہ الا بصا س
 نگاہیں اس کو نہیں پاسکتیں
 کوئی مخلوق نہ تو ذاتِ باری تعالیٰ کو دیکھ سکتا۔ نہ اس کی حقیقت کو سمجھ
 سکتا ہے۔

صحیح مسلم میں ابو ذر سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ سے پوچھا
 کیا آپ نے اللہ کو دیکھا؟ فرمایا۔ **لَوَّ عَلٰی لَوْرِہِ**۔ اسے میں کیسے دیکھ
 سکتا ہوں۔

مخلوق اپنے خالق کو اس کی صفوں سے پہچانتی ہے

مشیت و ارادہ

وَسِرْبَاتٌ مِّنْ خَلْقِ مَا لَيْسَ
 اور تیرا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے
 اِنَّ سِرْبَاتٍ مِّنْ خَلْقِ مَا لَيْسَ
 بیشک تیرا رب جو ارادہ کرتا ہے کر داتا ہے

تخلیق و ایجاد

اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے
اور ہر چیز کا نگران ہے۔

آسمانوں اور زمین کا ایجاد کرنے والا
جب حکم دیتا ہے کسی چیز کا تو کہتا ہے
ہو۔ پس وہ ہو جاتی ہے۔

اللہ خالق کل شیء وهو علی
کل شیء وکیل

بدیع السموات والارض
واذا قضی امر انا انما نقول
له کن فیكون

علم و قدرت

بیشک تیرا رب پیدا کرنے والا جاننے
والا ہے۔ وہ جاننے والا ہے ہر غیب
اور شہادت کو اور وہ حکیم و خبیر ہے۔
جو چاہے پیدا کرتا ہے اور وہ علیم و قدیر ہے
بیشک اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

ان سر تک هو الخلاق العليم
عالم الغیب والشهادة و
هو الحکیم الخبیر
یخلق ما یشاء وهو العليم القدير
ان الله على كل شیء قدیر

قرب و معیت

بیشک ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا

توسوس به نفسہ و نحن ہم جانتے ہیں جو دوسو سو اس کے نفس
اقرب الیہ من جبل الوردیہ میں گذرتا ہے اور ہم رگ جاں سے
بھی زیادہ قریب ہیں ۰

وہو معکم ایما کنتہ وہ تمہارے ساتھ ہے خواہ تم کہیں بھی ہو
وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ اور اللہ تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔
انسان اور کائنات کی ہر چیز کا اللہ کی مشیت و ارادہ سے وجود و ظہور
ہوتا ہے اور اسی کے علم و امر سے جانداروں میں جان پڑتی ہے اور کوئی ذرہ
بھی احاطہ قدرت سے باہر نہیں ہے۔ جب وہ کل موجودات کا شاہدِ حال ہے
تو پھر بعد کوئی چیز نہیں۔ جب ہر ہر ذرہ اس کے احاطہ علم و قدرت کے اندر
ہے اور خود انسان کو اپنی ذات اور اپنی ہستی کا ایسا علم نہیں جیسا کہ خالق کو ہے
تو یہ یقین کر لینا چاہئے کہ اس کے علم و قدرت سے کوئی چیز دور اور الگ
نہیں ہے۔

قرب و معیت سے یہ معنی اخذ کرنا کہ ذاتِ پاک کا ہر ہر ذرہ میں بذاتہ
وجود و ظہور ہے تو یہ نہ صرف غلطی بلکہ نہایت درجہ گراہی ہے۔
قرب و معیت کا عام طور سے یہ مطلب و مفہوم ہے کہ اللہ ہر جگہ حاضر ہے
حالانکہ قرب و معیت کے صحیح معنی یہ ہیں کہ ہر چیز اللہ کے علم میں حاضر ہے اور
اللہ ہر چیز کے ہر ہر جزو سے خبردار ہے اور ہر ہر ذرہ اس کے قبضہ قدرت

میں ہے۔

الایعلو من خلق وهو الطیف الخبیر
 کیا جس نے پیدا کیا۔ وہی اپنے مخلوق
 کے حال کو نہیں جان سکتا؛ وہ تو لطیف
 و خبیر ہے۔

وما یخفی علی اللہ من شیء فی
 الارض ولا فی السماء
 اور کوئی چیز زمین و آسمان میں اللہ
 سے چھپی ہوئی نہیں۔

ربوبیت و رزاقیت

جس طرح اس کی صفت خالقیت سے ہر چیز وجود و ظہور میں آئی۔
 اسی طرح اس کی صفت ربوبیت و رزاقیت نے مخلوق کی پرورش کا سامان
 بھی مہیا کر دیا ہے، ضروریات زندگی کی ہر چیز ایک خاص تنظیم و تقسیم کے ساتھ
 مخلوق کو مل رہی ہے۔

وان من شیء الا عندنا
 خزائنه وما ننزله الا
 بعدہر معلوم
 اور کوئی چیز نہیں جس کے خزانے ہمارے
 پاس نہ ہوں۔ ہم جو کچھ نازل کرتے ہیں
 متعینہ تنظیم و تقسیم اور مقررہ مقدار و اندازہ
 کے ساتھ نازل کرتے ہیں۔

اللہ نے اپنی مخلوق کی پرورش کے سب سامان اپنی قدرت کاملہ سے مہیا

مسرما دیتے ہیں اور ضروریات زندگی کی سب چیزوں کا ایک خاص نظام
اندازہ مقرر فرما دیا ہے۔

وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِمَقْدَارٍ اور اس کے پاس ہر چیز کا ایک
اندازہ مقرر ہے۔

يا ايها الناس اذكروا نعمت الله هل من خالق
غیر اللہ میں نہ کہے من
السماء والارض
لوگو! اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو کیا
اللہ کے سوا کوئی دوسرا خالق بھی
ہے۔ جو تم کو آسمان و زمین سے
مدد دے۔

ان الله هو الرزاق ذو القوة المتين
بیشک اللہ ہی رزاق ہے زبردست
قوت والا۔

صفات الہی اسماء حسنیٰ سے معلوم ہوتی ہیں۔ صفات و اسماء بشمار
ہیں، مخلوق کی محدود عقل جتنی صفات کو اسماء کے توسط سے پہچان سکتی
ہے۔ بس اتنے ہی اسماء کا علم دیا گیا ہے۔ یہ اسماء حسنیٰ تعداد میں گن سکتے ہیں
ایک اسم ذات ہے اور چھیالیس اسماء صفاتی ہیں۔ ان ہی ۶۷ اسماء حسنیٰ کو
پہچاننے سے خالق کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔

ذات کی صفات کو اس کے اسماء حسنیٰ سے اور اس کی شان کو اس کی
آیات سے پہچانا جاتا ہے۔ اس لئے اسماء و صفات کو پہچاننے کے لئے

آیات و مخلوقات پر نظر ڈالنے اور اس میں غور و فکر کرنے کی ہدایت ہے۔
 وہ امورِ غیبیہ جن کا اور اک مجال ہے اور جو محدود عقل کی دسترس سے باہر
 ہیں ان کی حقیقت دریافت کرنا منع ہے کیونکہ وہ کسی طرح محدود عقل و
 ہنرمیں نہیں سما سکتے۔ عرش و کرسی، لوح و قلم، ملائکہ، ارواح اور جنت و
 دوزخ کی نسبت جس قدر معلومات رسولوں کے ذریعہ بندوں تک پہنچی اس پر
 ایمان لانا اور یومنون بالغیب کے زمرہ میں داخل ہونا چاہئے۔

دنیا

دنیا میں رہنے والے بندوں کے لئے فکر کی جولا ننگا دیہی دنیا ہے۔ اس
 سے آگے فکر کی رسائی نہیں۔ تقویتِ ایمان کے لئے تخلیقِ آسمان و زمین میں
 فکر کرنے اور جو کچھ ان کے اندر ہے اس میں غور کرنے کی ہدایت ہے۔
 رسولوں نے غور و فکر کے لئے جو معلومات بندوں کے سامنے پیش کی ہیں
 اس سے آگے قیاسی گھوٹے دوڑانا محض نادانی ہے۔ جس قدر معلومات بندوں
 تک پہنچائی گئی ہے اس سے زیادہ معلومات کی طرف انسانی میں گنجائش
 نہیں۔ ان ہی معلومات پر غور و فکر کرنے سے ایمان تازہ ہو جاتا ہے اور
 شاہدہ کا دودادہ کھلتا ہے۔ قدرت کی کار فرمائی اور شانِ ربوبیت کا جلوہ
 ایمان کو بڑھاتا ہے اور بندہ اپنے معبود کو پہچان کر سچے اعتقاد کے ساتھ

فرائض عبودیت کی بجائے اور ہی میں سرگرم عمل ہو جاتا ہے۔
 اللہ جل شانہ نے بی شمار عوالم کی تدبیر کے بعد جب چاہا کہ دنیا بنائے
 تو ارادہ کے ساتھ ہی علم الہی کے بوجب دنیا کا خاکہ شکل دائرہ تو دار ہٹا جو
 مثل دھوئیں کے تھا اور اس کے وسط میں ایک مختلف عناصر کا بلا جلا ڈھیر
 تھا۔ وہ دھوئیں کا دائرہ سما پر دنیا ہے اور وہ عناصر کا بلا جلا ڈھیر مادہ تھا
 جس کو قدرت نے الگ الگ کیا۔

أَنَّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ
 سَمَاوَاتٍ أَوْ زَمِينَ مَلْءَ جُلَّةً مِّنْ دُحْرِ تَحْتِ
 كَانَتْ سِرًّا تَقَاتَفْتَنَا هَمَّا۔
 ہم نے آبن کو الگ الگ کیا۔

پہلے اللہ جل شانہ نے دو دن میں کرۂ ارض بنایا

خَلَقَ الْأَرْضَ فِي يَوْمَيْنِ
 زمین کو دو دن میں پیدا کیا

جب دو دن میں زمین تیار ہو چکی تو

وَجَعَلْنَا فِيهَا رِوَادًا مِّنْ فَوْقِهَا
 اس کے اوپر پہاڑ رکھ دیئے

وَبَرَكَّ فِيهَا وَقَدَّرْنَا فِيهَا
 اور اس میں برکت دی اور اس میں غلہ

اقواتها في اربعة ايام۔
 ٹھہرائیں۔ چار دن میں یہ سب ہوا۔

شَدَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ
 پھر سما و دنیا کی طرف متوجہ ہوا اور وہ

وَهُي دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَ
 دھواں تھا پس آسمان کو اور زمین

لِلْأَرْضِ انْتَبِطِعَا وَكُرِهًا
 کو فرمایا کہ تم دونوں آؤ خوشی سے

59560

قالت اتينا طالعين یا ناخوشی سے آسمان اور زمین نے

کہا۔ ہم خوشی سے آئے۔

جب چاروں میں زمین اور آسمان بن گئے تو اس ماوہ سے جس کے
ایک حصہ سے کرۂ ارض بنایا تھا۔ دو دن میں سات آسمان بنائے۔

فقہن سبع سموات پھر دو دن میں سات آسمان بنائے

فی یومین وادعی فی کل اور ہر آسمان میں اس کے متعلقہ

سما و امرھا کئی دھڑکی۔

جب ~~سما~~ زمین اور سات آسمان چھ دن میں بن گئے تو

زمینا السماء دنیا بمصابیح سما و دنیا کو جگمگاتے تاروں سے

وحفظا ذالک تقدیر العزیز سجایا اور حفاظت کا بندوبست کیا۔ یہ

العلیم سب علم الہی کے بموجب ہوا۔

ان ربکم اللہ الذی بیشک تمہارا رب اللہ ہے جس نے

خلق السموات والارض آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا

فی ستة ایام شم استوی پھر عرش پر متمکن ہوا۔ وہ سات کو دن پر

علی العرش یغشی الیل النہار ڈھانک دیتا ہے جو لپکی چلی آرہی ہے

یطلبہ حیثا والشمس و اور سورج اچاند تارے اس کے حکم

القمر والنجوم مسخرات سے کام میں لگے ہوتے ہیں بسن لو!

باصریح الا لہ الخلق والاکامر
تبارک اللہ رب العلمین
اسی نے سب کچھ پیدا کیا اور اسی کا حکم
سب میں جاری ہے۔ اللہ برکت والا ہے
سب جہازوں کا رب ہے۔

جب دنیا ابادۃ الہی سے وجود میں آئی تو پہلے سما جو دنیا بشکل دائرہ
دھومیں کی طرح نمودار ہوا جس کے وسط میں مختلف عناصر کے ہلے چلے مادہ
کا ڈھیر تھا جس کو قدرت نے الگ الگ کر کے ایک حصہ سے کرۃ ارض بنایا
اور ایک حصہ سے سات آسمان۔

پہلے دو دن میں زمین بنائی۔ پھر دو دن میں پہاڑ، جنگل، دریا، بتلے
اور سما و دنیا کو محفوظ کر کے تاروں سے مزین کیا۔ سات آسمان اُس مادہ سے
جس کے ایک حصہ سے زمین بنی۔ دو دن میں بنائے۔ اور سورج، چاند،
ستاروں کی گردش مقرر فرمائی۔ یہ سب کا رخانہ عالم چھ دن میں بنا۔

وان یوما عند ربک کالف
سنۃ مما تعدون
اور بیشک تیرے رب کے نزدیک ایک
دن ایسا ہے جیسے تمہارے شمار سے
ایک ہزار برس۔

آیت پاک سے معلوم ہوا کہ وہ دن جس میں اللہ جل شانہ نے دنیا کو خلق
فرمایا۔ ہمارے دنیاوی شمار سے ایک ایک ہزار برس کا تھا۔
جنس طرح زمین ایک کرہ ہے اسی طرح سات آسمان بھی کتبہ ہیں۔

اللہ الذی خلق سبع سموات
ومن الارض مثلھن

۴
ومن آیتہ خلق السلاوت
والارض وما بث فیہما
من دابہ
اشد وہ ہے جس نے سات آسمان خلق
فرماتے اور زمین بھی اُن کی مثل۔
اشد کی نشانیوں میں سے ہے آسمانوں
اور زمین کا پیدا کرنا اور ان دونوں میں
جانداروں کا پھیلانا۔

آیاتِ کریمہ سے معلوم ہوتا کہ زمین کی طرح سات آسمانوں میں بھی جاندار
آباد ہیں۔ جب جاندار آباد ہیں تو ضروریاتِ زندگی ضروری ہیں۔ پس معلوم ہوتا
کہ سات آسمانوں کا نظام بھی مثل زمین کے ہے۔ یعنی دن رات، ماہ و سال
ابو بارش، جنگل، پہاڑ، دریا، چشے، معدنیات، نباتات اور حیوانات
سب کچھ ہے۔

۵
جس طرح زمین پر نازل امر ہوتا، اور اس طرح آسمانوں پر بھی۔
یتنزل الامر بینھن
آسمانوں اور زمین پر امر الہی نازل ہوتا ہے

عرشِ عظیم سے امر الہی کا نازل ہوتا ہے۔ پہلے سدرۃ المنتہیٰ پر جسے عالم
امر کہتے ہیں نازل ہوتا ہے پھر عالم ادوار اور سات آسمانوں اور زمین
میں اترتا ہے۔

سدرۃ المنتہیٰ

جس مقام پر ہر شے کی ابتدا اور انتہا ہے اور ہر کام کا آغاز و انجام ہے

اس کو سدۃ المنتہیٰ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔
 سدہ ایک سرد ہے جو عمار اور موجودات کے درمیان بطور برزخ کے
 ہے۔ عمار کا اور اک محال ہے۔

سدہ مقام ہے ملائکہ مقربین کا۔ جن کے سرخیل حضرت جبریلؑ ہیں۔

ملاء اعلیٰ

سدہ سے سماء دنیا تک ملاء اعلیٰ ہے۔ جس میں ملائکہ عالین ہیں جن
 کے سرخیل حضرت میکائیلؑ ہیں۔ ملاء اعلیٰ میں سدہ کے قریب جنت ہے
 اور اس کے نیچے دوزخ ہے۔ ملاء اعلیٰ میں عالم ارواح ہے اور بے شمار
 روحانی عوالم ہیں۔

جنت و دوزخ

وَجَنَّةٌ عَرْضُهَا كَعَرْضِ
 السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۝

اور جنت کی وسعت آسمان و زمین
 کے برابر ہے۔

جب جنت کی وسعت آسمان و زمین کے برابر ہے تو دوزخ کی وسعت
 بھی کم نہ ہوگی۔

وَلَقَدْ ذَرَأْنَا بِالْإِنسَانِ
 كَثِيرًا ۝

اور ہم نے بکثرت جن انسان دوزخ

من الجن والانس ۰ ہی کے لئے پیدا کئے ہیں ۰

ملائکہ

اس دنیا کی ہر چیز خواہ جاندار ہو یا بے جان سب کی تخلیق مادہ سے ہے۔ مادہ عناصر سے مرکب ہے اور عناصر کی حقیقت و ماہیت کا جاننا عقل انسانی کی دسترس سے باہر ہے۔ ہم کو صرف عناصر کے آثار و خواص کا علم دیا گیا ہے اور یہ کہ عناصر بھی مفرد نہیں ہیں بلکہ مختلف اجزاء و قوی سے مرکب ہیں۔

ملائکہ کی ہستی غیر مادی ہے۔ غیر مادی عوامل بے انتہا ہیں۔ جن تک انسانی عقل کی رسائی نہیں۔ ملائکہ کی نسبت صرف اس قدر معلومات سے آگاہ کیا گیا ہے۔

سدرۃ المنتہی سے اوپر عرش تک سب ملائکہ لوری ہیں۔ ان کے تین مرتبے بتائے گئے ہیں۔ پہلے مرتبہ میں عاقلین عرش ہیں جو عرش عظیم کو اٹھاتے ہیں۔ دوسرے مرتبہ میں صف بستہ کھڑے ہونے والے ہیں۔ عاقلین عرش اور صف بستہ اللہ عزوجل کی حمد و تسبیح کرتے رہتے ہیں۔
الذین یحملون العرش و جو عرش عظیم کو اٹھاتے ہیں اور جو
من حولہ یسبّحون بحمد عرش کے گرد صف بستہ ہیں۔ وہ

سب اپنے رب کی حمد و بزم پڑھتے ہیں
 تیسرے مرتبہ میں وہ ملائکہ ہیں جو اللہ کا امر سدرة المنتہی تک پہنچاتے
 ہیں، سماج و دنیا سے اوپر سدرة المنتہی تک سب ملائکہ روحانی ہیں۔ پہلے
 اللہ عزوجل کے امر سدرة المنتہی پر اترتے ہیں۔ پھر وہاں سے روحانی ملائکہ جو
 امور جس عالم سے متعلق ہوتے ہیں۔ وہاں پہنچاتے ہیں۔ روحانی ملائکہ مختلف
 خدمات پر امور ہیں جن کی تفصیل سے ہم کو آگاہ نہیں کیا گیا۔

حضرت جبریل

روحانی ملائکہ میں سے ایک بہت معزز و مقرب ہیں۔ جن کا نام نامی جبریل
 ہے جو روح القدس اور روح الامین کے لقب سے سرسراز ہیں۔
 اللہ جل شانہ کا امر نوری ملائکہ عرش کے لئے کہ حضرت جبریلؑ ہی عالم
 امر میں اترتے ہیں۔ پھر حضرت جبریلؑ ہی جو امر جس عالم کی نسبت ہوتے ہیں
 وہاں نازل کرتے ہیں۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر بھی جو کلام حق اترتا
 ہے۔ وہ بھی حضرت جبریلؑ ہی اترتے ہیں۔

قل نزلہ روح القدس کہدو کہ اس قرآن کو روح القدس نے
 من ربک بالحق لیثبت الذین تمہارے رب کی طرف سے حق کے ساتھ
 امنوا و ہدی و بشری امارا ہے تاکہ انہیں ثابت قدم رکھے

لِلْمُسْلِمِينَ ۝
جو ایمان لائے اور مسلمانوں کے لئے
ہدایت و بشارت۔

وَإِنَّهُ لَنَزَّلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ
نَزَّلَ بِهِ الرُّوحَ الْأَمِينِ عَلٰی
قَلْبِكَ
اور بیشک یہ قرآن رب العالمین کا
آتمارا ہوتا ہے۔ روح الامین اسے لیکر
تیرے قلب پر اترتا ہے۔

حضرت جبریل علیہ السلام انبیاء پر بموجب امر الہی فرمان حق نازل کرتے
ہیں۔ وحی قلب پر ہوتی ہے۔ معافی و مطالب کا نزول ہوتا ہے جو رسول کی
ربان کا جامہ پہنتے ہیں۔ پورا قرآن وحی ہے جو وقتاً فوقتاً حضرت جبریل
نے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب پر نازل کی۔ جس نے عربی بین
کے الفاظ کا جامہ پہنا۔

جنت میں بھی روحانی ملائکہ مامور ہیں۔ و دوزخ پر بھی روحانی ملائکہ متعین
ہیں۔ سماء و دنیا سے اوپر جس قدر بھی روحانی عوالم ہیں۔ سب میں روحانی
ملائکہ ہیں۔

نوری ملائکہ سدۃ المنتہی سے نیچے نہیں اترتے۔ اسی طرح روحانی
ملائکہ صحابہ و تیار سے نیچے نہیں اترتے۔ حضرت جبریل کا قرآن لے کر حضرت
ختم الانبیاء کے قلب پر اترنے کا مطلب یہ ہے کہ حضرت جبریل نے
خاتم النبیین کے قلب میں وحی اتاری۔

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریلؑ کو دوبارہ دیکھا
 ہے، پہلی مرتبہ جب انشراح صدر ہو کر عالم ملکوت کا مشاہدہ ہوا
 اور ملکوت السموات والارض کی سیر کے بعد سماءِ دنیا منکشف
 ہوا تو ملائعہ اعلیٰ کے افق مبین پر دیکھا۔ ولقد مرآنا بالافق المبین
 سب سے پہلے وحی نبی اسی مراقبہ میں ہوئی اور اسی دن سے نبوت کا آغاز ہوا۔ پہلی وحی کے بعد حضرت جبریلؑ
 بموجب امر الہی وقتاً فوقتاً دل میں آتے رہے۔ پہلی وحی بالمشافہ ہوئی تھی۔

ہمارے نبی کریم نبوت سے قبل اکثر غارِ حرا میں معتکف ہو کر عبادت و
 مراقبہ میں مشغول رہا کرتے تھے۔ جب امر الہی کے بموجب وقت آیا۔ تو
 انشراح صدر ہو کر عالم ملکوت کا مشاہدہ ہوا اور عالم جبروت منکشف
 ہوا۔

ملائعہ اعلیٰ کے افق مبین پر حضرت جبریلؑ کو دیکھا۔ حضرت جبریلؑ نے
 قریب ہو کر سورہ فاتحہ کی سات آیتیں پڑھائیں اور ان کا مطلب و مفہوم
 قلب پر وحی کیا۔ پھر پورا قرآن اسی طرح اپنے اپنے مواقع پر قلب میں نازل
 کرتے رہے۔ پہلی وحی غارِ حرا میں بحالت اعتکاف و مراقبہ تالیسویں شب
 ماہ مبارک رمضان میں ہوئی تھی۔

علمہ شدید القوی ذومرۃ زبردست قوت والے طاقتور نے اس کو
 فاستوی وهو بالافق الاعلیٰ پڑھایا وہ افق اعلیٰ پر تھا سیدھا ہوا

شددنا فتدتی فکان قاب پھر قریب ہو کر ٹھکا کہ دو کما زوں کا یا
 قوسین اودا فی فادحی اُس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔ پھر اُس نے
 الی عبدہ ما اوحی اللہ کے بندے پر وحی کی۔

جب معراج میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچائے
 گئے۔ وہاں بھی حضرت جبریل کو دوسری بار دیکھا۔

ولقد راٰ اکانزالہ احری دوسری بار (جبریل کو) دیکھا
 عند سدرۃ المنتہیٰ عندها سدرۃ المنتہیٰ کے پاس جس کے
 جنۃ السامویٰ اذ یغشی قریب جنت ہے۔ اُس وقت سدرہ
 السدرۃ ما یغشی ما تراخ پر جو جلوہ چھا رہا تھا۔ اُس سے نہ
 البصر وما طغی لقد رای نظر بہکی نہ آپٹھی اپنے رب کی بڑی
 من آیات ربہ العبریٰ بڑی نشانیاں بھی دیکھیں

معراج

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج ایک روحانی سیرتھی۔ اس
 سیر میں حق تعالیٰ جل مجدہ نے حضرت کو اتق اعلیٰ کے اس بلند ترین مقام
 تک پہنچایا جس کو سدرۃ المنتہیٰ کے نام سے موسوم فرمایا گیا ہے۔ سدرۃ المنتہیٰ
 سے اوپر کوئی نہیں پہنچ سکتا کیونکہ مخلوق وہاں نیست و نابود ہو جاتی ہے اور

اس کا کوئی وجود باقی نہیں رہتا۔

حضرت جبریلؑ کے اس قول میں جو احادیث میں منقول ہے۔ اسی کی طرف اشارہ ہے جو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا۔
 "اگر میں ایک بالشت بھی آگے بڑھوں تو حمل جاؤں۔"

جو لوگ باطنی امور سے نا آشنا ہیں ان کے لئے یہ بحث کہ معراج بیداری میں ہوتی یا خواب میں، جسم کے ساتھ ہوتی یا بغیر جسم کے، نامناسب ہے۔
 پس اس قدر جانتا کافی ہے کہ معراج ہوتی اور آفتِ اعلیٰ پر اس مقام قرب تک پہنچائے گئے جہاں کوئی اور نہ پہنچ سکا۔

بندوں تک فرمانِ الہی انبیاء پہنچاتے ہیں جو بندوں ہی میں سے منتخب ہوتے ہیں اور انبیاء تک فرمانِ الہی حضرت جبریلؑ بموجب امرِ الہی پہنچاتے ہیں۔ اس لئے حضرت جبریلؑ کو بھی رسول کے لقب سے ملقب کیا گیا ہے اور فرمانِ حق کو رسول کا قول کہا ہے۔

انہ لقول رسول کریم ذی قوت عند ذی العرش
 بیشک یہ معزز رسول کا قول ہے جو قوت والا، مالکِ عرش کا مقرب، قابلِ
 ممکن مطاع شہامین اطاعت اور امین ہے۔

روحانی ملائکہ سماءِ دنیا سے نیچے نہیں اترتے۔ مگر ان کا تصرف بموجب امرِ الہی اس مادی دنیا میں ہوتا ہے۔

عنصریوں

سما و دنیا سے نیچے زمین اور سات آسمانوں میں مادی ملائکہ میں جو عنصریوں کہلاتے ہیں۔ یہ جسم رکھتے ہیں مگر غیر مرنی یعنی نظر نہ آنے والا۔

الحمد لله فاطر السموات والارض جاعل الملكة رسلا اولی اصحبة مثنی وثلاث ورباع بین یدئ الخلق ما یشاء۔
 اللہ ہی کسے لئے حمد ہے جو پیدا کر نیوا ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور بتا کر نیوا ہے فرشتوں کو تا صد جو دو دو تین تین چار چار بازو والے ہیں وہ جو کچھ چاہتا ہے اپنی مخلوق میں بڑھاتا ہے۔

مادی ملائکہ کی خدمات میں سے چند ہم کو بتائی گئی ہیں۔ یہ ملائکہ اگرچہ عنصری مخلوق ہیں مگر بہ سبب غیر مرنی ہونے کے بعض مواقع پر ان کو روح بھی کہا گیا ہے۔

عرش سے جو فرمان عالم امر میں نازل ہوتے ہیں ان میں سے جو اس مادی دنیا سے متعلق ہوتے ہیں وہ عالم امر سے ان ملائکہ عنصریوں پر جو ملائکہ اعلیٰ سے قریب ہیں نازل ہوتے ہیں اور وہاں سے ساتوں آسمانوں اور زمین میں جس جہان سے ان کا تعلق ہوتا ہے وہاں اتارے جاتے ہیں عنصری ملائکہ سب معصوم و مجرور ہیں۔ دن رات حمد و تسبیح کرتے ہیں اور

جو حکم الہی ہوتا ہے بڑی سرگرمی سے بجالاتے ہیں۔

عنصری ملائکہ کی وہ چند خدمات جن سے ہم کو آگاہ کیا گیا ہے یہ ہیں۔
 وان علیکم لحافظین لئلا
 کتابین یعلمون ما تفعلون
 ریرسل علیکم حفظہ
 حتی اذا جاء احدکم الموت
 توفتہ رسلنا۔
 اور بیشک تمہارے اوپر محافظ ہیں کراماً
 کتابین تم جو کچھ کرتے ہو وہ جانتے ہیں
 تمہارے اوپر نگہبان بھیجتا ہے یہاں تک
 کہ جب تم میں سے کسی کو موت آتی ہے
 تو وہی ہمارے بھیجے ہوئے نگہبان اس
 کی جان نکالتے ہیں۔

جو لوگ سچے مومن ہیں ان کے لئے ایک خاص فرشتہ متعین ہوتا ہے
 جو ہر طرح کی روحانی مدد کرتا ہے۔

اولئک کتب فی قلوبہم
 الایمان وایدہم بروح منہ
 اس آیت شریف میں فرشتے کو روح کہا ہے۔ اسی طرح ایک اور موقع پر
 فرشتے کو روح کہا ہے۔

فارسلنا الیہا روحنا فمثلن
 لہا بشراً صویباً۔
 ہم نے اس کی طرف روح کو بھیجا پس
 وہ پورے انسان کی مثل اس کے سامنے
 کھڑا ہو گیا۔

جب کسی قوم پر عذاب نازل ہوتا ہے تو فرشتے ہی عذاب لے کر اترتے

ہیں۔

وما تنزل الملائكة الا بالحق اور ہم فرشتوں کو نہیں بھیجتے مگر فیصلہ کے

وکانوا اذا منظرین ۵ ساتھ اور جب مہلت نہیں دی جاتی۔

کبھی فرشتے اللہ کے حکم سے انسانی شکل میں بھی ظاہر ہوتے ہیں چنانچہ قوم لوط پر جب عذاب نازل ہوا تو فرشتے انسانی شکل میں ہی حضرت لوط کے

پاس آئے اور کہا

یا لوط انارسل ربنا لے لوط ہم تمہارے رب کے بھیجے

ہوئے ہیں۔

یہی فرشتے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس بھی انسانی شکل

میں گئے تھے اور حضرت اسحاق و یعقوب کی خوشخبری دی تھی۔

مراتب ملائکہ

ملائکہ کی تین قسم بتائی گئی ہیں :-

فوریانی - روحانی - مادی۔

ملائکہ فوری کے تین مرتبے بتائے گئے ہیں

عرش بہدار صف بستہ پیغامبر

روحانی ملائکہ کے دو درجے

مقربین عالین

ملائکہ مقربین کے سرخیل حضرت جبریلؑ ہیں۔

ملائکہ عالین کے سرخیل حضرت میکائیلؑ ہیں۔

بعض اصحاب مکاشفہ کہتے ہیں کہ روحانی ملائکہ کا ایک تیسرا درجہ اور بھی ہے۔ جن کا وجود نور و ظلمت کے اجتماع سے ہے۔ ان میں بعض کے وجود میں نور غالب ہے ظلمت پر یہ انتظام جنت پر مامور ہیں۔ بعض کے وجود میں ظلمت غالب ہے یہ دوزخ پر متعین ہیں اور جن میں نور و ظلمت برابر ہی ہے۔ یہ سماج دُنیا کے پاسبان ہیں۔

مادی ملائکہ کے کئی درجے اور مرتبے ہیں، یہ سب انتظام دُنیا پر مامور

ہیں۔

مادی ملائکہ کی تین قسمیں ہم کو بتائی گئی ہیں

دو دو بازو والے تین تین بازو والے چار چار بازو والے

اصحاب مکاشفہ کا بیان ہے کہ چار چار بازو والے ملائکہ اعلیٰ سے امر

الہی اور ارواح کو لے کر جبروت میں اترتے ہیں اور جبروت کا سارا نظام ان

سے متعلق ہے، تین تین بازو والے کرسی سے احکام لے کر سات آسمانوں

اور زمین کی سطح مرتفع پر قطب شمالی میں اترتے ہیں۔ سات آسمان اور زمین کا

انتظام قضائی ان سے متعلق ہے اور دو دو بازو والے زمین اجد آسمانوں کے اندرونی انتظام پر متعین ہیں۔

روح مجرد کوئی شکل و صورت نہیں رکھتی، جملہ ارواح مجردہ شکل و صورت سے معرّی اور جسم و بدن سے بے نیاز ہیں، یہ ارواح مجردہ اس مادی دنیا میں نہیں ہیں۔ مادی دنیا میں تو ملائکہ بھی مادی جسم رکھتے ہیں، جو ہر فاقش سے بنا ہے، یہ عنصری ملائکہ مجردہ اس لئے کہلاتے ہیں کہ ان میں تو اللہ و تناسل نہیں ہے اور شر سے قطعاً پاک ہیں، ان کو روح اس لئے کہا گیا کہ ان میں موت نہیں ہے۔ جب سے دہم میں آئے ہیں موجود ہیں۔ قوت ان کی بے پناہ ہے، یہ صرف حمد و تسبیح سے تغذیہ حاصل کرتے ہیں۔

نورانی ملائکہ سدة المنتہی سے نیچے نہیں اترتے اور روحانی ملائکہ سماء و دنیا سے نیچے نہیں اترتے، مادی ملائکہ جو عنصریوں کہلاتے ہیں۔ ملائکہ اعلیٰ سے زمین اور سات آسمانوں میں آتے جاتے اور رہتے ہیں کیونکہ انتظام عالم پر مامور ہیں۔

وما یعدو جنود ربک الا ہو
تیمے رب کے لشکروں کو تو صولتے اس کے
کوئی جانتا ہی نہیں۔

روح

ہمیں روح کے بارے میں یہ بتایا گیا ہے کہ نہ امر الہی سے ہے اور نہ

کے بارے میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ عزوجل جب کوئی ارادہ فرماتا ہے۔
 تو کہہ دیتا ہے۔ ہو۔ پس وہ ہو جاتا ہے۔

(۱) انما امرؤ اذا اراد
 شیاً ان يقول له کن فيكون
 اس کا امر یہ ہے کہ جب وہ کسی کام یا
 کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو فرماتا ہے
 "کن" پس وہ کام ظہور میں یا وہ چیز
 وجود میں آجاتی ہے

(۲) قل الروح من امر سبأی
 (۳) يدبر الامر من السماء
 الى الارض
 کہہ دو کہ روح میرے رب کے امر سے ہے
 اللہ آسمان سے زمین تک امر کا انتظام
 کرتا ہے۔

(۴) تنزل الملائكة والروح
 فيها باذن ربهم من
 كل امر
 فرشتے اور روح اس (شب قدر) میں
 اپنے رب کی اجازت سے سب حکم
 لے کر اترتے ہیں۔

(۵) فيها يفرق كل امر
 حلیم امرا من عندنا
 انا كنا مرسلین
 اس (شب قدر) میں ہر فیصل شدہ امر
 ہمارے حکم سے جدا کیا جاتا ہے ہم
 ہی بھیجتے ہیں۔

پہلی آیت کریمہ سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اللہ جل جلالہ جب کسی کام
 یا کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو کہہ دیتا ہے کہ ہو پس وہ کام ظہور میں آجاتا ہے

یا وہ چیز وجود میں آجاتی ہے، اس سے یہ حقیقت ظاہر ہوتی کہ امر ارادہ سے متعلق ہے۔

دوسری آیت سے یہ بات معلوم ہوتی کہ روح امر رب سے ہے۔ ارادہ کے بعد پیدا ہوتی ہے۔ اس سے پہلے علم الہی کے سوا اس کا کہیں وجود نہیں ہوتا۔

تیسری آیت سے یہ بات معلوم ہوتی کہ اللہ تبارک تعالیٰ سمائے دنیا سے زمین تک امر کی تدبیر کرتا ہے، اس سے یہ حقیقت ظاہر ہوتی کہ آسمان سے زمین تک امر تدبیر سے متعلق ہے۔

چوتھی اور پانچویں آیت سے یہ بات معلوم ہوتی کہ شب قدر میں فرشتے پیدا ہونے والی اوضاع کو اور انتظام عالم سے متعلق سب احکام کو رکھ اترتے ہیں۔ پانچوں آیتوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا کہ امر کی دو قسم ہیں۔ ایک امر ارادی۔ دوسرا امر تدبیری، امر ارادی سے ہر کام کا ظہور یا ہر چیز کا وجود ہوتا ہے جیسے۔

جب آس نے چاہا کہ دنیا بنائے تو کھن کہا، رحمت کا دریا مرجین مارنے لگا۔ پانی سے بنامات اُٹھ کر دائرہ کی شکل میں محیط ہو گئے اور منجمد مادہ رہ گیا

یہ کام یا جو چیز پہلے سے نہ ہو اور امر سے ظہور میں یا وجود میں آئے تو یہ امر

الادی ہے اور جو کام ظہور میں آچکا ہو یا جو چیز وجود میں آچکی ہو اس کا انتظام امرتدبیری ہے جیسے :-

مادہ سے زمین بنائی۔ اس میں پہاڑ، جنگل، دریا بنائے، سما و دنیا کو سقف محفوظ بنایا، چمکتے تاروں سے مزین کیا، سات آسمان مضبوط بنائے۔ زمین اور سات آسمانوں میں جاندار پیدا کئے۔ ان کی غذا اور ضروریات زندگی کا انتظام کیا، فرشتے متعین کئے، ہر کام اور ہر چیز کا ایک قاعدہ اور ایک اندازہ مقرر کیا۔

امر کا نزول جیسے زمین پر جوتا ہے۔ ایسے ہی سات آسمانوں پر ہوتا ہے۔

فی کلّ سما و امرھا ہر آسمان میں اس کا امر ہے
 امرتدبیری کا نزول سما و دنیا سے زمین تک ہے یدبرا الامر
 من السماء الی الارض سما و دنیا سے اوپر سدا المنتہی تک
 روحانی دنیا ہے۔ وہاں موت و زلیست کو والد و تناسل وغیرہ امور کا سلسلہ
 نہیں ہے اس لئے وہاں تدبیر جاری نہیں وہاں کی ہر چیز منظم اور وہاں
 کا ہر کام منظم ہے، روحانی دنیا میں زندگی ہے وہاں جو ہیں جب سے جوڑ
 میں آئے زندہ ہیں اور زندہ رہیں گے۔

مادی دنیا میں جو پیدا ہوتے ہیں۔ پیدائش سے قبل ان کا وجود علم الہی

کے سوا کہیں نہیں ہوتا۔ سب پیدا ہونے والی رُوہیں امرِ اہلی سے وجود میں آتی ہیں، اور عالمِ جبروت میں اپنی جنس کے مطابق مثالی بدن اختیار کرتی ہیں، جب تک مادی دُنیا میں پیدائش نہ ہو موت کا عالم طاری رہتا ہے۔
 گنتہ اموات فاحیا گم تم مرن تھے پس تم کو زندہ کیا پھر تم کو
 شہیتکم ثم یحییکم موت دے گا پھر تم کو زندہ کرے گا۔

بعض اہل علم آٹھ عالم زیرِ عرش مانتے ہیں :-

- ۱۔ عالم نور (عالم ظہورِ صفات)
- ۲۔ عالم امر (سدرۃ المنتہی، عالم ملائکہ مقربین)
- ۳۔ عالم ادعاج (جنت و دوزخ، عالم ملائکہ عالیین)
- ۴۔ عالم مثال (عالم صورِ معلقہ)
- ۵۔ عالم ہندخ (عالم عذاب و ثواب)
- ۶۔ عالم ملکوت (کرسی، عالم عناصر)
- ۷۔ عالم شہادت (دُنیا۔ مخلوقات)
- ۸۔ عالم آخرت (عالم حیاتِ مادوانی)

بعض قیّم عالم مانتے ہیں :-

- ۱۔ عالم جبروت (عالم بالا)
- ۲۔ عالم ملکوت (عالم باطن)

۳۔ عالمِ ناسوت (عالمِ ظاہر)

بعض صرف دو عالم کے قائل ہیں: "غیب اور شہادت" اور ان دونوں

کے درمیان میں بزدخ ہے۔

عالمِ غیب میں عالمِ عرش، عالمِ ملائکہ، اور جنت و دوزخ کو بیان کرتے

ہیں اور روح کے بارے میں ان کا بیان ہے کہ جب کوئی حیوانی جسم اپنی جنس کے مطابق قدرت کے قوانین کے ماتحت سراپا اختیار کر کے پیدائش

کے قابل بنتا ہے تو امر الہی سے اس میں روح داخل ہو جاتی ہے۔

جن وانس میں ایک خاص شے ودیعت ہوتی ہے جسے نفس کہتے

ہیں۔ دیگر جانداروں میں یہ چیز نہیں ہوتی۔ اسی لئے جن وانس مکلف ہیں۔

نفس وہ ہے جس سے عقل اور تمیز ہے، روح وہ ہے جس سے سانس

اور حرکت ہے۔

بعض اہل علم کے نزدیک نفس اور روح ایک ہی چیز ہے، ان کا بیان

ہے کہ روح جب مثالی ہیئت اختیار کرتی ہے اس کو نفس کہتے

ہیں۔

اللہ یتوفی الّا نفس اللہ نفوس کو وفات دیتا ہے

کلّ نفس ذائقۃ الموت ہر نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے

وفات اور موت نفس کے لئے ہے پس نفس اور روح ایک ہی چیز ہے

بعض کے نزدیک نفس سے مراد ہستی ہے جو روح اور جسم سے مل کر وجود میں آتی ہے۔

بعض کا قول ہے کہ ہر چیز کا ایک ظاہر اور ایک باطن ہوتا ہے، پس روح کا ظاہر تو جسم انسان ہے اور روح کا باطن نفس ہے۔

بعض دوسروں کے قائل ہیں ایک روح حیوانی جو مدبر بدن ہے جس سے جسد کو حیات ملتی ہے اور جو نظام جسمانی کو چلاتی ہے۔

عناصر کے امتزاج و ترکیب اور اجزائے مادی کی کیفیت و کیفیت سے وجود میں آتی ہے۔

دوسری روح امری ہے جو دین و شریعت سے مکلف ہے، روح امری ایک مثالی بدن بھی رکھتی ہے یہی نفس ہے۔

روح کے بارے میں محققین کی رائیں مختلف ہیں ہم کو ان سب قیاسی رایوں سے قطع نظر کر کے صرف اسی قدر جاننا چاہئے کہ روح امری وہ ہے اور بس۔

بدن مثالی روح سے جدا کوئی چیز نہیں ہے بلکہ خود روح کو جو ایک شے لطیف ہے اپنی جنس کے مطابق مشکل کر دیا جاتا ہے، یہ روحانی جسم بالکل مادی جسم کے مشابہ ہوتا ہے۔ جب تک روح بدن مثالی اختیار نہیں کرتی کوئی شکل و صورت اور کوئی جسم نہیں رکھتی۔

خواب میں جو واقعات و حالات پیش آتے ہیں۔ اسی بدن مثالی کے ساتھ ہوتے ہیں، مرنے کے بعد برزخ میں عذاب و ثواب بھی اسی بدن مثالی پر ہوتا ہے۔

برزخ

برزخ کے دو طبقے ہیں بالائی طبقہ کو اصطلاحاً عالم مثال اور زیرین طبقہ کو برزخ کہتے ہیں، جملہ ارواح امر الہی سے وجود میں آ کر علم الہی کے بموجب اپنی جنسی ہستی کے مطابق شکل و صورت اختیار کرتی ہیں ان کا یہ مثالی جسم غیر مادی ہوتا ہے۔ اس لئے عالم مثال کو عالم صور معلقہ بھی کہتے ہیں، ارواح کی اس معلقہ حالت کو موت سے تعبیر کیا گیا ہے، جب ارواح عالم مثال سے مادی دنیا میں اتاری جاتی ہیں اور اپنی جنس کے مطابق مادی جسم میں ایک مدت معینہ تک کے لئے داخل کی جاتی ہیں تو ان کی اس حالت کو زندگی سے تعبیر کیا جاتا ہے، پھر جب اپنی معینہ مدت پوری کر کے روحیں اپنے مادی اجسام کو چھوڑ دیتی ہیں تو ان پر وہی موت کی حالت طاری ہو جاتی ہے جیسی کہ مادی جسم میں آنے سے پہلے تھی، فرق اتنا ہوتا ہے کہ پہلی موت کی حالت میں ان پر کوئی عذاب و ثواب نہیں ہوتا۔ دوسری موت کی حالت میں ان عقائد و اعمال کے مطابق جو مادی دنیا کی زندگی میں رہے عذاب و ثواب کا مزہ چکھنا پڑتا ہے اس لئے اس عالم جمادات کو عالم

عذاب و ثواب بھی کہتے ہیں اور یہی بندہ ہے۔

اذا جاء احد هذه الموت
من وراءه برزخ الی یوم
یبعثون

جب کسی کی موت آتی ہے اور وہ مر جاتا ہے
ان کے آگے برزخ ہے اس دن تک
جبکہ وہ اٹھائے جائیں گے۔

بمذخ ایک عالم ہے جو موت کے وقت سے حشر کے دن تک ہے۔
انکم یوم القیمة تبعثون تم قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے
موتے ہی انسان کی رُوح برزخ میں چلی جاتی ہے جہاں قیامت تک
رہے گی جو برزخ میں ہیں وہ مردہ ہیں زندہ نہیں۔

امرات غیر اچا و ما بشعر دن
ایان یبعثون ۵

مردہ ہیں زندہ نہیں اور یہ بھی نہیں جانتے
کہ کب اٹھائے جائیں گے۔

اللہ یتوفی الانفس حین مرتھا
واقتی لہ تمت فی منامہا
فیمسک التي قضا علیہا الموت
ویرسل الاخری الی اجل
مسی

اللہ کسی کو وفات دیتا ہے موت کے
وقت اور جس کی موت کا وقت نہیں آیا
تو اس کی موت پیند میں، مرنے والے کی
رُوح کو توفہ روک لیتا ہے اور سونے
والے کی رُوح کو اس کی موت کے وقت
تک کے لئے لوٹا دیا کرتا ہے۔

پیند کو موت سے تشبیہ دی گئی ہے، ہر شخص جب سو جاتا ہے گویا مر جاتا

ہے اس لئے کوئی شعور نہیں رہتا جس کی موت کا وقت آجاتا ہے۔ اس کی
روح قبض کر لی جاتی ہے اور جس کی موت کا وقت نہیں آتا۔ اس کی روح قبض نہیں
کی جاتی۔ نیند اور موت میں یہ فرق ہے کہ سونے والا تو نیند پوری کر کے جاگ اٹھتا
ہے اور مرنے والا سوتا ہی رہتا ہے قیامت کے دن جاگ اٹھے گا۔

جس طرح سونے والے کو نیند میں خواب نظر آتے ہیں اسی طرح مرنے والے
کو بھی خواب نظر آتے ہیں، سونے والے کا خواب تو بیداری کے ساتھ ختم ہو جاتا
ہے اور موت والے کا خواب ختم نہیں ہوتا کیونکہ اس کی نیند تو قیامت کے دن
ختم ہوگی اور اس کا خواب بھی اسی دن ختم ہوگا۔

گویا برزخ ایک عالم خواب ہے جو مرنے والے کی موت سے یوم بعثت
تک طاری رہے گا۔ جنت میں جانے والی ارواح عالم برزخ میں نعمائے جنت
کے خواب دیکھتی ہیں اور دوزخ میں جانے والی ارواح دوزخ کے عذابوں کے
خواب دیکھتی ہیں جیسے ایک سونے والا شخص اپنی نیند میں خواب دیکھتا ہے۔ کبھی
حصین جلوسے، وکلس مناظر اور فرحت بخش چیزیں نظر آتی ہیں، کبھی خونخاک اور
ڈراؤنے سماں دیکھتا ہے۔ ایسے ہی برزخ میں رہنے والی ارواح کا حال ہے
جیسے سونے والا اپنی نیند میں اچھے خوابوں سے لطف اندوز ہوتا ہے اور برے
خوابوں سے تکلیف و پریشانی محسوس کرتا ہے ایسے ہی برزخی ارواح لطف و اطمینان
محسوس کرتی ہیں یہی خواب و عذاب ہے جو مرنے کے وقت سے قیامت کے

دن تک رہے گا۔

جو لوگ راتوں میں مارے جلتے ہیں یعنی جہاد فی سبیل اللہ میں شہید ہوتے ہیں ان کو جان نکلنے کے ساتھ ہی حیاتِ آخری اور زندگی جاوید مل جاتی ہے وہ برزخ میں نہیں رکھے جاتے۔

سوائے شہداء کے ہر مرنے والے کی روح قیامت تک عالم برزخ میں رہے گی اور اس پر اس کے عقائد و اعمال کے بموجب ثواب یا عذاب کا خواب طاری رہے گا جس طرح ایک سونے والا شخص کبھی اپنی نیند میں کوئی طولانی خواب دیکھتا ہے اور ایسا محسوس کرتا ہے کہ گویا ایک عرصہ دراز اس پر گذرا۔ لیکن جب بیدار ہوتا ہے تو اسے معلوم ہوتا ہے کہ چند گھنٹے سویا اسی طرح جب برزخ والے موت کی نیند سے بیدار ہوں گے تو کہیں گے۔

یا دیننا من بعثنا من مرقداً ہائے ہماری شامت کس نے ہم کو ہمارا خواب گاہ سے اٹھا دیا۔

برزخی ادوار جب قیامت کے دن اٹھائی جائیں گی تو وہ ایسا محسوس کریں گی کہ نیند سے بیدار ہوئیں، جس طرح ایک سونے والا جاگنے پر اپنے اپنے یا نیند سے خواب کی نسبت جانتا ہے کہ وہ ایک خواب تھا جو نیند میں تھی ہوا اور نیند ختم ہوتے ہی ختم ہو گیا۔ حالانکہ وہ اتنا طولانی خواب تھا کہ گویا اس کو دیکھنے والا ایک عرصہ دراز تک اس حال میں رہا اسی طرح برزخی ادوار خیال

کریں گی کہ ہم خواب دیکھ رہے تھے۔

جس دن وعدہ کے دن کو دیکھ لیں گے

كانهم يوم يرون ما يوعدون

یعنی قیامت کے دن موت کی نیند سے

لربيبشوا الا ساعة من

بیدار ہوں گے تو ان کو ویسا معلوم ہوگا

النهار

کہ وہ دن کی ایک ساعت سے زیادہ

نہیں رہے۔

بب کسی کی موت آتی ہے اس پر نیند طاری ہوتی ہے اور اللہ کے حکم سے

فرشتے اس کی روح قبض کر لیتے ہیں اور اسی موت کی نیند میں اس پر اللہ کے

حکم سے ثواب یا عذاب کا خواب طاری ہو جاتا ہے۔

جو لوگ گناہوں سے پاک ہوتے ہیں ان

الذین تتوفهم الملائكة

سے دفات کے وقت فرشتے کہتے ہیں کہ

طيبين يقولون سلام عليكم

تم پر سلامتی ہو تم اپنے نیک اعمال کے

ادخلوا الجنة بما كنتم

بدلے جنت میں داخل ہو جاؤ۔

تعاملون

جنت کا خواب طاری ہو جاتا ہے اور

نیک لوگوں پر برزخ میں ثواب

جب گناہگار موت کی بیہوشی میں ہوتے

إذ الظالمون في غمرات الموت

ہیں تو فرشتے اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے

والملائكة باسطوا ايديهم

ان سے کہتے ہیں کہ اپنی جانیں نکالو

اخرجوا انفسكم اليوم

مَجْرُونَ عَذَابِ الْهَرُونَ بِهَا
 كُنْتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ غَيْرَ
 بِالْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ آيَاتِهِ
 تَسْكِبُونَ ○
 آج کے دن تم کو ذلت کا عذاب
 دیا جائے گا اس لئے کہ تم اللہ پر
 بھوٹ بولتے تھے اور اس کی آیتوں
 سے اکڑتے تھے۔

گناہگاروں پر برزخ میں عذاب کا خواب طاری ہو جاتا ہے۔
 جنت یا دوزخ میں روزِ حشر کے بعد ہانا ہوگا۔ مرنے کے وقت سے
 روزِ حشر تک برزخ میں مرنے والوں کی ارواح دہیں گی اور اپنے عقائد و
 اعمال کے بموجب ثواب یا عذاب کا مزہ چکھیں گی۔

وَحَاقَ بِآلِ فِرْعَوْنَ سُوءُ
 الْعَذَابِ النَّارِ يُعْرَضُونَ
 عَلَيْهَا خُدَا وَأَعْشِيَاءُ يَوْمِ
 تَقُومُ السَّاعَةِ إِذْ خَلُّوا
 آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ
 اور آل فرعون کو بُرے عذاب نار نے
 گھیر لیا۔ جس پر وہ صبح و شام پیش کئے
 جاتے ہیں اور قیامت کے دن حکم
 ہوگا کہ آل فرعون کو سخت عذاب
 یعنی دوزخ میں داخل کر دو۔

موت اور زندگی

انسان کے لئے دو موت اور دو زندگی ہیں، پیدائش سے پہلے کی حالت
 موت سے تعبیر کی گئی ہے، پہلی زندگی یہ دنیاوی زندگی ہے اس کے

بعد موت ہے جو دوسری موت سے تعبیر کی گئی ہے اس کے بعد دوسری زندگی حشر کے دن ملے گی قبر میں زندگی نہیں ہے بلکہ عالم خواب یا عالم ممات ہے جس کو برزخ کہتے ہیں۔

كنتم امواتا فاحيا كم ثم تم مردے تھے اُس نے تم کو زندہ کیا
يُميتكم ثم يحييكم پھر تم کو موت دے گا پھر زندہ
کرے گا۔

پہلی زندگی یہ ہماری موجودہ زندگی ہے، دوسری زندگی حشر کے دن ملے گی، مرنے کے بعد قیامت تک موت کی نیند ہے جس میں ثواب یا عذاب کے خواب نظر آتے ہیں۔

موت کو نیند سے جو تشبیہ دی گئی ہے اور عذاب و ثواب برزخ کو خواب سے جو مشابہ کہا گیا ہے یہ محض سمجھانے کے لئے ہے تاکہ موت اور عذاب و ثواب کی کچھ کیفیت سمجھ میں آسکے۔

عالم بالا کے حقائق ہماری محدود عقل میں نہیں سما سکتے اس لئے مثالوں اور تشبیہوں کی مدد سے بعض حقائق کو سمجھنے اور سمجھانے کی ضرورت ہوتی ہے۔

برزخ چونکہ عالم بالا میں ہے اور وہاں جو کچھ ہے سب روحانی ہے اس لئے برزخ میں جو عذاب و ثواب ہوتا ہے وہ مثالی بدن کے ساتھ

ہوتا ہے کیونکہ مادی دنیا کی کوئی چیز وہاں نہیں ہے۔
 برزخ کے عذاب و ثواب کو محض خواب و خیال ہی نہ سمجھنا چاہئے، وہاں
 کے عذاب کی شدت اور وہاں کے ثواب کی نعمت کا صحیح اندازہ ہماری کوتاہ
 عقل نہیں کر سکتی، نیند اور ہیبت ناک خواب یا پڑسور خواب صرف موت اور
 عذاب و ثواب کی کیفیت کا ایک ہکا سا خاکہ یا نمونہ ہیں جس سے ہم تنبیہ حاصل
 کر کے اپنے کردار اور اپنے اعمال و احوال کو اسلامی اطوار و اخلاق سے
 آراستہ کر کے اور اپنے اقوال و افعال کو ہر طرح کی کثافت و نجاست سے پاک
 کر کے امید و ارجحیت ہو سکتے ہیں۔

باب دوم

ماء

جعلنا من السماء كل شئ حيا ! ہم نے ہر چیز کو پانی سے زندگی بخشی۔
 دنیا کی سب سے پہلی چیز جو امر الہی سے وجود میں آئی پانی ہے،
 کان عرشہ علی السماء اللہ کا عرش پانی پر تھا۔
 آیتہ کریمہ کا یہ مفہوم نہیں کہ پہلے پانی پر تیر رہا تھا۔ اب کسی دوسری جگہ منتقل
 ہو گیا بلکہ یہ مطلب ہے کہ عرش کے اور پانی کے درمیان کوئی چیز نہ تھی یعنی آسمان
 حائل نہ تھا۔

پانی کا وجود آسمان و زمین سے پہلے تھا۔

ارادۃ الہی کے بموجب پانی سے بخارات نکل کر دھوئیں کی طرح پھیل گئے اور ایک دائرہ کی شکل اختیار کی۔ یہی سماجہ دنیا ہے۔

ثم استوی الی السماء و پھر سماء کی طرف متوجہ ہوا اور وہ
ھی دُخان دھواں تھا۔

بخارات نکل جانے کے بعد ایک منجمد شے رہ گئی۔ یہی مادہ ہے جس سے
زمین اور سات آسمان بنے

ان السموات والارض کانتا سماوات اور زمین ملے جملے ٹھہرتے
رتقا ففتناهما ہم نے ان کو الگ الگ کر دیا۔

مادہ عناصر سے مرکب ہے اور عناصر اجزا و قوی سے مرکب ہیں اور اجزا
و قوی صفات الہی کے منظر اور بے شمار خواص کے حامل ہیں۔

آفاق

زمین سے اوپر آسمان تک آفاق ہے۔ آفاق میں بے شمار عجائبات
قدرت ہیں۔ جب چشم باطن روشن ہوتی ہے تو حسب استعداد بعض عجائبات
کا انکشاف ہوتا ہے اور نظام کائنات میں قدرت کی کار فرمائی مشاہدہ ہوتی
ہے۔

آسمانوں اور زمین میں خود فکر کی نظر ڈالنے کی ہدایت ہے۔ جب ہم

اکثر اوقات ان چیزوں کو جو ہم کو چشم ظاہر سے نظر آتی ہیں گہری نگاہ سے دیکھتے رہیں تو چند روز میں ہم کو وہ بصیرت حاصل ہوتی ہے جس سے شانِ ربوبیت اور قدرت کی بے پناہ تنظیم منکشف ہوتی ہے۔

زمین سے اوپر آسمان تک نظر ڈالنے سے ہم کو روزمرہ سورج، چاند، ستارے اور رنگارنگ روشنیاں چشم ظاہر سے دکھائی دیتی ہیں۔ جب ہم ان ہی چیزوں میں قدرت کی تنظیم پر غور کرتے ہیں تو ہماری بصیرت تیز ہونے لگتی ہے اور پھر ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ وہ عجائباتِ قدرت مشہور ہوتے ہیں جن تک چشم ظاہر کی رسائی نہیں، ہمیں غور و فکر کے لئے پہلے ان ہی چیزوں پر نظر ڈالنی چاہئے جو چشم ظاہر سے نظر آتی ہیں۔

آسمان

سب سے نمایاں اور ہر دم نظر آنے والی چیز یہ نیلگوں گنبد ہے جسے ہم آسمان کہتے ہیں۔ یہی سماجِ دنیا ہے۔ اس سے نیچے سات آسمان اور کئی ہیں جو مثل ہماری زمین کے ہیں۔

اللہ الذی خلق سبع سموات اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان بنائے
ومن الارض مثلھن اور زمین بھی ان کی مثل بنائی۔

زمین اور سات آسمان ایک دوسرے کی مثل ہیں اور سماجِ دنیا جو زمین اور

سات آسمان کو گھیرے ہوئے ہے جداگانہ ہے۔

وجعلنا السماء سقفا محفوظا
اور آسمان کو ہم نے ایک محفوظ چھت بنایا
انا زینا السماء الدنيا زينة
ہم نے سماؤ دنیا کو اکب سے
الکواكب
مزین کیا۔

افلدينظروا الى السماء فقهروا
کیا نہیں دیکھتے کہ ہم نے اوپر آسمان
كيف بينناها وزينها وما لها
کیا بتایا ہے اور آسمان کیسے ہے اور
من فروع
اُس میں کوئی شگاف نہیں ہے۔

آیات کریمہ سے تین باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ آسمان یعنی سماؤ دنیا مثل چھت
کے پوری دنیا پر چھایا ہوا ہے۔ کواکب سے آراستہ ہے اور اس میں کوئی
شگاف نہیں ہے۔

سماوات

سماؤ دنیا کے احاطہ کے اندر سات آسمان اور زمین ہیں اور یہ سب ایک
دوسرے کے مثل ہیں اور ان سب میں امر الہی کا نزول ہوتا ہے۔ ہم کو سات
آسمانوں کے نام اور کام نہیں بتائے گئے صرف اس قدر بتایا گیا ہے۔
خلق الله سبع سموات علها فان
اشرنے سات آسمان نیچے اور پر بنائے
وبينا قوفك سبعاً شدا
اور ہم نے تمہارے اوپر سات ٹھوس

آسمان بنائے۔

ولقد خلقنا فوقكم سبع طرائق ۝ اور ہم نے تمہارے اوپر سات
طریقے بنائے۔

طبق، شدید، طریق کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ساتوں آسمان پست
و بلند، ٹھوس، اور با اعتبار خواص جداگانہ ماحول کے حامل ہیں۔

ومن ایتہ خلق السموات والارض وما بث فیہما من
دابة و هو علی جمعہم
اور اس کی نشانیوں میں سے ہے آسمانوں و
زمین کا پیدا کرنا اور ان صبا میں جو
جاندار اس نے پھیلائے ہیں وہ ان کو
جب چاہے جمع کرنے پر قادر ہے۔

آسمانوں میں بھی مثل زمین کے جاندار آباد ہیں اور اللہ جب چاہے۔ تو
ان کو اکٹھا کرنے پر قادر ہے۔

کواکب و نجوم

کواکب و نجوم جو ہم کو نظر آتے ہیں ان کی نسبت ہم کو بتایا گیا ہے کہ
یہ سماء دنیا کی زینت ہیں۔ ان کواکب و نجوم کے ذریعہ رات کی تاریکی میں
راہ نمائی ہوتی ہے۔

جعل لکم النجوم لتہتدوا تمہارے لئے ستارے بنائے کہ تم

بہا فی ظلمت البر والبحر خشکی اور تری کی تاریکیوں میں ان سے
راستہ پاؤ۔

اقاضینا السماء الدنيا بزینتی ہم نے سماء دنیا کو اکب سے مزین و
الکواکب آراستہ کیا۔

کواکب بے گنتی ہیں جن کا شمار کرنا ممکن نہیں ہے۔

شمس و قمر

سب سے بڑی چیز جو ہم کو روزانہ آسمان پر چلتی نظر آتی ہے سورج ہے۔
اس کے بعد دوسری بڑی چیز چاند ہے۔ سورج ان دونوں کی گذرگاہوں میں ہیں
ان کے سوا بھی بعض ستارے سورج میں سے گذرتے نظر آتے ہیں۔ سورج
اور چاند کے سوا سات بڑے ستارے اور ان کے ساتھ متعدد چھوٹے ستارے
گھومتے نظر آتے ہیں۔ ان ستاروں کے نام اور کام ہم کو نہیں بتائے گئے۔
صرف سورج اور چاند کے نام بتائے گئے ہیں اور ان کے متعلق چند کام بھی
بتائے گئے ہیں۔

سورج، چاند، ستارے فضائے آسمانی میں آتے پر اپنے اپنے مقررہ
دائرہ پر چلتے ہیں۔ ان دوائر کو افلاک کہا گیا ہے۔

وهو الذي خلق الليل والنهار اور وہی ہے جس نے رات اور دن

اور سورج اور چاند کو پیدا کیا سب
فلک میں تیر رہے ہیں۔

وہی ہے جس نے سورج کو دکھاتا ہوا
اور چاند کو روشن بنایا اور اس کی منزلیں
مقرر کیں تاکہ تم برسوں کی گنتی اور
حساب جانو۔

والشمس والقمر کل فی
فلك یسبحون ۝

هو الذی جعل الشمس ضیاءً
والقمر نوراً وقدرة منازل
لتعلموا عدد السنین و
الحساب۔

لیل و نهار

اور ان کے لئے ایک نشانی رات ہے
اس پر سے جب ہم دن کو اتار لیتے ہیں
تو وہ اندھیرے میں رہ جاتے ہیں اور سورج
اپنے مقرره ٹھکانے پر چلا جا رہا ہے یہ غائب
علم والے کی ٹھہرائی ہوئی تقدیر ہے۔

اور چاند کے لئے ہم نے منزلیں مقرر
کیں یہاں تک کہ وہ کجور کی پرانی شاخ
کی حالت پر پھرا تا ہے نہ سورج سے ہو
سکتا ہے کہ چاند کو پکڑ لے اور وہ اس کے

دایۃً لہما لیل نسلخ منہ
النہار فاذا ہدمظلون ۝
والشمس تجری لستقرہا
ذالک تقدیر العزیز العلیم ۝

والقمر قدرۃ منازل حتی عاد
کالعرجون القدیۃ لا الشمس
ینیعی لہا ان تدرک القمر و
لا الیل سابق النہار و کل فی

فلک یسبحون ۵
بڑھ سکتی ہے دن سے اور سب فلک
میں تیر رہے ہیں۔

ومن رحمته جعل لکم الیل والنهار لتسکونوا فیه ولتبتغوا من فضلہ ولعلکم تشکرون
اور اسی نے اپنی رحمت سے رات اور دن تمہارے لئے بنا لئے تاکہ تم رات میں آرام بھی پاؤ اور دن میں اپنی زندگی کے لئے اس کا فضل بھی تلاش کرو اور اس کی اس رحمت کا شکر ادا کرو۔

جس طرح شمس و قمر اور ستارے گردش میں ہیں اسی طرح زمین بھی گردش میں ہے۔

وتروی الجبال تحببها جامدة وهي ثمر مر السحاب
اور تم پہاڑوں کو ساکن دیکھتے ہو حالانکہ یہ بادلوں کی طرح چل رہے ہیں۔

انلاک

آسمان اور فلک ایک ہی چیز نہیں ہیں، افلاک وہ دوائے ہیں جن پر سورج چاند ستارے گردش کرتے ہیں، سات آسمان مثل زمین کے ٹھوس کرتے ہیں جن کی تخلیق مادہ سے ہے اور جن میں مثل زمین کے جاندار حیرانات ہیں۔

اور سماء دُنیا جس کو سماء ذات البروج بھی کہا گیا ہے دوسری

چیز ہے جس کی تخلیقِ دُخان سے ہے اور جس میں کواکب و ثوابت ہیں جو زمین اور
سات آسمانوں پر محیط ہے جس کو "سماذات المحبک" اور "سماذات
الراجع" بھی کہا گیا ہے۔

سماذ و نیا کا ظہور نیلگوں گنبد اور اُس کے کواکب و ثوابت ہیں اور
بطون "جمروت" ہے۔

سات آسمانوں اور زمین کا ظہور شمس و قمر، نجوم، جمادات، نباتات،
حیوانات ہیں اور بطون ملکوت ہے۔

دہ دائرے جن پر سورج، چاند، سیارے اور زمین گردش کرتے ہیں۔
فلک کے نام سے موسوم ہیں اور یہ ملکوتی چیز ہے۔

ابر و باد و باران رحمت

فضائے آسمانی کے نیچے زمین سے اُپر سیاہ و سفید و سنہری رنگ کی
چیز روتی کے گالے کی طرح یا دھوئیں کی مانند ہوا پر اڑتی ہوئی نظر آتی ہے
ابر یا بادل ہے۔

وہو الذی یرسل الریاح بشرا
اور وہی ہے جو اپنی رحمت سے ہواؤں
بین یدی رحمتہ حتی اذا
کو پہلے خوشخبری کے لئے بھیجا ہے یہاں
قلت سحاباً ثقالاً سقنہ
تک کہ جب وہ بھاری بادلوں کو اُٹھلائی ہیں

لیلد میت فاتر لنا به السماء
فاتر جنا به من کل الشرات

ہم آن کو ایک مردہ بستی کی طرف چلا
دیتے ہیں پھر ہم اُس سے پانی برساتے
ہیں پھر ہم اُس سے سب قسم کے پھل
پھلاری نکالتے ہیں۔

پیداوار

فلینظر الانسان الى طعامه
انا صبنا السماء صبا شققنا
الارض شقانا نبتنا فيها جباو
عنا وقصبا وزيتونا ونخلنا و
حدائق غلبا وفاكهة و
اباما عالجند و لانعامنا

پس انسان کو چاہئے کہ اپنے کھانے پر
نظر ڈالے کہ ہم نے خوب پانی برسا یا
پھر ہم نے زمین کو پھیرا پھاڑا پھر ہم نے
اس میں غلہ اگایا اور انگور اور ترکاریاں
اور زیتون اور کھجور اور گھنے گھنے باغ
اور طرح طرح کے میوے اور چارہ
تمہارے اور تمہارے پالتو جانوروں
کے لئے۔

زمین

وفي الارض ايات للموقنين
اور یقین والوں کے لئے زمین میں نشانیاں

ہیں اور ہم نے زمین کو پھیلا دیا اور اس
میں پہاڑ جمادیتے اور ہر موزوں چیز اس
میں اگائی اور ہم نے اس میں معاش کا
سامان بنایا اور ان کے لئے بھی جن کو
تم روزی نہیں دیتے۔

اشدوہ ہے جس نے دریا کو تمہارے
تابع کر دیا کہ اس میں اس کے حکم سے
کشتیاں چلیں اور تم روزی تلاش کرو
اور تاکہ شکر بجا لاؤ۔

والارض مددناھا والقینا
فیہا سہاسی وانبتنا فیہا من
کل شیء موزون ۝ وجعلنا
لکم فیہا معاش ومن لستم
لہ برازقین ۝

اللہ الذی مخر لکم البحر
لتجری الفلک فیہ بامرہ
ولتبتغوا من فضلہ ولعلکم
تشکرون

دریا

دو دریا برابر نہیں یہ بیٹھا خوشگوار
ہے اور وہ شور و تلخ، اور تم
دونوں میں سے تازہ گوشت
(مچھلیاں) نکال کر کھاتے ہو۔ اور
زیور (موتی مونگا) نکال کر
پہنتے ہو۔

وما یتوی البحران ہذا
عذب فرات سائغ شرابہ وھذا
مالح اجاج ومن کل تاکلون
لحمًا طریاً وتستخرجون حلیۃ
تلبسونھا

پرندے

اولسیر والی الطیر مسفراً
فی جوالسماء ما یسکھن
الا للہ

کیا پرندوں کو نہیں دیکھا جو فضا سے
آسمانی میں گھرے ہوئے ہیں۔ اللہ
کے سوا ان کو کون سنبھالے
ہوئے ہے۔

وما من دایة فی الارض
ولا طائر یطیر بمناحیہ الا
امر امثالکو

اور جتنے جاندار زمین پر چلتے ہیں اور
جتنے پرندے اپنے بازوؤں سے اڑتے
ہیں وہ سب تمہاری طرح تو ہیں۔

چوپائے

والانعام خلقھا لکم فیھا
دفاء و منافع و منها تاکلون
ولکم فیھا جمال حین تریحون
وحین تسرحون و تحمل الثقالکو
الی بلد لہم تکر فوا بلعینہ الا
بشق الا نفس ان یرکب لریث

اور اسی نے تمہارے لئے مریشی پیدا
کئے جن میں تمہاری جڑ اول اور
بہت سے فائدے ہیں۔ ان میں سے
بعض کو تم کھاتے ہو اور تم کو ان سے
رونق ہے جب شام کو لاتے ہو
اور بیع چراگاہ لے جاتے ہو اور وہ

رحیمو ۰ والخیل والبغال
والحمیر لترکبوا وزینة
ویخلق ما لا تعلمون ۰

تمہارے بوجھ اُن شہروں تک لے
جاتے ہیں جہاں تم بلا جانکا ہی کے
نہیں پہنچ سکتے بے شک تمہارا ریا
روٹ و رحیم ہے اور گھوڑے پتھر،
گدھے کہ تم اُن پر سوار ہوتے ہو اور
اُن سے زینت بھی ہے اور وہ پیدا
کرے گا وہ سواریاں جن کو تم جانتے
بھی نہیں ہو۔

اور اُس نے سب جانداروں کو پانی
سے پیدا کیا اُن میں سے کچھ پیٹھ
کے بل چلتے ہیں کچھ وہ ہیں جو دو پاؤں
پر چلتے ہیں اور کچھ وہ ہیں جو چار پاؤں
پر چلتے ہیں۔ اللہ جہاں چاہتا ہے پیدا
کرتا ہے۔

واللہ خلق کل دابة من ماء
فمنہم من یشی علی بطنہ
ومنہم من یشی علی رجلین
ومنہم من یشی علی اربع
یخلق اللہ ما یشاء

آدم زاد

ولقد کرّمنا بنی آدم و جعلنا
اور ہم نے بنی آدم کو برتری دی اور

ہم فی البر والبحر رزقناہم
 من الطیبات وفضلناہم
 علی کثیر من خلقنا تفضیلاً
 والله اخرجکم من بطون
 امہاتکم لاتعلمون شیئاً
 جعل لکم السمع والابصار
 والافئدة لعلکم تشکرون
 ولقد مکناکم فی الارض
 جعلنا لکم فیہا معاش

خشکی اور تری میں سوار کرایا اور پاک
 چیزوں کی روزی دی اور بہت ہی
 مخلوقات پر فضیلت بخشی۔
 اور اللہ نے تم کو تمہاری ماؤں کے
 پیٹوں سے نکالا تم کچھ جانتے نہ تھے
 اور تمہارے لئے کان اور آنکھیں بنا
 اور دل بنایا تاکہ تم شکر گزاری کرو۔
 اور ہم نے تم کو زمین میں آباد کیا اور
 اس میں تمہاری معیشت کے سامان
 پیدا کیے۔

هو الذی خلقکم من نفس
 واحدة وجعل منہا زوجہا
 لیسکن الیہا فلما تغشھا
 حملت حملاً خفیفا فررت
 بہ فلما انفقت دعوا اللہ
 ربہما لئن ائمتنا صالحاً
 لنكونن من الشاکرین

وہی ہے جس نے تم کو نفس واحدہ
 سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا بوجڑ
 بنایا تاکہ وہ اس سے آرام پاتے پھر
 جب وہ اس کو ڈھانکتا ہے تو اس کو
 ہلکا سا حمل رہ جاتا ہے جس کو وہ لے
 پھرتی ہے پھر جب وہ بوجھل ہو جاتی
 ہے دونوں اپنے رب اللہ کو پکارتے

ہیں کہ اگر ہمیں بجلا چنگا بننے تو ہم
شکر گزار ہوں گے۔

پھر جب وہ اُن کو چنگا بجلا بچہ دیتا ہے
تو وہ شکر کرنے لگتے ہیں اللہ برتر ہے
اُن کے مشرکانہ عقیدے سے۔

کیا اُن کو شریک بناتے ہیں جو کوئی چیز
بھی پیدا نہیں کر سکتے اور خود پیدا
کئے جاتے ہیں اور نہ وہ ان کی مدد
کر سکتے نہ خود اپنی مدد کر سکتے ہیں۔

تخلیق انسان کی ابتدا مٹی سے کی پھر
اُس کی نسل بے تدبیرانی کے پھوٹے
چلائی پھر اس کو ٹھیک کیا اور اس پر
اس نے روح پھونکی اور تہا کے لئے
کان، آنکھیں اور ول بنائے تم بڑے
ناشکرے ہو۔

اگر تم کفر کرو تو اللہ تم سے پھر نیاز
ہے اور وہ اپنے بندوں کے لئے

فَلَمَّا أَتَاهَا صَالِحًا جَعَلْنَا لَهُ
شُرَكَاءَ فِيهَا إِذْ نَسُوا اللَّهَ
عَمَّا يَشْرِكُونَ ۝

ايشركون مالا يخلق شيئا و
هم يخلقون ۝ ولا يستطيعون
لهم نصرا ولا انفسهم
ينصرون

بد اخلق الانسان من طين ثم
جعل نسله من سُلَّةٍ من
ماء مهين ثم سوَّاه و نفخ
فيه من روحه و جعل لكم
السمع و الابصار و الافئدة
قليلًا ما تشكرون ۝

ان تكفروا فان الله غفور عليم
ولا يرضى لعباده الكفروا ان

تشکر و ایراضہ لکھو ولا
توزر و ازرة و زرا اخری شر
الی ربکم مرجعکم فیئبکم
بماکنتم تعملون ۵ انه
علیم بذات الصدور

کفر پسند نہیں کرتا اور اگر تم شکر کرو تو
وہ تم سے راضی ہوگا اور کوئی بوجھ اٹھانے
والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتا
پھر تم کو اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے۔
پھر وہ تمہیں بتا دے گا جو تم کرتے تھے
بیشک وہ دلوں کی باتوں کو جاننے والا
ہے۔

نفس واحدہ

ولقد خلقنا الانسان من
صلصال من حمیا مسنون ۵
بلنا خلق الانسان من طین شر
جعل نسله من سلالۃ من ماء
مہین

اور ہم ہی نے انسان کو مٹی سے ہرٹے
یکھڑکی پڑجوش مٹی سے پیدا کیا
انسان کی تخلیق کی ابتدا مٹی سے کی پھر
اس کی نسل نطفہ سے چلائی۔

خلقکم من نفس واحدۃ و
خلق منها نراوجھا و بیث
منہما رجالا کثیرا و نساء

تم کو نفس واحد سے پیدا کیا اور اسی
نفس واحد سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور
ان دونوں سے بہت سے مرد و عورت پیدا کیے

نفس واحدہ کے معنی ہیں ایک ہی جنس، پس ایک ہی جنس سے آدم اور ان کی زوجہ خلق ہوئے، اور جنس واحدہ یعنی نفس واحدہ کا وجود مٹے ہوئے پر جوش اور لیس دار کیچڑ سے ہوا۔

انا خلقناہم من طین لاذب ہم نے انہیں لیس دار کیچڑ سے پیدا کیا۔ لیس دار کیچڑ کی اصل پانی اور مٹی کی آمیزش اور حرارت دہوا کی اثر اندازی ہے، پانی اور مٹی مل کر کیچڑ بنتی ہے، حرارت دہوا سے اس میں جوش و خمیر پیدا ہوتا ہے، کسی خشک چیز میں جوش و خمیر پیدا نہیں ہوتا۔ جب تک کہ اس میں مائتہ و رطوبت اور ہوا و حرارت اثر انداز نہ ہو، روزانہ کا مشاہدہ ہے کہ سڑی گلی چیزوں میں اور کچرے کوڑے کے ڈھیر میں جوش و خمیر پیدا ہو کر بے شمار قسم کے جاندار کیر کے پیدا ہو جاتے ہیں اور امیر الہی کے بموجب شکل و صورت اختیار کرتے ہیں۔ بادش کے موسم میں بے شمار اقسام اور بے شمار سیٹوں کے کیرے کوڑے مرطوب و متعفن مقاموں میں دیکھے جاتے ہیں۔

جب قدرت نے انسان کی تخلیق چاہی تو مٹی کی سڑی ہوئی کیچڑ میں جوش و خمیر پیدا ہو کر عناصر کے مزاج، طبیعت، خواص اور ترکیب کے اعتدال سے ایک ہیولی یا جنس خاص کا وجود ہوا، یہی نفس واحدہ ہے پھر اس ہیولی نے مشیت الہی اور علم الہی کے بموجب شکل انسانی اختیار کی اور اسی ہیولی سے اس کا جوڑا ارادہ الہی کے بموجب وجود میں آیا۔

وخلق الازواج کلھا اور ہر جاندار کا جوڑا پیدا کیا۔

مخلوقیات کی ابتدا مٹری ہوئی شے کے جوش و خمیر سے بیوی وجود میں آکر ہوئی اور ہر حیوان نے ارادہ الہی کے بموجب شکل و صورت اختیار کی پھر زود مادہ کے احتلاط و ملاپ سے اس جنس کی نسل چلی۔

جانداروں کی ہر جنس کا وہ ابتدائی بیوی جو جوش و خمیر سے وجود میں آئے وہی نفس واحدہ ہے جب کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسان کی تخلیق نفس واحدہ سے فرمائی اور اسی نفس واحدہ سے اس کا جوڑا بنایا اور نفس واحدہ کی حقیقت بھی بتا دی کہ مٹری ہوئے کچھڑکی پر جوش مٹی سے ہے تو پھر آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے حوا کا ظہور بعض من گھڑت بات ہے۔

جب عناصر کے امتزاج و ترکیب سے کسی شے کے مٹری ہوئے مادہ میں جوش و خمیر پیدا ہو کر خالق کی مشیت و ارادہ سے کسی جنس کا بیوی وجود میں آکر علم الہی کے بموجب کئی شکل و صورت اختیار کرتا ہے تو امر الہی سے اس میں جان پڑ جاتی ہے۔ یہ جاندار تو الہی کہلاتے ہیں پھر زودہ وہ کے ملاپ سے ان کی جو نسل پیدا ہوتی ہے وہ تو الہی کہلاتی ہے یہ موی اور بخاراتی جاندار اکثر تبدیل موسم کے ساتھ قابو ہوتے ہیں اور بعض مشیت الہی کے بموجب کوئی دوسری بیعت اختیار کرتے ہیں۔

جاندار مخلوقات

خالق کی مخلوق بے شمار ہے، سب جاندار مادی مخلوق ہیں۔ ان کی دو قسم ہیں، مرئی اور غیر مرئی، مرئی مخلوق حیوانات ہیں اور غیر مرئی اجنہ ہیں۔ حیوانات کی دو بڑی قسمیں ہیں ایک بھری جاندار اور دوسری بری جاندار بعض ایسے ہیں جو خشکی میں بھی رہتے ہیں اور تری میں بھی۔ حیوانات بھری اور حیوانات بری کی بے شمار اقسام ہیں، سب اقسام کی معلومات محال ہے۔

مرئی اور غیر مرئی جانداروں کے درمیان بھی ایک مخلوق ہے جو ظاہری آنکھ سے نظر نہیں آتے خوردبین سے دیکھے جاتے ہیں، آگ میں، پانی میں، اور مہا میں شامل رہتے ہیں۔ خوردبین سے ایک قطرہ آب میں بے گنتی جاندار نظر آتے ہیں اسی طرح ہوا میں اور آگ کے شعلوں میں۔

یہ مخفی جاندار غیر مرئی اس لئے ہیں کہ ظاہری آنکھ سے نظر نہیں آتے اور مرئی اس لئے ہیں کہ آلات کی مدد سے ان کو دیکھ سکتے ہیں۔

رحمن

اس مخلوق میں مثل حیوانات کے تو والد و ناسل جاری ہے، عمریں بہت

ملوئل ہوتی ہیں۔

عموماً یہ نظر سے فائب و جتے ہیں۔ یہ کئی قوموں میں منقسم ہیں یہ مخلوق بھی مثل انسان کے دین و شریعت سے مکلف کی گئی ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ جِنًّا أَوْ نَاسًا كَمَا تَقُولُونَ كَذِبًا
الَّذِينَ يَدْعُونَ أَنبِيَاءَهُمْ بِالطَّاغُوتِ وَأَعْتَدُوا لَهَا آسَنًا
الَّذِينَ يَدْعُونَ أَنبِيَاءَهُمْ بِالطَّاغُوتِ وَأَعْتَدُوا لَهَا آسَنًا
الَّذِينَ يَدْعُونَ أَنبِيَاءَهُمْ بِالطَّاغُوتِ وَأَعْتَدُوا لَهَا آسَنًا

جن اور انس کو قانون عبودیت کی بیرونی
کے لئے پیدا کیا گیا۔
اعمال کی باز پرس ان سے بھی مثل انسان کے ہوگی جو نیک ہیں وہ جنت
میں جائیں گے اور بدوں کا ٹھکانہ جہنم میں ہوگا۔

وَلَا يَكْفُرُ الْإِنْسَانُ بِمَا كَفَرَ إِلَىٰ رَبِّهِ يَكْفُرُ بِاللَّهِ وَالرُّسُلِ
وَمَا يَخْلُقُ الْإِنْسَانُ لَمَّا كَفَرَ يَكْفُرُ بِاللَّهِ وَالرُّسُلِ
وَمَا يَخْلُقُ الْإِنْسَانُ لَمَّا كَفَرَ يَكْفُرُ بِاللَّهِ وَالرُّسُلِ
وَمَا يَخْلُقُ الْإِنْسَانُ لَمَّا كَفَرَ يَكْفُرُ بِاللَّهِ وَالرُّسُلِ

جنات میں بھی مثل انسان کے نکو کار اور بدکار، دیندار اور بے دین، اپنے
اور بُرے سب ہی طرح کے ہیں جیسا کہ خود ان کا قول نقل ہوا ہے۔

وَأَنبَاؤُا السَّلْمُونَ مِن دُونِ الْإِنْسَانِ
الْقَاسِطُونَ
اور ہم میں سے فرمانبردار بھی ہیں اور
نافرمان بھی۔

ملائکہ منصورین اور جنات میں یہ فرق ہے کہ ملائکہ معصوم و مجرور ہیں اور
جنات معصوم و مجرور نہیں، ملائکہ نافرمانی کبھی نہیں کرتے جنات نافرمانی بھی کرتے
ہیں، ملائکہ میں پیدائش و اموات نہیں اور جنات میں پیدائش و موت کا سلسلہ

جاری ہے، مادی ملائکہ کی آفرینش ہر وقت و آتش سے ہے اور جنات کی تخلیق آگ کی نو سے۔

وخلق الجنان من نار ورجان کو آگ کی نو سے پیدا کیا۔
جنات کو قدرت نے یہ قوت بخشی ہے کہ گرجا میں تو انسان یا حیوان کی شکل مادی طور سے اختیار کر لیں۔

کبھی جنات اپنی اصلی شکل میں بھی کسی انسان کو نظر آجاتے ہیں۔ پیدائش آدم سے قبل کے انسانوں پر جنات کو فضیلت تھی۔ آدم کی پیدائش کے بعد یہ شرف جاتا رہا۔ آدم زاد کو یہ شرف عطا نہ دیا گیا۔

انسان

اللہ رب العالمین نے جنات کی تخلیق کے بعد انسان کو خلق فرمایا
تخلیق آدم سے قبل کے انسان بڑے تہ آرد، مہیب، طاقتور اور غصیل ہوتے
تھے، باہم جنگ و جدال اور کشت و خون ان کا مشغلہ تھا۔ ان کی بڑی بڑی
قومیں تھیں جو سرکشی اور طغیانی کے سبب ہلاک کی جاتی رہیں اور عذاب تامل
ہوتے رہے۔ ان کا زمانہ ہزار ہا سال کا زمانہ ہے، رب العالمین ایک کے
بعد دوسری قوم پیدا فرماتا رہا۔ جن میں پہلی ہلاک شدہ قوم سے مختلف قومیں
و دیعت ہوتے رہے۔

هل اقول على الانسان حين انسان پر زمانہ کا ایک ایسا دور گذر
من الدهر لم يكن شيئا چکا ہے کہ اسے کوئی خاص شرف
مذکورہ حاصل نہ تھا۔

(بفت صد ہفتاد قالب دیدہ ام)

وقد خلقكم اطوارا اور تم کو طرح طرح سے پیدا کیا
(ہچو سبز بار بار و شیدہ ام)

ابتدع من الارض نباتا تم کو زمین سے آگیا سبزہ کی طرح
سب سے آخر میں علم الہی کے بموجب ایک جامع کمالات اور مناسب و
موزون سداپا کے ساتھ انسانی قوم وجود میں آئی جو بشر کے نام سے موسوم
ہوئی جس کے پہلے شخص کا نام آدم ہے۔ پہلے کی ہلاک شدہ اقوام کی کچھ
باقیات دنیا کے مختلف گوشوں میں تخلیق آدم کے وقت موجود تھی جس کا وجود
ابھی تک ہے۔ بعض جزائر میں ایسی قومیں پائی جاتی ہیں جو پہلے زمانہ کے
انسانوں کی اولاد اور آدم زاد سے مل کر پیدا ہوئیں، آدم علیہ السلام سے
قبل کی انسانی اقوام کے نام و نشان سے ہم کو آگاہ نہیں کیا گیا، چونکہ جنات
کو فضیلت و شرف حاصل تھا اس لئے انسانی اقوام ان سے متاثر ہوتی رہیں
وانہ کان رجال من الالسن اور انسان میں سے اکثر لوگ جنوں کی
یعودون برجال من الجن پناہ پکڑتے تھے۔

جن وانس فرائض عبودیت کی بجائے آوری کے لئے مکلف تھے اس لئے رسالت کا سلسلہ جاری تھا جنات میں بھی رسول ہوتے تھے اور انسانوں میں بھی
 یبعثنا الجن والانس الم یاتکم اے گروہ جن وانس کیا تھا ہے پاس
 رسل منکم یقتضون علیکم تم ہی میں سے رسول نہیں آتے رہے
 ایتی وینذرونکم لقاء یومکم جو تم کو میرے احکام سے آگاہ کرتے
 ہلذا اور تم کو عذاب کا دن آنے سے ڈراتے
 قوم جنات کے کسی رسول کا نام نہیں بتایا گیا، آیت کریمہ سے صرف اس
 قدر معلوم ہوا کہ اقوام جن وانس میں رسول آتے رہے۔ جن پر احکام الہی کا
 نزول ہوتا تھا۔

خلافت

خلافت کے معنی ہیں جانشینی اور خلیفہ فی الارض کے معنی ہیں زمین میں
 اپنے سے پہلوں کا جانشین۔

یہ خیال کہ انسان زمین میں اللہ کا خلیفہ ہے صحیح نہیں
 آدمؑ کی خلافت اپنے سے پہلے انسانوں کی جانشینی ہے۔

تم جعلناکم خلافت فی الارض پھر ان کے بعد زمین میں ہم نے تم کو ان کا
 من بعد ہر لفظ کیف تعلمون جانشین بنایا کہ وہ ہمیں کیسے عمل کرتے ہو

ان سب ملائکہ مختصر لوہان کہ جو جنت الارض میں تھے حکم الہی ہوا تھا کہ جب آدم علیہ السلام کے خاکی پتے میں ریح پھونک دی جائے تو تم سب اس کی تعظیم بجالانا۔

یہ حکم آدم کی نیابت الہی کے سبب نہیں تھا بلکہ اس لئے تھا کہ اللہ جل جلالہ نے اپنی قدرت کاملہ سے آدم کی برکت میں پہلے انسانوں اور جنوں سے ممتاز و اشرف قومی و دویعت فرمائے تھے جن کی بنا پر بعض مخلوقاتِ ارضی پر فضیلت کا شرف عطا ہونے والا تھا۔ ملائکہ ان دویعات سے آگاہ نہ تھے اسی لئے جب امر الہی کا نازل ہوا کہ میں زمین میں خلیفہ مقرر کرنے والا ہوں تو انہوں نے کہا اُس کو اپنے سے پہلوں کا خلیفہ بنایا جائے گا جو زمین میں ساد پھیلائے اور خونریزی کرے۔ کیونکہ وہ پہلے کے انسانوں کی ساد انگیریاں اور خونریزیاں دیکھے ہوئے تھے۔

فرشتوں نے یہ بھی عرض کیا کہ ہم تیری حمد و تسبیح کرتے ہیں، اس عرض سے اُن کا مطلب یہ تھا کہ جس کو زمین میں اپنے سے پہلوں کا جانشین بنایا جائے اس کو ہماری طرح حمد و تسبیح کرنے والا ہونا چاہئے نہ کہ مفسد اور خونی۔

فرشتوں کی عرض کے جواب میں امر الہی نازل ہوا کہ جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔

ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے۔ اللہ جل جلالہ نے روشنی کے ساتھ تاریکی، علم کے ساتھ جہل، اور نیکی کے ساتھ بدی کو خلق فرمایا تاکہ ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جائے، اگر اضا د نہ ہوتے تو پھر خیر و شر کی تمیز محال تھی، اسی لئے فرشتوں کو جواب ملا کہ جو ہم جانتے ہیں وہ تم نہیں جانتے۔

آدم زاد میں پہلے انسانوں سے اشراف و ممتاز قوی و دلیعت ہوتے ہیں جن کی بنا پر اس کو بعض دیگر مخلوقات پر فضیلت کا شرف حاصل ہے۔

ولقد کرمنا بنی آدم وحملنا
اور ہم نے بنی آدم کو برتری دی اور خشکی
ہم فی البر والبحر ورزقناہم
و تری میں سوار کرایا اور پاک چیزوں کی
من الطیب وفضلناہم علی
روزی دی اور بہت سی مخلوقات پر
کثیر من خلقنا تفضیلا
فضیلت بخشی۔

آیتہ کریمہ سے معلوم ہوا کہ آدم زاد کو جملہ مخلوقات ارضی پر فضیلت نہیں دی گئی بلکہ بیشتر مخلوقات پر شرف بخشا گیا ہے اور کچھ مخلوق ایسی بھی ہے جس پر آدم زاد کو فضیلت حاصل نہیں ہے۔

چنانچہ اصحاب مکاشفہ "رجال الغیب" کا وجود مانتے ہیں جو مقتضیات جسمانیہ سے خارج ہو کر سراپا روح منور بصورت جسم ہیں۔

اصحاب مکاشفہ کا بیان ہے کہ رجال الغیب دو گروہ پر منقسم ہیں۔ ایک تو "اوتاد الارض" ہیں جن کا قیام قطب شمالی میں ہے، یہ اپنے مقام سے نہیں نکلتے

مگر حق تعالیٰ نے اُن کو ایسی قدرت و قوت بخشی ہے کہ اپنے مقام پر ہی ساری دنیا کی سیر کرتے ہیں اور شیاطین کو ہر طرف سے گھیرتے اور بھگاتے رہتے ہیں، یہ حضرات اہل مکاشفہ کی اصطلاح میں "افراد کھلاتے ہیں، بعض اولیاء اللہ اپنی روحانی سیر پر اُن تک پہنچتے ہیں اور فیض و برکت حاصل کرتے ہیں۔

رجال الغیب کا دوسرا گروہ "رجال البسائس" کے نام سے موسوم ہیں۔ یہ سمندر اور زمین کے کناروں پر رہتے ہیں، یہ حضرات اپنے مقام سے نکلتے ہیں دنیا میں پھرتے ہیں اور چشم زدن میں اپنی جگہ پہنچ جاتے ہیں، بعض اولیاء اللہ ان کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں، کبھی بعض نیک آدمیوں کو بھی ظاہر ہر جلتے ہیں باتیں کرتے ہیں اور پھر غائب ہو جاتے ہیں۔ یہ حضرات اہل مکاشفہ کی اصطلاح میں "اخیار" کہلاتے ہیں۔

رجال الغیب، ملائکہ نہیں ہیں مگر جن و انس سے اشراف ہیں اور ملائکہ سے مناسبت قوی ہے۔

مادی جنت

جنت المادی تو روحانی عالم میں ہے وہاں کی ہر چیز روحانی ہے جنت ادنیٰ جس کو جنت قریب بھی کہتے ہیں۔ اسی مادی دنیا میں ہے۔
 کورہ ارض کے بہت سے حصے ایسے ہیں جو آج تک انسان کی نظر سے اوجھل

ہیں، بعض جزائر دریافت ہوئے ہیں جن کو چند صدی قبل کوئی نہیں جانتا تھا، ان جزیروں میں بھی انسانی مخلوق آباد ہے اسی طرح اور بے شمار قطعات و حصص اسی کرۂ ارض پر ایسے موجود ہیں جو ابھی تک آدم زاد کی معلومات میں نہیں آئے، اصحاب مکاشفہ کا بیان ہے کہ کرۂ ارض کے بلند ترین مقام میں جو قطب شمالی میں ہے ایک عظیم الشان جزیرہ ہے جس کی مثل زمین کے کسی اور حصہ میں نہیں۔ اس جزیرہ میں مادی ملائکہ جو عنصریوں کہلاتے ہیں حمد و تسبیح میں مشغول رہتے ہیں یہ ملائکہ فیصل شدہ امور اور پیدا ہونے والی ارواح کو لیکر اترتے ہیں، ملائکہ اعلیٰ سے جو امر نازل ہوتا ہے اور جو ارواح اترتی ہیں ان کا اسی جزیرہ میں نزول ہوتا ہے، اسی جزیرہ میں وہ باغ ہے جس میں حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی زوجہ کی سکونت تھی۔

تخلیق آدم سے قبل قوم جن کے رسول احکام الہی کے حضور کے لئے اس جزیرہ میں آمد و رفت رکھتے تھے، تخلیق آدم کے بعد سے یہ رسالت ختم کر دی گئی ہے۔

آدم علیہ السلام

اشر رب العالمین جب انسانوں کو مختلف قومی، مختلف طبائع، مختلف اوزار اور مختلف پہلوؤں کے ساتھ زمین کے ہر حصہ میں رہیں کی خاک کے غالب عنصر کے ساتھ

خلق مندریچکا اور ان انسانی اقوام کا اپنی نافرمانیوں اور سرکشیوں کے سبب بیشتر حصہ ہلاک ہو چکا تو اس نے ایک جامع کمالات قوم کی تخلیق کا ارادہ فرمایا تاکہ اُسے پہلے انسانوں کا جانشین زمین میں بنائے۔

اذ قال ربك للملائكة اني خالق بشر من طين فاذا اسويته و
نفخت فيه من روحي فقعوا
له سجدون ۵
اس میں روح پھونک دوں تو تم سب اس
کی تعظیم بجالانا۔

اللہ رب العالمین کا فرمان عالم امر میں نازل ہوا کہ ہم ایک بشر مادہ سے پیدا فرمانے والے ہیں جس کا غالب عنصر خاک ہو گا پس جب یہ خاک پتلا علم الہی کے جو وجود میں آجائے اور امر الہی سے اس میں روح داخل ہو جائے تو ملائکہ عنصر لین جو وہاں موجود ہوں اُس کی تعظیم بجالائیں۔

مشیت الہی سے ایک نفس واحد وجود میں آیا اور اس نفس واحد سے ایک حسین و جمیل پیکر نمودار ہوا جس میں امر الہی سے روح داخل ہوئی، جب روح داخل ہوئی تو وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ سب ملائکہ عنصر لین جو وہاں موجود تھے تعظیم بجالاتے مگر قوم جن کا سر بار جو رسول بھی تھا اور تخلیق آدم کے وقت وہاں موجود تھا جس کا نام ابلیس ہے، تعظیم کے منہر نہ ہوا۔

واذ قلنا للملكة ابجدوا
لاذم تسجدوا والا ابليس كان
من الجن ففسق عن امر ربه
اور جب ہمارا حکم نازل ہوا کہ سب فرشتے
آدم کی تعظیم بجالائیں تو سب تعظیم بجا
لائے مگر ابلیس جو قوم جن سے تھا۔
ذرا بے ایمانی سے منحرف ہوا۔

ابلیس کے لئے امر الہی نازل ہوا کہ تو نے کیوں تعظیم آدم سے انحراف
کیا؟

يا ابليس ما صنعت ان تسجد
لما خلقت بيدي استكبرت
ام كنت من العالين
اے ابلیس کس چیز نے تجھ کو اس کی
تعظیم سے روکا جسے قدرتِ خاص سے
ہم نے خلق فرمایا کیا تو نے تکبر کیا،
کیا تو عالین میں سے ہے؟

جب ابلیس سے جواب طلب ہوا کہ تو نے ایک ایسی مستی کی تعظیم سے کیوں
انحراف کیا جس کو دستِ قدرت نے خاص طور سے خلق فرمایا اور کیوں حکم الہی کے سامنے
تکبر کیا کیا تو عالین میں سے ہے؟ (روحانی ملائکہ عالین کہلاتے ہیں) ابلیس
نے عرض کیا

انا خير منه خلقتني من نار
خلقتة من طين
میں اس سے بہتر ہوں تو نے مجھے
آگ سے پیدا فرمایا اور اسے مٹی سے
پیدا کیا

اس منکرانہ جواب سے وہ کافر ہو گیا اور قوم جن سے رسالت ہمیشہ کے لئے
ختم ہو گئی اور جو فضیلت انسان پر تھی وہ بھی جاتی رہی۔
حکم الہی نازل ہوا :-

فَاخْرَجْنَا مِنْهَا قَانًا رَجِيْدًا یہاں سے نکل جا تو راندہ ہو گیا
اِنَّ عَلِيْكَ لَعْنَةُ الْيَوْمِ الدِّينِ تجھ پر میری لعنت روز جزا تک ہے
ابليس نے عرض کیا :-

رَبِّ فَانظُرْنِي اِلَى يَوْمِ يَبْعَثُوْنَ پروردگار پس مجھے اُس دن تک کے لئے
مہلت دے جب لوگ اٹھائے جائیں گے
حکم الہی نازل ہوا :-

قَانًا مِّنَ الْمُنظَرِيْنَ اِلَى يَوْمِ اچھا تو مہلت پانے والوں میں ہے
الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ اس دن تک جس کا وقت معلوم ہے۔

ابليس کو روز قیامت تک کا طول عمر دیا گیا اور شیطان لقب مقرر ہوا۔
جب ابليس کی رسالت و فضیلت ختم ہو چکی تو تبارک و تعالیٰ نے فرمایا :-

اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً زمین میں خلیفہ مقرر کرنے والا ہوں۔
وہ ملائکہ عنقریب جو وہاں حاضر تھے اور پہلے کے انسانوں کی خوزیری و
فنادا انگیزی دیکھے ہوئے تھے عرض کرنے لگے :-

اَتَجْعَلُ فِيْهَا مِّنْ يُّسُودٍ فِيْهَا کیا زمین میں ایسے شخص کو اپنے سے

وسيفك الدما وخن نسيم
بمجدك و تقدس لك
پہلے انسانوں کا جانشین بنایا جائے گا
جو فساد پھیلائے اور خونریزی کرے
اور ہم تیری حمد کرتے ہیں اور تقدیس کی
تسبیح پڑھتے ہیں۔

فرمان الہی ہوتا :-

ابنی اعلم ما لا تعلمون ۵
جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے
اشد رب العالمین نے اسی نفسِ احدہ سے جس سے آدم وجود میں آئے
تھے ان کی زوجہ کو خلق فرمایا اور دونوں کو فرمانِ الہی ہوا کہ باغ میں رہو اور جو
چاہو کھاؤ پو گرا ایک خاص درخت کے قریب نہ جانا۔

ہم کو صرف یہ بتایا گیا ہے کہ آدم کو اور ان کی زوجہ کو کسی خاص درخت کے
قریب جانے اور اس کا پھل کھانے کی ممانعت تھی۔ شجر ممنوع کا نام و نشان ہم کو
نہیں بتایا گیا۔ جب آدم اور ان کی زوجہ باغ میں رہنے لگے تو ہدایتِ الہی ہوئی
کہ شیطان تمہارا دشمن ہے اُس سے ہوشیار رہنا ایسا نہ ہو کہ وہ تم کو یہاں
سے نکلوا دے۔

آدم اور ان کی زوجہ جو باغ میں معصومانہ زندگی بسر کر رہے تھے کچھ عرصہ کے
بعد شیطان نے ان کو درغلابا اور دل میں دوسو ڈالا آخر وہ معصوم و عوا کا کھانے
اور شجر ممنوع کا پھل کھایا پھل چکھتے ہی لباسِ معصومیت اتر گیا اور شر مگاہیں کھل

گئیں جن کو باغ کے پتوں سے چھپانے لگے۔

فرمانِ الہی نازل ہوا کہ کیا تمہیں اس درخت کا پھل چکھنے سے منع نہیں کیا گیا تھا اور کیا تم سے نہیں کہا گیا تھا کہ شیطان تمہارا دشمن ہے اُس کے فریب میں نہ آنا؟

دونوں نے عرض کی ہمارے رب ہم نے اپنے آپ پر ظلم کیا اگر تو نہ بچتے اور رحم نہ فرماتے تو ہم نقصان اٹھانے والوں میں ہوں گے۔

شیطان اور آدم کو حکم بنا اچھا تم ایک دوسرے کے دشمن ہو، یہاں سے نیچے اتر جاؤ تمہارے لئے زمین میں ایک وقت تک ٹھکانہ ہے اور سب ضرور بچاؤ زندگی کا سامان ہے۔

اهبطوا بعضکم لبعض عدو
وتکون فی الارض مستقر و
متاع الی حین ۰

اتر جاؤ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو
اور تمہارے لئے زمین میں ایک وقت
تک ٹھکانہ اور سرو سامان ہے

حضرت آدم علیہ السلام مع اپنی زوجہ کے جب کراۃ الارض کی بالائی
سطح سے وسط زمین پر اتارے گئے تو اس مقام کو ایک نشانی قرار
دیا گیا۔

ان الصفا والمرود من
بے شک صفا و مرود اللہ کی شانیا
ہیں۔

پھر جب جس مقام پر حضرت آدم علیہ السلام کو پہلی وحی سے سرفراز فرمایا گیا اس کو بھی مشعر الحرام کہا گیا ہے۔

حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم جب حجۃ الوداع میں عرفات سے واپس ہو کر مقام مزدلفہ پر آئے۔ جہاں اول الانبیاء حضرت ابوالبشر علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پہلی وحی کا نزول ہوا تھا تو فرمایا:-

” زمانہ پھر پھر آج پھر اسی نقطہ پر آ گیا۔“

اس ارشاد مبارک میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ تھا کہ یہی وہ مقام ہے جہاں دین حق کی پہلی ہدایت نازل ہوئی تھی اور آج اسی مقام پر اس ہدایت کی تکمیل ہوئی۔

ابوالبشر سے ایک ہی دین چلا آ رہا ہے جس کی وصیت ہر زمانہ کے رسولوں کو ہوئی اور وہ سب مسلمان تھے۔

سماحکم المسلمین من قبل وفی
ہذا

ومن احسن قولاً من دعا
الی اللہ وعمل صالحاً وقال

اننی من المسلمین

اس سے بہتر کس کا قول جو اللہ کی طرف
بلاتے اور نیک کام کرے اور کہے کہ
میں مسلمان ہوں۔

جب ابلیس آدم کی تعظیم سے منحرف ہو کر ملعون ہوا تو اس نے آدم زاد کو جھکا

کی قسم کھائی۔

قال فبعزتك لا غوينهم اجمعين بولا قسم ہے تیری عزت کی سب آدم زاد کو
الاعبادك منهم المخلصين گمراہ کروں گا سوائے تیرے مخلص بندوں
کے۔

پہلے زمانہ کے انسانوں کو نفس بُرائی کے لئے ابھارتا تھا اور خناس و سوسہ
سینوں میں ڈالتا تھا مگر آدم زاد کے لئے ایک تیسرا دشمن شیطان بھی ہے،

خناس

خناس ایک قوت ہے جو جن وانس کے سینے میں ودیعت کی گئی ہے۔
اس قوت کا خواص و سوسہ پیدا کرنا ہے، اسی خناس نے ابلیس کو بھی و سوسہ میں
ڈال کر نافرمانی کا گناہ سرزد کرایا تھا۔ یہ قوت روزِ آفرینش سے ہرجن وانس میں
ودیعت ہے۔

خناس الذى يوسوس فى صدور
الناس من الجنة والناس خناس وہ ہے جو جنوں اور انسانوں کے
سینوں میں و سوسہ ڈالتا ہے۔

ہرجن وانس میں اثر اندازی کی قوت بھی ودیعت ہے جو ریاضت سے ابھرتی
ہے جس میں یہ قوت ابھرتی ہے وہ دوسرے پائثر ڈال سکتا ہے۔ شیطان میں یہ
قوت بہت زیادہ ہے، وہ اپنی اسی قوت سے دوسروں کے دلوں پر اثر ڈالتا ہے

یہی اثر اندازی شیطانی و سوسہ کہلاتی ہے، خاصاً دوسوسہ اور شیطانی دوسوسہ میں یہ فرق ہے کہ خاصاً دوسوسہ میں جس امر کا دوسوسہ ہے اسی کا بار بار اعادہ ہوتا ہے اور شیطانی دوسوسہ جلد زائل ہو جاتا ہے کیونکہ شیطان کا دوسوسہ باہر سے آتا ہے۔ اور خاص کا دوسوسہ سینہ میں ہی پیدا ہوتا ہے۔

شیطان

جب آدم اور شیطان کرۃ ارض کی بالائی سطح سے اتارے گئے تو آدم اور ان کی زوجہ کو کرۃ ارض کے وسط میں بین الصفا والمرۃ اتارا گیا اور شیطان کا مسکن کرۃ ارض کی پست ترین منزل کو جو قطب جنوبی میں ہے قرار دیا گیا۔ آدم سے معصومیت کا لباس اُترتے ہی ظاہری نظر کے سامنے ایک حجاب پیدا ہو گیا جس کی وجہ سے ملائکہ اور جنات جسمانی آنکھ سے نظر نہیں آتے جب تک کہ وہ خود نظر آنا نہ چاہیں۔

شیطان کا مسکن قطب جنوبی میں ہے۔ اس کی سب ذریعات بھی وہیں ہے دیگر جنات جو ذریعات ابلیس سے نہیں ہیں کرۃ ارض کے ہر حصہ میں پھیلے ہوئے ہیں خواہ مسلم ہوں یا غیر مسلم۔

شیطان اپنی ذریعات کو گوشہ زمین کے ہر حصہ میں بہکانے کے لئے بھجاتا ہے اس کی ذریعات میں موت و پیدائش کا سلسلہ جاری ہے، صرف ابلیس کو جہنم

تک کی زندگی دی گئی ہے۔

شیطان نے آدم زاد کو بہکانے کی مہلت تو مانگی ہی تھی مگر وہ ان جنات کو بھی بہکاتا ہے جنہوں نے آدم زاد کی فضیلت کو تسلیم کر کے انسانی رسالت کو قبول کر لیا۔

ذریات شیطان کا کام یہ ہے کہ وہ آدم زاد کو اور ان جنات کو جو انسان کو اشرف سمجھتے اور ان کے رسولوں پر ایمان لاتے ہیں بہکائے یہ بہکانا صرف راہ حق سے گمراہ کرنا، کفر والحاد اور شرک و بدعت میں مبتلا کرنا اور جناس کے ان رسولوں کی معاونت کرنا ہے جن سے ہر قسم کے گناہ اور بدترین اعمال ظہور میں آتے ہیں۔ بعض ایسے ہیں جن پر طبیعت ناریہ غالب ہوتی ہے وہ جنات میں پھیل جاتے ہیں اور بعض ایسے ہیں جن پر طبیعت نباتیہ حیوانیہ غالب ہوتی ہے وہ انسانوں میں پھیل جاتے ہیں اس لئے شیاطین الانس والجن کہلاتے ہیں۔

شیاطین کا تعلق صرف کرۃ ارض سے ہے، ان کی پرواز بھی صرف فلکِ قمر تک ہے، قمر کے دائرہ گردش سے آگے نہیں جاسکتے۔

ملائکہ مامورینِ قمر اور فرشتگان متعینہ ارض کا سلسلہ پیام و کلام جو برقی لہروں کے ذریعہ مخصوص مراکز فضائی سے ہر دم و ہر آن انتظامی امور سے متعلق جاری رہتا ہے، شیاطین فلکِ قمر کے نیچے بعض ہوائی کردوں میں چھپ کر سننے کی کوشش کرتے ہیں مگر دیکھتے شعلے مار کر بھاگ دیتے جاتے ہیں، خصوصاً شب قدر

میں کثرت سے شیاطین احکامات سننے کی سعی کرتے ہیں کیونکہ اس معزز رات میں فیصل شدہ امور، اہم ترین احکام اور پیدا ہونے والی روحوں کا نزول ہوتا ہے لایستعون الی الملاء الاعلیٰ ملاء اعلیٰ کی طرف تو وہ کان بھی نہیں دیکھتے اور یقیناً ہر سمت سے لگا سکتے کیونکہ حافظ فرشتے ہر سمت سے ان کو بھگاتے ہیں اور ان کے لئے ولہو عذاب واصب ط الامن خطف الخطفۃ فاتبعہ شہاب اگر کوئی شیطان ثاقب ۵ ایسی کوشش کرتا ہے تو ایک دیکھا ہوا ٹھوس شعلہ اس کا پیچھا کرتا ہے۔

ذریات ابلیس تو سب شیاطین ہیں مگر کافر جنات بھی شیطان کے لقب سے ملقب کئے گئے ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع جنات کے چند لشکر کئے گئے تھے جن میں مسلم بھی تھے اور کافر بھی تھے۔ وحشر سلیمان جنودہ من الجن اور سلیمان کے لئے جن دانس کے لشکر دانس جمع کئے۔

وہ جنات جو حضرت سلیمان کے تابع تھے سب حضرت سلیمان کے حکم سے انسانی شکل میں رہتے تھے جو مسلمان جن تھے وہ لشکر میں صف بصف رہتے تھے اور جو کافر تھے وہ معمار اور غوطہ خور تھے۔

والشیاطین کل بناء و غواص اور کافر جن سب معمار اور غوطہ خور تھے

يعملون له ما يشاء من محاريب و
 وثمانيل وجفان كالجواب و
 قدر رساميات اور دیکھیں ایک ہی جگہ جی رہنے والی
 کافر جن سحر بھی لوگوں کو سکھاتے تھے بعلمون الناس السحر۔ اکثر لوگ
 ان کے شاگرد ہو گئے تھے۔

وَاتَّبِعُوا مَا تَتْلُو الشَّيَاطِينُ عَلَى
 اور ان کے پیچھے لگ گئے جو شیاطین
 مَلِكِ مُلِيمَانَ ○ پڑھا کرتے تھے سلیمان کے عہد میں

ساحر جنات میں بعض ایسے سرکش تھے کہ انہیں زنجیروں میں باندھا جاتا
 تھا جس طرح انسان میں مختلف طاقت کے لوگ ہوتے ہیں اسی طرح جنات
 میں بھی مختلف طاقت کے لوگ ہوتے ہیں، بعض اتنے طاقت ور ہوتے ہیں۔
 کہ دور و دراز مقامات سے بڑی بھاری چیزیں اٹھا کر چشم زدن میں لاسکتے ہیں
 جیسا کہ حضرت سلیمان نے جب ملکہ بلقیس کے تخت کا حال سنا تو فرمایا۔
 کوئی ہے جو اس کا تخت اٹھالائے۔

قَالَ عَصْرِيَّتُ مِنَ الْمَجْنُونا اَنَا اَتِيكَ
 جنات میں سے ایک قوی ہیکل دیونے
 بہ قبل ان تقوم من مقامك
 کہا میں لاسکتا ہوں اس سے پہلے کہ
 آپ اپنی جگہ سے اٹھیں۔

ناگ یعنی تھوڑا کو شیاطین کے سر سے تشبیہ دی گئی ہے۔

شجرۃ تخرج فی اصل الحمیم وہ درخت جو دوزخ کی جڑ میں نمودار
 طلعا کا نہ رؤس الشیاطین ہوتا ہے وہ شیاطین کے سروں کی

طرح ہوتا ہے

تھوڑے تھوڑے تشبیہ دی گئی ہے اس سے معلوم ہوا کہ
 شیاطین کے سر ایسے ہوتے ہیں جیسے تھوڑے اور سانپ بھی تھوڑے کے مشابہ ہوتا
 ہے۔ اسی تشابہ کی وجہ سے تھوڑے کو ناگ پھنی کہتے ہیں، سر میں جہرہ داخل ہے۔
 اسی تشابہ کی وجہ سے ایک مرقع پر سانپ کو جان بھی کہا گیا ہے۔

فلما راها تھتزک انھا جان جب اس طرح چلتے ہوئے دیکھا جیسے
 جان یعنی سانپ۔

جان کو سانپ سے اور سانپ کو جان سے مشابہت ہے

ایک مرقع پر سانپ کو شیطان بھی کہا گیا ہے۔

واذکر عبدنا ایوب اذا نادى ہمارے بندہ ایوب کو یاد کرو جب

ربہ انی مسنی الشیطان اُس نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھ کو

بنصب و عذاب سانپ نے اذیت و تکلیف پہنچائی

یہ واقعہ کسی سفر میں پیش آیا تھا۔ اہل و عیال سب ساتھ تھے۔ حضرت

کسی ضرورت سے قافلہ سے پیچھے رہ گئے تھے۔ قافلہ تو گذر گیا تھا اور حضرت کے

ساتھ یہ واقعہ پیش آیا۔ جب زہر کی تکلیف و اذیت زیادہ محسوس ہوئی تو حضرت نے

و عامانگی۔

انی مسنی الضروانت ارحم الراحمین مجھے ضرر پہنچا ہے اور تو ارحم الراحمین ہے
 دعا قبول ہوئی۔ قریب ہی ٹنڈے پانی کا کوئی چشمہ تھا۔ ہدایت ہوئی کہ ستر
 پانی سے خوب غسل کرو اور پانی پیو پھر سبز تنکوں کا ایک مسٹھا ہاتھ میں لے کر مقام
 زخم پر جھاڑو۔

ارکض برجلک هذا مغتسل قدم بڑھاؤ۔ قریب ٹنڈے پانی کا
 بارہ و شراب ۵ چشمہ ہے غسل کرو اور پانی پیو۔
 وخذ بیدل ضعفا فاضرب اور اپنے ہاتھ میں تنکوں کا مسٹھا لے کر
 بہ ولا تحت۔ جھاڑو اور پریشان مت ہو۔

چنانچہ حضرت نے چشمہ پر پہنچ کر غسل کیا اور پانی پیا۔ پھر سبز تنکوں کا ایک
 مسٹھا ہاتھ میں لے کر جھاڑا، حق تعالیٰ نے شفا بخشی، زہر کا اثر باطل ہوا، تکلیف
 دور ہوئی، حضرت نے شکر ادا کیا۔

اہل و عیال سب جدا ہو چکے تھے، حضرت نے بڑے سبر و استقلال سے
 بیابان میں یہ سخت وقت گزارا تھا، اللہ جل جلالہ نے اہل و عیال کو ملا دیا اور
 کاروبار میں برکت و افزونی عطا فرمائی۔

جنات کے بے شمار گروہ ہیں کافر جنات میں بعض بہت شریر اور بد چلن

ہوتے ہیں مسلمان جنات میں بھی بعض شومخ طبع ہوتے ہیں۔

شری جن کبھی کبھی اکیلے آدمی کو ڈرا دیتے ہیں، کبھی جسم کو چھو کر خطی بنا دیتے ہیں۔ ایسے واقعات بددین، بدعمل، گندے اور ناپاک لوگوں کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ بھوت، پریٹ اور آسیب کے قصے جھوٹ نہیں ہیں، شیطان اکثر کمزور ایمان والوں کی پھیر چھاڑ کرتے رہتے ہیں، یہی کافر شیطان ارواحِ نجیثہ کے نام سے عوام میں مشہور ہیں جو تنہائی اور تاریکی میں ضعیف القلب اور ضعیف الایمان لوگوں کو پریشان کرتے ہیں۔ ان کی اثر اندازی خواب اور بیداری دونوں حالتوں میں ہوتی ہے کبھی شیر کی شکل دانت نکلے ہوئے حملہ آور نظر آتی ہے، کبھی ایک ہیب دیو آنکھیں چمکاتا اور ہاتھ بڑھاتا نظر آتا ہے، کبھی ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کسی نے دبوچ لیا ہے اور اس کی موٹی موٹی انگلیاں گلا دباتی ہیں، قسم قسم کے خوفناک مناظر اور طرح طرح کے ڈراؤنے تماشے دکھائی دیتے ہیں۔

اگر کوئی باطہارت رات کو سوتے وقت تین بار دعائے تعوذ پڑھ لیا کرے تو شیطانی اثر اندازیوں سے محفوظ رہے گا۔

سَرَابٌ اَعْوَذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيْطَانِ وَاَعُوذُ بِكَ رَبِّ
اَنْ يُّحْضِرُونِ ۝

اگر کسی پر آسیب کا خلل یا سحر کا اثر ہو تو ذیل کی آیت کریمہ شرباً پڑھ کر پانی پر دم کریں، پلائیں بھی اور اس پانی سے غسل بھی کرائیں۔

جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ نُرْهُوقًا

رمضان المبارک کی ستائیسویں شب میں مذکورہ آیت کریمہ ایک ہزار بار پڑھنے سے حقیقتِ مثالہ الفاظ کے صلب سے جوش کرتی ہے اور پڑھنے والے کی زبان میں تاثیر پیدا ہو جاتی ہے۔ جس طرح الفاظ میں معافی پوشیدہ ہوتے ہیں اسی طرح معافی میں تاثیر پوشیدہ ہوتی ہے جس طرح رگڑ سے حرارت پیدا ہوتی ہے اسی طرح تکرار الفاظ سے تاثیر پیدا ہوتی ہے۔

ایک عامل دیوانہ کتے کے کاٹے ہوئے کو بھی سرد پانی سے غسل کر اگر سبز تنکوں سے جھاڑتے تھے اور مذکورہ آیت کریمہ پڑھتے تھے، فضل الہی سے شفا ہو جاتی تھی، مغربی ممالک کے عامل بھی سانپ کے کاٹے اور دیوانہ کتے کے کاٹے ہوئے پر ایسا ہی عمل کرتے ہیں۔

اطالیہ اور ہسپانیہ کے بعض راہبوں کی نسبت سنا ہے کہ وہ بھی سانپ کے کاٹے اور دیوانہ کتے کے کاٹے ہوئے کو سرد پانی سے غسل کر اگر سبز تنکوں سے جھاڑتے ہیں اور انجیل مقدس کی کوئی آیت پڑھتے ہیں اور مرض شفا یاب ہو جاتا ہے۔

حکماء کی تحقیقات میں یہ بات آئی ہے کہ سرسبز درختوں میں جذبِ کوشش کا مادہ ہے۔ جب ہوا کے جھونکے درختوں کی شاخوں کو ہلاتے ہیں تو مسامات کھل جاتے ہیں اور فضا میں جو مسموم بخارات گھومتے رہتے ہیں انہیں کھینچ لیتے ہیں جو رگ دریشہ میں سرایت کر کے درخت کی غذا بن جاتے ہیں۔ اسی طرح اگر

کسی سرسبز درخت کے تازہ تنکوں یا شاخوں کو ہلایا جائے تو ان کی قوت جذب کشش اگر قریب کوئی زہریلا اثر ہو تو کھینچتی ہے

اطباء کے تجربات سے ہے کہ سرد پانی سے غسل کرنے سے بدن کے مسامات کھل جاتے ہیں اور اگر کسی بیرونی خراش سے کوئی زہریلا مادہ جسم میں داخل ہو کر خون میں سرایت کرنا ہو تو اندرونی حرارت اسے مسامات کے راستہ سے خارج کرنے کی کوشش کرتی ہے، اسی کے ساتھ اگر کوئی بیرونی قوت اپنا جذبہ کشش کا عمل بھی کر رہی ہو تو بدن سے زہریلے اثرات خارج ہو جاتے ہیں۔

اگر کوئی پاکباز اور نیکو کار شخص کسی ریاضت سے اپنی قوت ارادی کو قابو میں کر چکا ہو تو اس میں بھی ایک ایسا خاصہ پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ کسی زہر زدہ کے زہر کو اپنی قوت ارادی سے زائل کر سکتا ہے اسی کے ساتھ اگر کلام الہی سے بھی برکت حاصل کی جائے تو شفا کا امکان زیادہ غالب ہو جاتا ہے۔

قوت ارادی سے نہ صرف زہر بلکہ ہمہ قسم کے امراض و عوارض بھی زائل کئے جاسکتے ہیں، سنا ہے یورپ و امریکہ میں ایسے مشاق ماہرین موجود ہیں جو اپنی مقناطیسی قوت سے مرض کو سلب کر لیتے ہیں اور ہر طرح کے دکھ درد کو نابود کر دیتے ہیں۔

باب سوم

ابو البشر

حضرت آدمؑ مع حضرت حوا جب کہ ارض کی بالائی سطح سے اتارے گئے تو وسط ارض پر سرزمین حجاز کی اُس بے آب و گیاہ دادی میں چھوڑے گئے جہاں اب کہیہ ہے۔ حضرت اس خشک و غیر شاداب جگہ کو دیکھ کر گھبراٹے سبزہ نزار جنت یاد آیا اور اپنی نافرمانی کے خیال سے ندامت و گھبراہٹ کے ساتھ دوڑنے لگے۔ یہ مقام بین الصفا والمرہ تھا، پھر پیاس کی شدت سے بقیع ہو کر پردرگا سے فریاد کی۔ چنانچہ دونوں پہاڑیوں سے کچھ ناصلہ پر نشیب میں

ایک چشمہ آب نمودار ہوا۔ اور دونوں نے اسی چشمہ کے قریب سکونت اختیار کی اور عبادت کے لئے ایک جگہ مخصوص کر لی۔

احرام

جنت سے جب منتقل کئے گئے تو حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی زوجہ کو دو چادریں سنر پوشی کے لئے عطا فرمائی گئیں جن کو بطور احرام پہن کر اتر کے گذران کے لئے پروردگار نے بھیڑیں اور بکریاں عطا فرمائیں، ابتداً دودھ، کھجور اور گوشت خذالقی۔

چشمہ کے گرد ایک منڈیر بنا دی تھی، یہی چشمہ چاہ زمزم کے نام سے موسوم ہے، عبادت کی جگہ ایک جہوترہ بنالیا تھا، اسی جگہ اب کعبہ ہے، جب اولاد کی کثرت ہوئی تو کھالوں کے نیچے بنا لئے اور بالوں کے کیبل بنا کر جامہ بنایا، صرف ایک لمبا کرتا بغیر آستین کے ہوتا تھا

وجعل لکم من جلود الانعام بیوتا اور بنائے تمہارے لئے کھالوں کے نیچے رہنے کو

ومن اصوافها و اوبارها و اشعارها اور اون، روئیں، بال سے بہت سی اٹاٹا و متاعاً الیٰ حین ۵ ضروریات زندگی۔

موسمی حوادث سے بچنے کے لئے پہاڑوں میں جگہیں بنالیں۔

وجعل لکم من الجبال اکنانا اور بنا میں تمہارے لئے پہاڑوں میں

پناہ لینے کی جگہیں

پھر جب اولاد بہت بڑھ گئی تو اطراف میں کسی شاداب مقام کی تلاش شروع کی۔ چنانچہ ایک پونفنا وادی کو پسند کر کے وہاں آباد ہو گئے۔ یہ وادی کچھ زمانہ کے بعد طائف کے نام سے مشہور ہو گئی۔

ہدایات اعراب میں ہے کہ حضرت آدمؑ نے جب طائف میں سکونت اختیار کر لی تھی ہر سال اپنی پہلی عبادت گاہ پر صبح اہل و عیال جایا کرتے تھے۔ آخر عمر میں جب معمول کے مطابق اپنی پہلی عبادت گاہ پر آئے اور قربانی سے فارغ ہو کر واپس ہوئے تو راہ میں وفات پائی اور اسی جگہ دفن ہوئے۔ کسی زمانہ میں مدفن کے قریب ایک مسجد بھی بنائی گئی ہے جو مسجد آدم کے نام سے مشہور ہے۔ اسی سے متصل وہ وسیع میدان ہے جس کو عرفات کہتے ہیں۔

کچھ اولاد آدمؑ ساحل سمندر پر آباد ہو گئی تھی۔ حضرت حواؑ کسی تقریب میں وہاں گئی تھیں، وہیں وفات پائی، قبر شریف اب تک موجود ہے اسی بنا پر اس مقام کو جدہ کہتے ہیں۔

جب جنت سے منتقل ہوتے تھے تو آدمؑ و حواؑ دونوں احرام میں ملبوس تھے جنت سے یہی لباس پہنا کر آنا لگتا تھا۔ اس لئے ذریعاتِ آدمؑ حج کے موقع پر احرام پہن کر ایسا ہی ادا کرتے ہیں اور یہ فرض ہے۔

آدم علیہ السلام مسلمان تھے اور ان کی اولاد بھی مسلمان تھی۔ جب اولادِ آدم اطرافِ عالم میں پھیلی تو ہر جگہ کی آب و ہوا، حالات و ماحول کے مطابق عقائد و اعمال میں تغیر شروع ہوا۔ ادھر شیطان جو اولادِ آدم کی گھات میں تھا اپنا جال پھانتا رہا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مختلف قسم کے بے شمار وساوس و ادھام پیدا ہونا شروع ہو گئے۔ بعض نے حضرت آدمؑ کا بت بنا کر اس کی پرستش شروع کر دی۔ کسی نے فرشتوں اور جنوں کو دنیا کے نظام کا حاکم سمجھ کر قابلِ پرستش یقین کر لیا۔ کوئی اڑباز مردگان سے مرادیں مانگنے لگا۔ کسی نے ستاروں کو نظمِ عالم کا مختار تصور کیا۔ کوئی مادہ پرست ہو کر دہریہ ہو گیا۔ غرض طرح طرح کے عقائد و مذاہب نے فرسوخ پکڑا اور کفر و جہالت کی تاریکی چھا گئی۔ اسی حالت میں صدیاں گزر گئیں۔ اور اولادِ آدمؑ کے برگوشہ میں پھیلتی چلی گئی اور ہر جگہ کی آب و ہوا اور حالات و ماحول کی مناسبت سے عقائد و مذاہب بھی پھیلتے چلے گئے۔

وما کان الناس الا امۃ
واحدۃ فاختلفوا ولولا کلمۃ
سبقت من ربک لفضی بینہم
فیما فیہ یختلفون

اور ابتدا میں سب آدم زاد ایک ہی
امت تھے، پھر مختلف ہو گئے اور اگر
تمہارے پروردگار نے پہلے سے ایک
فیصلہ نہ کر دیا ہوتا تو جن باتوں میں اختلاف
تھا ان کا فیصلہ کر دیا جاتا۔

چنانچہ جب کفر کی طغیانی اور شرک کی نجاست پورے جزیرہ نمائے عرب پر

پھیل گئی تو بزمانہ حضرت نوح علیہ السلام عذابِ الہی طوفان کی شکل میں ظاہر ہوا جس نے سرزمینِ عرب کو اپنی پیمائش میں لے لیا اور جگہ سرکش اور ہم ہلاک ہو گئیں۔
وما کان ربک مہلک القرۃ حتی یبعث فی امہار سولا
یتلوا علیہم آیتنا وما کنا
مہلکی القرۃ الا واهلہا ظلموا
اور تمہارے رب کا یہ قانون ہے کہ وہ
بستیوں کو ہلاک نہیں کرتا جب تک کہ
ان میں ایک رسول کو مبعوث نہ کرے
جو انہیں آیات کو پڑھ کر سناٹے اور ہم
بستیوں کو ہلاک کرتے نہیں مگر اس حالت
میں کہ وہاں کے رہنے والے بد عمل
ہوں۔

وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا
وان من امة الا خلا فیہا
نذیر
اور جب تک ہم پیغمبر نہ بھیجیں اس وقت
تک عذاب نہیں بھیجتے۔
اور کوئی قوم نہیں جس میں ڈرانے والا
نہ گذرا ہو۔

حضرت نوح علیہ السلام کے بعد جو انبیاء مبعوث ہوئے ان میں حضرت ہود
علیہ السلام اور حضرت صالح علیہ السلام کی امتیں بہت ترقی یافتہ تھیں عذاب
میں ہلاک ہو گئیں

الذیاتکم نبوا لذین من قبلكم قوم
تم سے پہلے جو قومیں گذر چکیں کیا تم کو ان کی

فوح وعاد وشمود والذین
من بعدہم ولا یعلمہم
الا اللہ

خبر نہیں پہنچی، قوم فوح، عاد اور ثمود
اور وہ جو ان کے بعد ہوئیں جو اللہ ہی
کے علم میں ہیں۔

طوفانِ فوح کے بعد جو مومنین صالحین بچے تھے ان کی اور حضرت نوح
کی اولاد سے چند صدیوں میں ایک بڑی قوم بن گئی تھی جس میں شیطان کے انورا
سے پھر وہی ہمہ گیر بد عملی کا دور دورہ ہوا اور ہدایت کے لئے حضرت ہود مبعوث
ہوئے۔ جب سرکشی اور گمراہی حد سے متجاوز ہوئی تو عذابِ الہی طوفانِ باد کی صورت
میں نازل ہوا اور سب گنہگار ہلاک ہو گئے جو مومنین صالحین بچے تھے حضرت
ہود کی رحلت کے بعد حضرت لقمانؑ ان کی قیادت کرتے رہے چند صدیوں
میں یہ بھی ایک بڑی قوم بن گئی اور پھر بیدینی، بد عملی اور معصیت عام ہوئی اور ہدایت
کے لئے حضرت صالح مبعوث ہوئے، جب سرکشی اور طغیانی حد سے بڑھی تو
عذابِ الہی زلزلہ کی شکل میں نازل ہوا، ساری قوم تباہ ہو گئی جو مومنین صالحین بچے
تھے وہ اطراف میں پھیل گئے اور چند صدیوں میں ان کی اولاد کی کمی تو میں بن گئیں
جو ملک عرب کے مختلف حصوں میں آباد تھیں۔ جب ان اقوام میں بھی تصرفاتِ شیطانی
اثر انداز ہوئے تو حضرت ابراہیم مبعوث ہوئے۔ اسی زمانہ میں ایک بڑی بستی
میں جہاں بے دینی، بد عملی، بے حیائی بہت پھیلی ہوئی تھی حضرت لوط مبعوث
ہوئے۔ جب ان کی قوم نے ہدایت حاصل نہیں کی تو عذاب نازل ہوا

اور سوائے حضرت لوط کے ساتھیوں کے سب تباہ ہو گئے۔

حضرت ابراہیمؑ نے عرب کے بیشتر مقامات کی سیاحت فرمائی اور تبلیغ اسلام فرماتے رہے۔ آخر عمر میں حجاز کو مکونت گاہ بنایا۔ حضرت ختم المرسلین حضرت ابراہیمؑ کی اولاد سے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ کے بعد حضرت کی اولاد میں بہت پیغمبر ہوئے جب گمراہی بہت بڑھتی اور پہلے پیغمبر کی تعلیمات مستور ہو جاتیں دوسرے پیغمبر کا ظہور ہوتا تھا۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آخری پیغمبر ہیں اب کوئی پیغمبر آنے والا نہیں ہے۔

ماکان محمد ابا احد من رجالکم
ولکن رسول اللہ وخاتم
النبتین

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم میں سے کسی
مرد کے باپ نہیں ہیں لیکن اللہ کے رسول
ہیں اور انبیاء کے خاتمہ کی ٹہریں یعنی آخری
پیغمبر ہیں۔

وما ارسلک الا کافۃ للناس
بشیرا ونذیرا

اور ہم نے تم کو سب انسانوں کے لئے
بشیر و نذیر بنا کر بھیجا۔

حضرت ختم الانبیاء ساری دنیا کے انسانوں کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجے گئے،
امت مسلمہ امت ابراہیمؑ کی پیروی ہے۔

فاتبوا ملة ابراهيم حنیفا
پس ابراہیمؑ حنیف کی ملت کا اتباع
کو۔

خوابِ خلیل

جب حضرت اسمعیل علیہ السلام بلوغ کے قریب پہنچے تو حضرت ابراہیمؑ نے خواب میں دیکھا کہ وہ حضرت اسمعیل علیہ السلام کو ذبح کر رہے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسمعیل سے اپنا خواب بیان کیا۔ حضرت اسمعیل نے خود کو خوشی قربانی کے لئے پیش کیا۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ مروہ پہاڑی پر بیٹھے کولے گئے۔ اور قربان کرنا چاہا۔ ندا آئی کہ اے ابراہیمؑ تو نے اپنا خواب سچا کر دکھایا۔ اس وقت حضرت ابراہیمؑ سمجھے کہ یہ خواب ایک آزمائش تھی۔ حضرت ابراہیمؑ نے مروہ سے صفا تک اور صفا سے مروہ تک چند پھیرے کئے اور حضرت اسمعیلؑ کو ساتھ لے کر مسجد حرام کی جو طوفانِ نوحؑ میں منہدم ہو چکی تھی اور عرصہ دراز سے ویران پڑی تھی از سر نو بنیاد اٹھائی اور حضرت اسمعیلؑ کو اس کی خدمت کے لئے مامور کیا۔ یہی قبلہ اور کعبہ ہے۔ اسی کے قریب حضرت ابراہیمؑ نے اپنے اہل و عیال کو لا کر آباد کر دیا جو کسی قریبی قریہ میں سکونت پذیر تھے۔

کعبہ

دنیا میں سب سے پہلا معبد جو انسانوں کے لئے بناؤ وہ بیت العتیق ہے جس کو مسجد الحرام بھی کہتے ہیں جس کے بانی حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ طوفانِ

نوحؑ میں یہ معبد اول منہدم ہو گیا تھا جو صدیوں تک دیران رہا۔ حضرت ابراہیمؑ نے
نے اسے سر نو بنایا۔

ان اول بیت وضع للناس للذي
بيعتهم مبركا وهدى للعلمين
بیشک پہلا معبد جو انسانوں کے لئے
بنا وہ مکہ میں ہے برکت والا اور لوگوں
کے لئے ہدایت کا مرکز ہے۔

مکہ مکرمہ

ابتداً اس نو آبادی کو بکۃ کے نام سے موسوم کرتے تھے کیونکہ حضرت
ابراہیمؑ اور ان کی ذریعات ابتداً وادانہ سے دعائیں پڑھا کرتے تھے۔
طوفان نوحؑ سے قبل مسجد حرام آباد تھی۔ وہ اولادِ آدم جو طائف سے جدہ
تک آباد تھی اور جس نے سرزمین حجاز سے ہجرت نہیں کی تھی مسجد حرام کی محافظ تھی۔
حضرت آدمؑ کی وہ اولاد جو جزیرہ نمائے عرب میں پھیل گئی تھی سال میں ایک
بار مسجد حرام کی زیارت کے لئے جمع ہوتی تھی اور جو جانور قربانی کے لئے ساتھ
لائے جاتے تھے وہ مردہ پہاڑی پر ذبح کئے جاتے تھے اور مساکین کی ضیافت
ہوتی تھی کیونکہ حضرت آدمؑ علیہ السلام نے قربانی کی جگہ مردہ مقرر فرمائی تھی چنانچہ
حضرت ابراہیمؑ نے بھی مردہ پہاڑی کو قربانی کے لئے مخصوص فرمایا مدت مدید
کے بعد جب حجاز کی کثرت ہوئی تو بجائے مردہ کے مٹی کو قربان گاہ قرار

دیا گیا۔

لسان عربی مبین

الرحمن علم القرآن خلق
الانسان علمه البيان
جعلنا من انا عربيا۔
بلسان عربی مبین
رحمن نے قرآن پڑھایا۔ انسان کو پیدا
کیا بیان سکھایا
بنایا ہم نے اس تسمان کو عربی۔
بیان والی عربی زبان میں۔

بیان اور مبین کا مادہ ایک ہی ہے۔ لسان عربی مبین کے معنی ہیں
بیان والی عربی زبان یعنی وہ عربی زبان جس کا بولنا ابتدائے تخلیق میں انسان کو
سکھایا گیا۔

انسان کی قدرتی زبان عربی مبین ہے۔

اطراف عالم میں جب اولاد آدم پھیل گئی تو مقامی ضروریات اور گرد و پیش
کے حالات کے اقتضا سے زبانوں میں تغیر شروع ہوا اور چونکہ علم آدم الاصل
کلتھا کی تاثیر فطرت انسانی میں دو لیت ہو چکی تھی۔ اس لئے علی خصوصیات اور
ماحول کے مطابق نئے نئے الفاظ وضع ہو کر مختلف اور متعدد زبانیں بولی جانے
لگیں۔ امّ الالسنہ تو عربی مبین ہے اور دنیا کی جملہ زبانیں اس کی
ذریات ہیں۔

زبان میں جس طرح ذائقہ کا جس ہے اسی طرح زبان میں ایک خاص قوت بھی ہے جو دماغ سے اُترتی ہے اور زبان میں آکر بے پناہ پھیلاؤ یا وسعت اختیار کرتی ہے۔ اس قوت کو "عربہ" یا "گویائی" کہتے ہیں۔

جس شخص میں قوتِ گویائی اپنی پوری وسعت اور پھیلاؤ کے ساتھ ہو وہ عرب ہے یعنی بولنے والا اور جس شخص میں یہ قوت اپنی وسعت اور پھیلاؤ کے بقدر نہ ہو تو وہ عجم ہے یعنی گونگا۔ عار بہ بیان آوری ہے اور عارجم بے زبانی۔

قوتِ گویائی جب دماغ سے اُتر کر زبان میں آتی ہے اور چیزوں کے نام یا کاموں اور باتوں کو حروف، الفاظ، اور اصوات یا آوازوں کے ساتھ ادا کرتی ہے تو اس کے اس طریقِ عمل کو "بیان" کہتے ہیں۔ بیان کا مفہوم بولنا ہے حضرت آدمؑ کا مسکن ارضی طائف تھا۔ چنانچہ آج تک طائف اور اس کے اطراف کے بادیہ پیمیا اعراب وہی عربی مبین بولتے ہیں۔

پھر سے عرب کے ملک میں عربی زبان بولی جاتی ہے۔ صرف لب و لہجہ اور رسم الخط کا فرق ہے۔ طائف اور اس کے اطراف نجد و حجاز میں اصلی عربی مبین بولتے ہیں۔

جس سرزمین میں اول الانبیاء نے جو طائف فرمایا۔ اسی سرزمین میں خاتم الانبیاء مبعوث ہوئے۔ اور جو قدسی زبان اول الانبیاء کی تھی۔ اسی زبان میں خاتم الانبیاء پر آخری کتاب جو پہلی سب کتابوں کی جامع ہے۔

نازل ہوئی

مکہ عرب میں اول الانبیاء حضرت آدم علیہ السلام سے ختم الانبیاء حضرت
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک سب انبیاء کی زبان عربی تھی۔ اس لئے ان
سب عرب انبیاء پر عربی میں کلام حق نازل ہوتا رہا۔ صرف لب و لہجہ کے فرق
اور رسم الخط کے اختلاف کے سبب عربی کو مختلف اور متعدد ناموں سے مسموم
کیا جانے لگا جیسے عبرانی، آرامی، آشوری وغیرہ۔

انبیاء

دنیا میں جتنے انبیاء گذرے۔ وہ سب دعوائے رسالت میں پختے تھے
کیونکہ خاص نشانیوں کے ساتھ بھیجے گئے تھے، جو انبیاء ہم کو معلوم ہیں اور جو
ہم کو معلوم نہیں ہیں، ان سب پر ہم کو ایمان لانا چاہئے۔ ہر امت میں رسول
مبعوث ہوئے ہیں۔

وڪو ارسلنا من نبی فی الاولین	اور اولین لوگوں میں بھی ہم نے رسول بھیجے
ولقد بعثنا فی كل امة رسولا	اور ہم نے ہر امت میں رسول مبعوث کئے
ولقد فضلنا بعض النبیین علی بعض	اور ہم نے بعض نبی کو بعض پر فضیلت دی
وما ارسلنا من رسول الا بلسان	اور ہم نے جو بھی رسول بھیجا وہ اپنی
قومہ	قوم کے مرد و تہ لب و لہجہ میں پیغام حق

سناتا رہا۔

قرآن مجید میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حالات اور اقوام و مل کے قصص جو بیان ہوئے ہیں وہ صرف نصیحت و عبرت کے لئے ہیں اسراہیلی روایات کی بنا پر تغاسیر میں بعض ایسی باتیں بیان کی گئی ہیں جو انبیاء کی شان کے خلاف ہیں۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بہت عالی مقام ہتیاں ہیں۔ ان کے اخلاق بہت بلند، ان کے اوصاف بہت ستودہ، ان کی زندگی بہت پاکیزہ ہے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا کام صرف تبلیغ حق ہے۔

ما علی الرسول الا البلاغ
فانما عليك البلاغ وعلينا
الحساب

رسول کا کام صرف پیغام حق پہنچانا ہے
تیرا کام پیغام پہنچانا ہے اور ہمارا کام
حساب لینا ہے۔

يا ايها الرسول بلغ ما انزل
ايلك من ربك

اے رسول جو تجھ پر میرے رب کی طرف
سے اتارا گیا ہے اسے پہنچا دے۔

بندوں پر فرض کیا گیا ہے کہ رسول جو پیغام حق پہنچائیں اس کی پیروی
کریں۔

اتبعوا ما انزل اليكم من
ربكم

اِس کی پیروی کرو جو تمہارے رب کی
طرف سے تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے

ومن يطع الرسول فقد اطاع الله اور جو رسول کی اطاعت کرے گویا اس نے
اللہ کی اطاعت کی۔

ان الحكم الا لله امران لا تعبدوا
الا اياه ذلك الدين القيم ولكن
اکثر الناس لا يعلمون
حکم کرنا اللہ ہی کے لئے ہے اس نے
حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی بندگی
نہ کرو۔ یہی سیدھا دین ہے مگر اکثر لوگ
نہیں جانتے۔

سب انبیاء ایک ہی دین کی تبلیغ کرتے رہے اور سب پر ایک ہی اصل کی ہدایات
نازل ہوتی رہیں۔ شریعت کے احکام و مسائل میں اقتضائے وقت، قومی خصائص
اور حالات و ماحول کی مناسبت سے ضرورت کے مطابق کچھ رد و بدل ہوتا رہا۔
مگر اصل دین میں کبھی اختلاف نہیں ہوا۔ سب انبیاء کفر و الحاد اور شرک و بدعت کی
بیخ کنی کرتے رہے۔

ان الله اصطفى آدم ونوحا
شرع لکم من الدين ما وصی بہ
نوحا والذی اوحینا الیک وما
وصینا بہ ابراہیم وموسیٰ وعلیٰ
ان اقموا الدین ولا تتفرقوا
فیہ
اللہ نے آدم اور نوح کو برگزیدہ کیا۔
اس نے تمہارے دین کی وہی وصیت
ٹھیرائی ہے جس کی وصیت نوح کو کی تھی
اور جس کو ہم نے تجھ پر وحی کیا اور جس کی
وصیت ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ کو کی تھی
کہ اسی دین کو قائم رکھنا اور اس میں تفرقہ

نو ڈالنا

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک جس قدر انبیاء و رسل گذرے ہیں سب کا یہی دین تھا کہ عبادت و استعانت صرف اللہ عزوجل کا حق ہے جو باتیں رب العزت کی بارگاہ قدس کے نامناسب ہیں ان سے وہ منزہ اور پاک ہے، بندوں پر اللہ کا حق ہے کہ اس کی انتہا ورجح کی تعظیم کریں۔

قیامت کا برپا ہونا، جنت و دوزخ کا ہونا سب حق ہے اسی طرح تمام انبیاء علیہم السلام اقسام طہارت، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور عبادات میں متفق ہیں نکاح اور حرمت زنا پر متفق ہیں۔ عدل و انصاف قائم کرنے پر متفق ہیں۔ ہر طرح کے ظلم کو حرام بتانے پر متفق ہیں، مافرانوں پر حدود قائم کرنے میں متفق ہیں۔ غرض تمام انبیاء اور ان کی کتابیں اور ان کی شریعتیں سب ایک دوسرے کے مصدق ہوتے رہے

خیر و شر

اللہ جل جلالہ اگر خیر کے ساتھ شر کو نہ پیدا فرماتا تو پھر سب لوگ نیک اور

ہدایت یافتہ ہوتے۔

ولو شاء من ربك لامن من في الارض
اگر تیرا رب چاہتا تو جو زمین پر ہیں سب کے

سب ایمان سے آتے

کلہر جیسا

ایسی صورت میں ثواب و عذاب کچھ نہ ہوتا اس لئے اس حکیم و قدیر نے خبر کے ساتھ شریکی کے ساتھ بدی اور ایمان کے ساتھ کفر کو پیدا کیا تاکہ ہر چیز اپنی نند سے پہچانی جائے اور انسان کو تمیز و فیصلہ کی قوت عطا فرمائی۔

خلقکم فمکد کافر و منکر
مومن
تم کو پیدا کیا پس تم میں سے کافر بھی
میں اور مومن بھی

انا ہدیناہ السبیل اما شاکرا
واما کفورا۔
ہم نے اسے راستہ دکھایا چاہے
شکر گزار بنے یا ناشکر۔

جو لوگ تمیز و فیصلہ کی قوت سے کام لے کر خیر کا راستہ اختیار کرتے
ہیں اور شر کی راہ سے گریز کرتے ہیں وہ اجر کے مستحق ہوتے ہیں اور ان کا مرتبہ
شر کی راہ چلنے والوں سے بلند ہوتا ہے۔

ام یجعل الذین امنوا و عملوا
الصلحت کا المفسدین فی الارض
ام یجعل المتقین کالجاس
والذین امنوا و اتبعتم ذریعتہم
بایمان الحقنا بہم ذریعتہم
وما التاہنم من علمہم من شیء۔
کیا ہم مومنین صالحین کو زمین میں فساد
پھیلانے والوں کے برابر کر دیں کیا پر بیزار
کو بدکاروں کے مساوی بنائیں؟
اور جو لوگ ایمان لائیں اور ان کی ذریت
ان کی پیروی کرے تو ہم ان کی ذریت
کو بھی ثواب میں ان کے شریک کرتے

ہیں اور ان کے اجر میں سے کچھ کم نہیں کرتے۔

پس جو کوئی ذرہ برابر نیکی کرے گا اُس کا ثواب پائے گا اور جو کوئی ذرہ برابر بدی کرے گا اُس کا نتیجہ بھگتے گا۔

اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام بھی کئے اُن کے لئے خوش حالی ہے اور اچھا ٹھکانہ ہے۔

اور جو بدی کاتا ہے وہ اپنی ہی خرابی کرتا ہے۔

اور جو لوگ بدی ہی کرتے رہتے ہیں اُن کی توبہ قبول نہیں وہی لوگ ہیں جن کے عمل دنیا و آخرت میں اکارت گئے

مذہب و د باتوں کی ہدایت کرتا ہے

عقائد اور اعمال۔

بعض لوگوں نے اعمال سے صرف عبادت مراد لی ہے حالانکہ عبادات

عقائد کی ذیل میں ہیں اور اعمال میں اخلاق و معاملات ہیں عقائد و عبادات کا نتیجہ

فمن يعمل مثقال ذرة خيرا يره
ومن يعمل مثقال ذرة شرا يره -

الذين آمنوا وعملوا الصالحات
طوبى لهم و حسن مآب

ومن يكسب اثما فانما يکسبه
على نفسه

ولست السوية للذين يعملون
السيات اولئك الذين حبطت
اعمالهم في الدنيا والاخرة

عاقبت میں ظاہر ہوگا اخلاق و معاملات کے نتائج زندگی ہی میں ظاہر ہوتے ہیں۔
 انذین احسنوا فی ہذا الدنیا جن لوگوں نے نیکی کی ان کے لئے اسکی
 حنتہ دنیا میں بھلائی ہے۔

ایک شخص صحیح العقیدہ اور صوم و صلوٰۃ کا پابند ہو مگر اس کے اخلاق اور
 معاملات بہت خراب ہوں تو اس کا شمار بہ لحاظ اعمال بدوں میں ہوگا اور بدی
 کے جو نتائج ہیں وہ ظاہر ہوں گے
 لہذا عذاب فی الحیوۃ الدنیا ان کے لئے اسی دنیاوی زندگی میں
 عذاب ہے۔

ایک شخص صحیح العقائد اور صوم و صلوٰۃ کا پابند ہو، اخلاق بہت بلند ہوں،
 معاملات بہت صاف سقرے ہوں اس کے لئے زندگی میں بھی راحت و مسادمانی
 ہے اور عاقبت میں بھی۔

للذین احسنوا فی ہذا الدنیا حنتہ جن لوگوں نے بھلائی کی ان کے لئے
 والدارا الاخرۃ خیر اس دنیا میں بھی بھلائی ہے اور آخرت
 تو سب سے بہتر ہے۔

ایک شخص بد عقیدہ، بد عمل، بد خلق، بد معاملہ اور فاسق و فاجر ہو تو اس کے
 لئے یہ زندگی بھی دوزخ ہے اور عاقبت بھی دوزخ ہے۔

لہذا عذاب فی الحیوۃ الدنیا ان کے لئے اس دنیاوی زندگی میں بھی

لعذاب الاخرة اشق عذاب ہے اور آخرت کا عذاب تو بہت

سخت عذاب ہے

بعض لوگ صوم و صلوٰۃ کے پابند ہیں کارہائے خیر میں بھی حصہ لیتے ہیں مگر شرک و بدعت، فسق و الحاد، کذب و غیبت میں مبتلا ہیں ایسے لوگوں کے عمل اکارت جاتے ہیں۔

اولئك الذين جفت اعمالهم في الدنيا والاخرة واولئك هم الخسران من عمل صالحا فلنفسه ومن اساء فعليها وما ساءت باك بظلام للعبيد

وہی لوگ ہیں جن کے عمل دنیا و آخرت میں اکارت گئے اور جنہوں نے گھانا اٹھایا۔ جو اچھے عمل کرتا ہے تو اپنے لئے اور جو بدی کرتا ہے تو اس کا نتیجہ اسی کیلئے اور تیرا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔

نتائج

روح میں اثر پذیری اور قبول کا خاصہ قدر تا و بیعت ہے اس لئے نفسِ امارہ کے ابھارنے، خناس کے دوسرے ڈالنے، اور شیطان کے بہکانے سے متاثر ہو کر شر پر آمادہ ہو جاتی ہے۔ اگر انسان تیز اور فیصلہ کی قوت سے جو دفاع میں دیعت لڑائی لگتی ہے کام لے اور نفس، خناس، شیطان کی مخالفت پر

کمر بستہ ہو جائے تو روح اس جذبہ کو قبول کر کے ہدی سے پھر کر نیکی پر آمادہ ہو جاتی ہے اور اسی تمیز و فیصلہ کی قوت پر جس کو عقل کہتے ہیں نتائج مرتب ہوتے ہیں اور اسی اختیار کی بنا پر انسان عذاب و ثواب کا مستحق قرار پاتا ہے۔

معلوم ہوا کہ خیر و شر کی تمیز کرنے والی چیز عقل ہے اور یہ فیصلہ کرنا بھی عقل ہی کا کام ہے کہ وہ خیر کی راہ اختیار کرے یا شر کی مگر اس فیصلہ کے لئے خیر و شر کے نتائج کا صحیح علم ہونا ضروری ہے اور یہ علم تجربہ سے حاصل ہوتا ہے۔ لیکن انسانی تجربات میں اور اخذ نتائج میں غلطی کا احتمال ہے اس لئے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات سے صحیح راہ نمائی ہوتی ہے اور انبیاء وہی کہتے ہیں جو ان پر حق تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوتا ہے

قل الحق من ربکم فمن
شاء فلیومن ومن شاء فلیکفر
کہدو یہ حق ہے تمہارے رب کی طرف
سے پس جو چاہے ایمان لائے اور
جو چاہے کفر کرے۔

پاکبازی کا نتیجہ تندرستی، جو دوسخا کا نتیجہ خوش حالی، ہمدردی کا نتیجہ ہمدردی، پرج بولنے کا نتیجہ عزت، رحم و مروت کا نتیجہ سکون خاطر ہے۔ بدکاری کا نتیجہ امراض خبیثہ، بخل اور حرص و طمع کا نتیجہ ذلت ہے۔ جھوٹ اور غیبت کا نتیجہ افلاس و تنگدستی، قرض کا نتیجہ بے رقتی، ظلم اور چوری کا نتیجہ پریشانی، خود غرضی کا نتیجہ بے اطمینانی ہے۔

ہر شخص اپنی نیکی اور بدی کو مذکورہ نتائج سے خود ہی معلوم کر سکتا ہے جو لوگ صرف عقائد و عبادات ہی کو نیکی سمجھتے ہیں اور اخلاق و معاملات کی اصلاح نہیں کرتے وہ آیاتِ کریمہ پر غور کریں۔

احسب الناس ان یترکوا ان یتولوا
امنا وھولاً یفتنون
کیا لوگ گمان کرتے ہیں کہ وہ صرف اتنا
کہنے پر چھوڑ دیتے جائیں گے کہ ہم ایمان
لائے اور ان کو آزما یا نہ جائے گا

ام حبیبون ان تدخلوا الجنة و
لما یعلم الذین جاھدوا
منکم و یعلم الصابرون
کیا تم سمجھتے ہو کہ جنت میں داخل ہو جاؤ گے
حالانکہ اللہ کے نزدیک نہ ثابت ہوا ہو گا
کہ تم میں سے کون اصلاح حاصل کی
کوشش کرنے والا اور کون صبر اور
استقلال والا ہے

نیکی اور بدی کے نتائج کبھی جلد ظاہر ہو جاتے ہیں اور کبھی کسی خاص سبب
کی بنا پر بہت دیر میں ان کا ظہور ہوتا ہے۔

نیکی یا بدی جس پیمانہ کی ہوگی اسی کے بموجب نتائج برآمد ہوں گے، بعض
لوگوں کو یہ کہتے سنا گیا ہے کہ ہم نماز، روزے کے پابند ہیں، ہمارے عقائد
بھی شرک و بدعت اور فسق و المحاد سے پاک ہیں مگر ہم کو سکون خاطر پیش نہیں عورت
اور مصیبت میں ہماری زندگی گذتی ہے۔

اسی طرح کی اور بہت باتیں اکثر لوگ کہا کرتے ہیں اور پھر ان سب باتوں کو تقدیر کے حوالے کر دیتے ہیں کہ قسمت میں ایسا ہی لکھا ہے۔

تقدیر کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ جل قدرہ نے ہر کام اور ہر چیز کا ایک اندازہ اور ایک معیار مقرر فرمایا ہے اس کے خلاف نہیں ہو سکتا اور ہماری خوشحالی یا بدحالی پر بھی قدرت کے مقرر کردہ اندازہ کے بموجب ہمارے اعمال و افعال اور ہمارے کردار کا نتیجہ ہوتی ہے۔

ما اصابکم من مصیبة فجا کسبت
ایدا یکر ویغفر عن کثیر

جو مصیبت تم کو پہنچتی ہے وہ تمہارے
ہی کسب پہنچتی ہے اور اللہ بہت سی

باتوں کو تو معاف ہی کر دیتا ہے

بظاہر ایک دیندار اور نیک عمل اگر مصائب و مشکلات میں مبتلا ہوتا ہے تو یقیناً کوئی بدی اس میں اتنے وسیع پیمانہ پر موجود ہوتی ہے جس کا نتیجہ اس کی نیکیوں پر غالب ہو جاتا ہے۔

ام حسب الذین اجتروا السیات
ان یجعلہم کالذین امنوا و عملوا
الصلوات سراء عیاءہم و ما تہم
صاء ما یحکمون و خلق اللہ السموات
والارض بالحق و لیتجزی کل نفس
کیا جو لوگ بُرائیاں بھی کرتے جلتے ہیں
وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم انہیں ان لوگوں
جیسا کر دیں جو پکے مومن ہیں اور جن کے
سب اعمال اچھے ہیں کیا نیک کام کرنے
والے ایک ہی طرح کے صلہ کے مستحق

بما کسبت وهدلا یظلمون

قرار دیتے جاتیں۔ زندگی میں بھی اور موت
میں بھی، افسوس ہے ایسا سمجھنے والوں کے
اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ
پیدا کیا ہے تاکہ ہر شخص کو اس کی کمائی
کے مطابق بدلہ ملے اور کسی کی حق تلفی نہ ہو

جھوٹ، غیبت، بخل، حرص، طمع، خود غرضی، حسد، بغض، غرور، کینہ، افترا
بہتان، ظلم، چوری، ایذا رسانی اور بدزبانی ایسی برائیاں ہیں جن کے نتائج نیکوں
کے نتائج پر غالب آجاتے ہیں۔

عام طور سے لوگ دوسروں کے عیب تلاش کرتے ہیں اور خود اپنے عیب
اور اپنی بدیوں پر نظر نہیں ڈالتے، شائقین طریقت کے لئے ضروری اور بہت
ضروری ہے کہ وہ روزانہ اپنے اعمال و افعال کا جائزہ لیا کریں کیونکہ

لها ما کسبت وعلیها ما اکتسبت
ان احسنتم احسنتم ولا تفسکم
وان اساتم فلها

جو عیب کیا کرے گا دیا ہی بھرے گا
اگر نیکی کر دے گا تو اس کا نتیجہ تم کو حاصل
ہوگا اور بدی کر دے گا تو اس کا نتیجہ بھی
تم ہی بھگتو گے۔

ما اصابکم من ميسرة فمن فساد
جو مصیبت تم پر آتی ہے وہ تمہاری ہی
بدی کا نتیجہ ہے۔

وَلتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ
اور ہر شخص کو دیکھنا چاہئے کہ اس نے
کل کے لئے کیا بھیجا

وَابْتَغُوا حَسَنًا مَّا أَنْزَلَ إِلَيْكُمُ
اور نیکیوں کی جو ہدایات تمہارے رب کی
مَنْ سَأَلَ مِنْ قَبْلِ ان يَأْتِيَكُمُ
طرف سے تم کو پہنچی، میں ان کی پیروی
الْعَذَابِ بَعْتَهُ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ
کر و قبل اس کے کہ ناگہاں تم پر عذاب
آتے اور تم کو خبر بھی نہ ہو

پتھر برسے کا نام ہی عذاب نہیں ہے بلکہ ہر بلا و مصیبت، ہر وبا، قحط، زلزلہ
طوفان اور ہرزحمت و پریشانی عذاب ہے۔ اسی طرح ہر راحت و سکون ہر کامرانی
و شادمانی اور ہر مسرت و خوشی ثواب ہے۔ ہر شخص پر عذاب و ثواب کا نزول اس کے
اعمال و افعال اور اس کے کردار کے بموجب ہوتا رہتا ہے جس کو بدی اور نیکی کے
نتائج کہتے ہیں۔

اولا یرون انہم یفتنون فی کل عام
کیا نہیں دیکھتے کہ ہر سال ایک یا دو بار ہفت
مرۃ او مرتین شولا یتوبون ولا
میں پڑتے ہیں پھر بھی نہ توبہ کرتے ہیں نہ
ہدینہ کروں
سبب حاصل کرتے ہیں

جب نیکی مفعود ہو کر بدی عام ہو جاتی ہے اور اس کے ساتھ ہی عقائد بھی خراب
ہو کر کفر و الحاد اور شرک و فسق ہمہ گیر ہو جاتے ہیں تو پھر کسی بڑے عذاب کا نزول ہوتا
ہے جو سب بدوں کو اپنی لپیٹ میں لے کر ہلاک و ربا د کر دیتا ہے یا کسی سخت

مصیبت میں مبتلا کرتا ہے۔

فلما نسوا ما ذكروا به نجينا الذين
 ينهون عن سوءِ افعالنا الذين
 ظلموا بعدا ببيتس بما كانوا
 يفسقون

جب انہوں نے وہ نصیحتیں جو ان کو کی گئی
 تھیں بھلا دیں تو ہم نے ان لوگوں کو جو براہوں
 سے روکتے تھے نجات دی اور ان لوگوں
 کو جو گنہگار تھے ان کی نافرمانی کے سبب
 سخت عذاب میں مبتلا کیا۔

ادبار و تنزل

قوموں کے ادبار و تنزل کا سبب اخلاق و معاملات کی خرابی ہی ہوا کرتا ہے
 جس قوم کے اخلاق و معاملات بگڑ جاتے ہیں وہ پستی میں جا پڑتی ہے اور
 ہر طرح کی ذلت چھا جاتی ہے۔

جب گناہ اور بد عملی عام ہو جاتی ہے، خیر مفقود ہو کر شر ہمہ گیر ہوتا ہے۔
 تو پھر عذاب نازل ہوتا ہے، جب عذاب نازل ہونے والا ہوتا ہے تو اصلاح
 کی سب راہیں مسدود ہو جاتی ہیں کوئی شخص بھی اپنی بد عملی کو بد عملی نہیں سمجھتا،
 جب اپنی بد اعمالی کا احساس ہی نابود ہو جاتا ہے تو اصلاح حال کا امکان
 نہیں رہتا۔

بعض لوگ جن میں کچھ صلاحیت موجود ہوتی ہے کسی ہنگامی مصیبت سے

چونکہ پڑتے ہیں اور اپنی بد بخت قوم کو بیدار کرنا چاہتے ہیں مگر چونکہ خود ان کا حال اصلاح طلب ہوتا ہے اس لئے افراد قوم پر ان کی مساعی کا کوئی اثر نہیں ہوتا اور یہ عارضی جوش و احساس جو کسی ہنگامی مصیبت سے نمایاں ہوتا ہے چند روز میں غائب ہو جاتا ہے۔

چنانچہ بار بار دیکھا گیا ہے کہ جب کوئی وبا پھیلی یا قحط پڑا یا کوئی ہنگامی مصیبت نازل ہوئی تو وہ لوگ جن میں کچھ صلاحیت ہوتی ہے گھر گھر اور محلہ محلہ وعظ و نصیحت کرتے پھرتے ہیں چونکہ خود بھی اصلاح طلب ہوتے ہیں اور یہ وعظ و نصیحت محض ایک ہنگامی جوش ہوتا ہے اس لئے کچھ اثر نہیں ہوتا اگر بعض لوگ کچھ متاثر ہوتے بھی ہیں تو یہ متاثر ہونا محض آبال کی طرح ہوتا ہے کہ آیا اور ختم ہوا کچھ دن اگلے لوگوں کے تذکرے اولیاء کی کرامات کے قصے اور نام آوروں کی داستاؤں کے محض زبانی چرچے ہوتے ہیں چند روز میں پھر وہی پہلے کی سی حالت ہو جاتی ہے۔

عوام الناس میں سے بعض غریب جہلا کا مذہب کی طرف میلان ہوتا ہے مگر صحیح تعلیم نہ ہونے کے سبب یہ میلان کسی قبر پر لو بان چھوڑنے یا کوئی نیاز دلانے میں محدود ہو جاتا ہے بعض اس سے ذما آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں اور صرف نماز پڑھنے لگتے ہیں۔

ہر زمانہ ہر قوم اور ہر ملک کے عوام الناس میں کچھ ایسے لوگ بھی موجود رہتے

ہیں جو اپنے اصلاح حال کی کوشش کرتے ہیں۔

اگر تہذیب یافتہ ہو جاتے ہیں تو اپنی کامیاب ماسعی سے گرد و پیش کے لوگوں کی تہذیب اخلاق میں سرگرم عمل ہو کر ان کو معاملات کی درستی کا راستہ بتاتے ہیں اور بغیر کسی نرود و نمائش یا بغیر کسی اپنی غرض کے محض خالصتہً للہ سبھی رہنمائی کرتے ہیں۔ یہ لوگ اصحابِ طریقت کہلاتے ہیں۔

طریقت کی خاص تعلیمات یہ ہیں کہ اپنے عقائد کو ہر طرح کے خفی و جلی شرک اور کفر و الحاد سے پاک کریں۔ اللہ کے سوا کسی کو حاجت روا، مشکل کشا اور فریاد کا سننے والا نہ جانیں، عبادات صحیح طریقہ سے ادا کریں، قسم قسم کے اذکار و اشغال اور طرح طرح کے وظائف و اوراد سے بچیں، کبھی کسی حال میں کسی کے آگے دست سوال دراز نہ کریں، کبھی کسی ہی سخت ضرورت درپیش ہو قرض نہ لیں، کسی کو دھوکہ نہ دیں، کسی سے وعدہ خلافی نہ کریں۔ جھوٹ، غیبت، حسد، بغض و عناد، کینہ، فتنہ و فساد، ظلم، حق تلفی، چوری، حرص، طمع، شغل، ریا اور ہوس شہرت سے سخت گریز و پرہیز کریں، چھپورے پن اور غرور سے دور رہیں، افترا، بہتان، ایذا رسانی اور بدزبانی سے نفرت کریں، حلال روزی کے لئے جائز وسائل اختیار کریں، اپنی استطاعت کے مطابق غریبوں، محتاجوں کی مدد کریں، ہر شخص کی بھلائی چاہیں اور اپنے گرد و پیش کے لوگوں سے شفقت و مروت کا برتاؤ کریں، فرصت کے اوقات کو خوش گپیوں اور فضول بگواس میں ضائع نہ کریں بلکہ کوئی مفید کام کرتے

رہیں، خود غرض، خوشامدی، منافق اور بد باطن لوگوں کی صحبت پسند نہ کریں۔ اور خوش باش زندگی بسر کرتے ہوئے اللہ جل جلالہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے رہیں، غم و غصہ کو پاس نہ آنے دیں، اوصافِ مردی ضبط و استقلال، غیرت و جرات و ہمت اور بردباری کو اپنا شعار بنائیں۔

جو شخص ان تعلیمات کا پیرو نہ ہو وہ اہلِ طریقت سے نہیں

من عمل صالحاً من ذکراً وانثی و
جو عمل صالح پر کار بند ہو گا خواہ مرد ہو یا عورت
هو من فليخيننه جیوة طيبة
اور وہ مومن بھی ہو تو ہم اسے دنیا
وليجزینہم اجرہم باحسن
میں اچھی زندگی بسر کریں گے اور آخرت
ما كانوا يعملون۔
میں بہترین صلہ دیں گے۔

اس آیتہ کریمہ میں اللہ رب العزت نے وعدہ فرمایا ہے کہ جو ایمان والا خواہ مرد ہو یا عورت نیک کام کرے گا اسے اچھی خوش حال اور پرسکون زندگی بسر کرائی جائے گی اور عاقبت بخیر ہو کر اجرِ آخرت کا اس کو حصہ ملے گا۔ پس جو لوگ خود کو نیک سمجھتے ہوں اور تباہ حالی و بد مزگی میں بے چین زندگی گذرتی ہو ان کو یقین کر لینا چاہئے کہ وہ نیکی سے بہت دور ہیں انہیں اپنی اصلاح کرنی چاہئے اور اپنے اعمال میں اخلاق و معاملات کا محاسبہ کرنا چاہئے دنیا کی ساری نعمتیں بندوں کے لئے ہی ہیں جو یہاں کی زندگی میں نعمتوں سے محروم ہے آخرت میں بھی محروم رہے گا۔ لوگو ڈرو اور اپنے حال پر غور کرو۔

من كان في هذه اعمى جو کوئی اس دنیا میں اندھا ہے
فهو في الآخرة اعمى وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا۔

مفروضہ عبادات ہی کو عمل صالح سمجھنا اور اخلاق و معاملات کو نظر انداز کر دینا صحیح نہیں ہے۔ اسلام صرف چند عبادات کے مجموعہ کا نام نہیں ہے بلکہ اسلام عبارت ہے اس مذہب سے جس میں حیاتِ نفسی اور حیاتِ اجتماعی کے تمام اصول و قوانین کی تعلیمات ہیں۔

اسلام ایک مکمل ترین نظام اصلاحِ انسانیت ہے جو تہذیبِ اخلاق، سیاستِ مدن، اور تدبیرِ منزل کے تمام شعبوں پر حاوی ہے صالح الاعمال انفرادی یا اقوام سے اشد عز و جل کا وعدہ ہے کہ انہیں زمین کا وارث بنا دیا جائے گا۔

ان الارض بئرثها عبادي میرے صالح بندے زمین کے وارث
الصالحون ہوں گے۔

زمین کی وراثت سے حکومت و اقتدار مراد ہے جو افراد یا اقوام برسرِ حکومت و اقتدار ہوں وہ بے شک صالح الاعمال ہیں اور اگر عمل صالح کے ساتھ صحیح العقیدہ بھی ہوں تو اجرِ آخرت کے بھی مستحق ہیں۔

عقائد کا تعلق جذباتِ قلبی سے ہوتا ہے اگر عقائد صحیح ہوں تو ایقان و عرفان نصیب ہوتا ہے اور جب ایقان و عرفان کے ساتھ اعمال صالحہ پر کاربند

ہو تو پھر اعمال بھی عبادت کا درجہ حاصل کرتے ہیں اور ساری زندگی عبادت ہو جاتی ہے۔ زمین کی وراثت کے ساتھ نعمائے آخرت کا بھی استحقاق ہو جاتا ہے۔

تجربات و مشاہدات سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ صحیح الاعتقاد و افراد ہی صالح الاعمال ہوتے ہیں پس اللہ رب العزت کا وعدہ وراثت زمین ان ہی صالحین کے لئے ہے جو صحیح العقیدہ مومن ہیں۔

وعد الله الذين آمنوا منكم
وعملوا الصالحات ليتفضلنهم
في الارض
اللہ کا وعدہ ہے کہ تم میں سے جو ایمان
لائے ہیں اور اچھے کام کئے ہیں ان کو
زمین میں پہلے کے حکمرانوں کا جانشین
بتایا جائے گا۔

مسلمانوں کو اپنے حال پر غور کرنا چاہئے، آج نہ حکومت ہے نہ اقتدار،
نہ دولت ہے نہ عزت، نہ آلاتِ حرب ہیں نہ فنونِ جنگ، حتیٰ کہ ضروریاتِ زندگی
کی چیزوں کے لئے بھی غیروں کے محتاج ہیں، ایجاد و اختراع تو کجا اپنی حالت
سنوارنے کی بھی صلاحیت نہیں۔

وہ قوم جس کا ڈنکا مشرق سے مغرب تک بج چکا ہے آج اس حال میں
پہنچ چکی ہے کہ ہر طرف سے روندی جا رہی ہے اس حالت سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے
کہ مسلمان اب صحیح العقیدہ، صالح العمل نہیں رہے اور جو افراد و اقوام آج دنیا پر
پھلٹے ہوئے ہیں وہی صحیح الاعتقاد اور صالح الاعمال ہیں، دلوں کا حال تو

علامہ العیوب بی جانتا ہے مگر ان افراد و اقوام کا تدبیر و تفکر، ان کا نظام حکومت ان کا شعور و اقتدار، ان کی سیاست و فراست، ان کا ذوق تہذیب و تمدن، ان کا شوق حصول علوم و فنون، ان کی ایجادات و اختراعات تو کچھ اور ہی حقیقت کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ کیا عجب کہ یہ اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیں اور ہم اسلام کے محض زبانی دعوے دار منہ دیکھتے رہ جائیں اور خسر الدنیا والآخرہ کا مصداق بن جائیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

ان یثابذہبکد ویستخلف من
بعدکم ما یشاء

اگر وہ چاہے تو تم کو نابود کر دے اور
تمہاری جگہ جس کو چاہے لے لے۔

اولدیر و کد اہلکنا قبلہم من
قرن ملنا ہم فی الایرض مالہ
نہکن لکم وارسلنا السماء علیہم
مدہاراً وجعلنا الانہار تجوی
من تحتہم فاہلکنا ہم بذنوبہم
وانشأنا من بعدہم قرناً اخرین

کیا نہیں دیکھتے کہ ہم پہلے کتنی قوموں کو
ہلاک کر چکے ہیں ہم نے انہیں وہ شرکت
عطا کی تھی جو تمہیں نصیب نہیں ہم ان
کے کھیتوں پر موسلا دھار بارشیں
برساتے تھے اور ان کے لئے صاف
شفاف پانی کی نہریں بہتی تھیں جب
انہوں نے گمراہی اختیار کی تو ہم نے
انہیں ہلاک کر دیا اور ان کی جگہ دوسری
قوم کو سرازا دیا۔

فلما نسوا ما ذكروا به ففتحنا
 عليهم ابواب كل شيء حتى
 اذا فرحوا بما اتوا اخذناهم
 بغتة فاذا هم مبسوتون

پھر جب وہ بھول گئے اُن باتوں کو
 جو انہیں بتائی گئی تھیں تو ہم نے اُن پر
 ہر چیز کے دروازے کھول دیئے۔
 یہاں تک کہ وہ خوش ہوتے پھر ہم نے
 اُن کو اچانک پکڑ لیا اور وہ محسوس
 رہ گئے۔

فریضہ تبلیغ

صحیح طور سے تو یہ کام علما و مشائخ کا ہے مگر افسوس کہ یہ حضرات
 صراطِ مستقیم سے بہت دور جا پڑے ہیں اس لئے اب ہر اس شخص پر جو اپنے
 مذہب سے ضروری حد تک صحیح طور سے آگاہ ہو اور اپنی اصلاحِ حال کر کے
 عملی نمونہ بن چکا ہو۔ فرض ہے کہ وہ اپنے گرد و پیش کے لوگوں میں اور جہاں
 تک اُس کی رسائی ہو سکتی ہے پیامِ حق پہنچائے اور اوامر و نواہی سے دلنشین
 و موثر پیرایہ میں خبردار کرے۔

ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة
 المحسنة و جادلہم بالتیھی احسن

اپنے رب کے راستہ کی طرف لوگوں کو
 دانشمندی اور نصیحت کے ساتھ دعوت دو
 اور اُن کے ساتھ پسندیدہ و خوشگوار پیرا

میں بحث کرو

موضوع بحث صرف اصلاح حال ہونا چاہئے۔

اگر چند ہدایت یافتہ لوگ جماعت بن کر لوگوں کی اصلاح کے لئے مساعی

ہوں تو یہ زیادہ مفید ہوگا۔

اور تم میں سے ایک جماعت ایسی ہو
کہ وہ لوگوں کو بھلائی کی طرف بلائے اور
امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے
اور یہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہوں گے

ولتكن منكرامة يدعون الى
الخير ويأمرون بالمعروف
وينهون عن المنكر واولئك
هم المفلحون ۝

فرقہ بندی

ایک چیز جس نے اُمتِ مسلمہ کی وحدتِ ملی میں خلل ڈال دیا فرقہ بندی ہے، طریقت میں اس چیز کو گناہ قرار دیا گیا ہے کیونکہ افتراق بین المسلمین بھی ایک شر ہے۔ جن لوگوں نے بزمِ دینداری فرقہ بندی کا فتنہ کھڑا کیا ہے ان سے باز پرس ہوگی۔

ان الذین فرقوا دینہم وکانوا
شیعاست منہم فی شیء انما
امرہم الی اللہ شریبہم ورجعوا
جن لوگوں نے اپنے دین میں لفرقہ
ڈالا اور فرقے فرقے ہو گئے تمہیں
ان سے کوئی سروکار نہیں ان کا معاملہ

كانوا يفعلون ۰

اللہ کے سپرد ہے پھر وہی بتلائے گا
جو کچھ وہا کرتے تھے۔

آج امت مسلمہ فرقوں میں بٹی ہوئی ہے مختلف فرقے ہیں پھر ہر فرقہ میں
بھی متعدد گروہ اور متفرق ٹولیاں ہیں جزوی اور فرعی باتوں میں جھگڑتے ہیں
اور ایک فرقہ دوسرے فرقے کو گمراہ سمجھتا ہے وہ راست پر صرف اپنے ہی
فرقہ کو سمجھا جاتا ہے۔ نئے نئے فرقے نکلتے ہی آتے ہیں، سر پھٹل ہوتے
صدیاں گزر گئیں مگر تنازعہ مسائل حل نہ ہو سکے اس فائدہ جنگی کا نتیجہ بھی بھگت
رہے ہیں پھر بھی آنکھیں نہیں کھلتیں۔

لا تنازعوا فتفشلوا وتذهب
سرايكم اور تمہاری جہا اکھڑ جائے گی

ہوا تو عرصہ ہوا اکھڑ چکی اب تو بربادی اور تباہی کے بادل سر پر منڈلا رہے
ہیں کیونکہ دین میں تفرقہ عذاب کا موجب ہوتا ہے۔

ولا تكونوا كالذين تفرقوا فاختلوا
من بعد ما جاءهم البينات
واولئك لهم عذاب
عظيم ۰

ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو فرقہ
فرقہ ہو گئے اور اختلافات میں پڑ گئے
حالانکہ روشن دلیلیں آپکی تھیں یہ تو
لوگ ہیں جن کے لئے بڑا عذاب

قرآن مجید میں فرقہ بندی کو شرک کہا گیا ہے۔

ولا تکفروا من المشرکین من
الذین فرقوا دینہم وکانوا شیعا
کل حزب بما لدیہم فرحون ۵

اور تم مشرکوں میں سے نہ ہو جانا جنہوں
نے اپنے دین میں تفرقہ ڈالا اور فرقہ
فرقہ ہو گئے ہر فرقہ اسی میں خوش ہے
جو اس کے پاس ہے۔

ان ہذہ امتکرامۃ واحدا
وانا ربکون ۵

فی الحقیقت یہ تمہاری امت ایک ہی
امت ہے اور میں تم سب کا پروردگار
ہوں پس ڈرو مینے نافرمانی اور فرقہ بندی
سے بچو۔

واعصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا
تفرقوا

اور سب مل کر اللہ کی رسی مضبوط پکڑ لو
اور فرقہ بندی سے بچو۔

اقیموا الدین ولا تفرقوا فیہ
ہذا ذکر مبارک اترانہ
افانترلہ منکرون۔

دین کو قائم رکھو اور اس میں فرقے نہ بناؤ
یہ قرآن برکت والی کتاب ہے ہم
نے اس کو نازل کیا ہے کیا تم اس کا
انکار کرتے ہو۔

فایین تذبہون ان ہوا لا ذکر
للعالمین۔

پھر تم کدھر بھاگو گے یہ قرآن تو سادے
جہان والوں کے لئے ہدایت کی کتاب ہے

لوگو تمہارے رب کی طرف سے تمہارے
پاس حجت اچھی اور ہم نے پھیلی جوڑی صاف
روشنی تمہاری طرف اتاری پس جو لوگ اللہ
پر ایمان رکھیں گے اور اس روشن دلیل
پر مضبوط بنیں گے اللہ ان کو اپنی
رحمت میں داخل کرے گا اور اپنے
فضل سے ان کو صراط مستقیم کی رہنمائی
فرمائے گا۔

وہی ہے جس نے تم پر کتاب نازل
فرمائی۔ اس میں پختہ آیات ہیں وہی
اصل کتاب ہیں یعنی محکم آیتیں وہ ہیں
جو ایک ہی معنی میں آئی ہیں اور دوسری
تشابہات ہیں جسے ملتے جلتے معانی
کا احتمال رکھتی ہیں پس جن لوگوں کے
دلوں میں کجی ہے وہ تشابہ آیتوں کے
پچھے پڑے رہتے ہیں تاکہ فتنہ پیدا
کریں اور ان کی تاویل نکالیں حالانکہ

یا ایہا الناس قد جاء عکسہم ہان
من ربکم وانزلنا الیکم نوراً مبیناً
فاما الذین امنوا باللہ واعتصموا
بہ فسید خلہم فی رحمتہ منہ
وفضل ویہدیہم الیہ صراطاً
مستقیماً

هو الذی انزل علیک الکتب
منہ ایت محکمت ہن ام الکتب
واخر متشابہت فاما الذین فی
قلوبہم زلیغ فیتبتغون ما تشابہ
منہ ابتغاء الفتنہ وابتغاء تاویلہ
وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراشعون
فی العلم یقولون امنابہ
کل من عند ربنا۔

اُن کی حقیقت اللہ کے سوا کوئی نہیں
 جانتا کیونکہ اُن کا تعلق اُس عالم سے
 ہے جہاں انسانی علم و حواس کی رسائی
 نہیں اور جو لوگ علم میں پکے اور عقیدہ
 میں راسخ ہیں وہ متشابہات کے پیچھے
 نہیں پڑتے وہ کہتے ہیں ہم اُن پر
 ایمان رکھتے ہیں کیونکہ یہ سب کچھ ہمارے
 پروردگار کی طرف سے ہے۔

محکم وہ آیات ہیں جن کا مفہوم متعین کر دیا گیا ہے جس کے کوئی دوسرے
 معنی نہیں ہو سکتے اگر سمجھنے میں اختلاف ہو تو اُن کی تفاسیل سے جو دیگر
 آیات قرآنی میں کی گئی ہیں اُن کے اصلی مفہوم کی قطعی طور پر تعیین ہو سکتی ہے
 جیسے توحید و رسالت، اوامر و نواہی اور حلال و حرام کے احکام جو بنیاد کی
 حیثیت رکھتے ہیں اور متشابہ وہ آیات ہیں جن میں تمثیلی بیانات ہیں اور وہ
 مطالب و حقائق ہیں جن کا ادماک علم و حواس سے نہیں ہو سکتا جیسے اللہ کی
 ذات و صفات، عالم آخرت، عذاب و ثواب وغیرہ۔ اگر کوئی کج فہمی سے
 ان مطالب و حقائق کی کاوش کرے تو طرح طرح کے مباحث و شکوک
 میں پڑ سکتا ہے پس جو لوگ راسخ العقیدہ ہوتے ہیں وہ محکمات کو اہل سمجھتے

ہیں کہ عمل و ہدایت کے لئے کافی ہیں اور جو لوگ کج فہم ہیں وہ تشابہات کے پیچھے پڑ جاتے ہیں تاکہ فتنہ پیدا کریں اور ایمان والوں کے یقین میں خلل ڈال دیں۔

وما اختلف الذين اوتوا الكتاب
الا من بعد ما جاءهم العلم
بعيا بينهم

اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی انہوں
نے باوجود علم کے یعنی یہ بات جانتے
ہوئے بھی کہ کتاب میں سب امور دین
و شریعت تفصیل کے ساتھ بیان ہو
ہیں محض آپس کی ضد کی وجہ سے مذہب
میں اختلافات ڈال رکھے ہیں۔

فما لهم عن التذكرة معرضين
كانهم حرم مستنفرة فرت من
قصوره

ان کو کیا ہو گیا ہے کہ قرآن سے اس
طرح منہ پھیر کر بھاگتے ہیں جیسے گدھے
شیر سے گھبرا کر بھاگتے ہوں

ہم نے سمجھنے کے لئے قرآن کو آسان
کر دیا ہے کوئی ہے سمجھنے والا؟

اور میرے شکر گزار بندے تھوڑے ہیں

وقليل من عبادي الشكور

اکثر سلیم الطبع اشخاص دریافت کیا کرتے ہیں کہ امت مسلمہ میں اختلاف و
افتراق کا اصلی باعث کیا ہے اور کس طرح یہ خرابی دُور ہو سکتی ہے؟

غور کرنے سے اختلاف و افتراق کا سبب صرف شیطان کی شرارت سمجھ
 میں آتا ہے کیونکہ اُس نے آدم زاد کو وہ راست سے بھٹکانے کی قیامت تک
 کے لئے ہمت مانگی ہے۔ کتاب اللہ کے موجود ہوتے امت میں اختلاف و
 افتراق کا فتنہ محض شیطانی تصرفات اور اثر اندازیوں کا ہی نتیجہ ہو سکتا ہے۔
 حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا تھا
 ”خیر القرون قرنی شوالذین یلونہم شوالذین یلونہم“
 چنانچہ اس ارشاد مبارک کے بموجب زمانہ باسعادت کے بعد خلیفہ اول
 و دوم کے زمانہ تک شیطان کو رخنہ اندازی کا موقع نہ مل سکا، جب خیر کا دوسرا
 اور تیسرا دور گزر چکا تو شیطان نے بعض اہل علم کے قلوب میں تصرف شروع
 کیا اور عقائد و اعمال میں تغیر نمودار ہوا۔

ولقد صدق علیہم ابلیس خلنہ
 فاتبعوہ الا فریقاً من المؤمنین
 اور البتہ ابلیس نے جو گمان آدم زاد
 کی بابت کیا تھا اُسے سچ کر دکھایا۔
 پس سب لوگ اُس کے تابع ہو گئے
 یعنی شیطان کے بہکاوے میں آ کر
 گمراہ ہو گئے مگر مومنین کا ایک گروہ گمراہی
 سے بچا رہا۔

الذین آمنوا وعملوا الصالحات و
 سوا ایمان لائے اور اچھے عمل کئے یعنی

قلیل ماہر وہ راست پر ہے وہ بہت کم ہیں

وہ فرقہ جو غوائے شیطانی سے بچا رہا مومنین صالح الاعمال کا تھا۔

يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ

الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ

جو لوگ سچے مومن ہیں ان کو اللہ ثابت قدم رکھتا ہے قولِ ثابت پر اس دنیاوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی۔

قولِ ثابت سے مراد کتاب اللہ ہے

وَهَذَا كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ

اور یہ کتاب جس کو ہم نے نازل کیا ہے

برکت والی ہے پس اسی کی پیروی کرو۔

وَنَزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ بَيِّنَاتٍ لِكُلِّ

اور ہم نے تجھ پر کتاب اتاری جس میں ہر مسئلہ کی تشریح ہے اور مسلمانوں کے

شَيْءٍ وَهَدَىٰ رَحْمَةً وَرِجْمَةً

لِئَلَّهِ هُدَايَاتٍ وَرَحْمَاتٍ

وَبَشَارَاتٍ

جن لوگوں نے قرآن مجید کو مسلمانوں کے لئے ہدایت و رحمت اور بشارت

سمجھا اور اس قولِ ثابت پر مضبوطی سے جمے رہے ان پر شیطانی تصرف اثر انداز

نہ ہو سکا ایسے لوگوں کی تعداد ہمیشہ کم رہتی ہے زیادہ تر لوگ شیطان کی اثر انداز

کا شکار ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ تیسرا قرنِ خیر ختم ہوتے ہی اختلاف و افتراق کی دماغ

بیل پڑنا شروع ہو گئی، بعض اہل علم کے قلوب میں خدشات نے جگہ پکڑی اور اپنے

خیالات و قیاسات کے مطابق احکاماتِ قرآنی اور تعلیماتِ نبوی کی تاویلیں کینے

گئے اور اپنی تاویلات کو صحیح ثابت کرنے کے لئے اُن احادیث و روایات کو شہرت دینے لگے جن سے اپنے موضوعہ مسائل کی کچھ موافقت ہوتی تھی۔ رفتہ رفتہ عام طور سے لوگوں میں کتاب اللہ کی طرف ذوق و میلان کم ہونے لگا اور روایات کی طرف رغبت بڑھنے لگی۔

اہل حق نے حسینا کتاب اللہ کی صدا بلند کی سنجیدہ ہستیاں تو سنبھل گئیں مگر عام میلان لوگوں کا روایات ہی کی طرف رہا۔

محققین علمائے حدیث نے جب موضوعات کی کثرت دیکھی تو صدق و کذب کی جانچ کے لئے معیار مقرر کیا اور حدیثوں کے درجے قائم کئے۔ موضوعات میں رنگ آمیز یوں اور دلچسپیوں کا اتنا مواد بھر دیا گیا تھا کہ عام طور سے لوگوں نے قرآن مجید کو تو باوجود دعوائے "تفصیلاً لکل شیء" جملتہ واردے کر محض ایصالِ ثواب یا وظیفہ خوانی کے لئے تلاوت کی چیز سمجھی اور روایات کی طرف جُٹ گئے۔

حدیثین نے جمع حدیث کے وقت جہاں تک اُن سے ہر سکا موضوعات کو خارج کیا پھر بھی صحاح میں بکثرت احادیث ایسی موجود ہیں جو معیار صحت پر پوری نہیں اترتیں اور یہی حدیثیں وجہ نزاع ہیں اور ان ہی مشتبہ احادیث نے اختلاف و افتراق کا میدان ہموار کر رکھا ہے۔ کتب صحاح میں ایسی حدیثیں اکثر پائی جاتی ہیں جو باہم متضاد ہیں، ان میں سے ہر فرقہ اپنی موافقت کی حدیثیں چھانٹ

لیتا ہے۔

روایات کی کثرت اور اختلافات کی شدت سے اکثر لوگ گھبرانے لگے ہیں اور روایات حدیث ہی کو افتراقِ امت کا سبب سمجھ کر انکارِ حدیث کی طرف مائل ہونے لگے ہیں چنانچہ

بعض لوگوں کو یہ کہتے سنا گیا کہ قرآن مجید عیسیٰ کامل و مکمل کتاب کی موجودگی میں جس میں دین و شریعت کی تمام و کمال تعلیمات ہیں اور جس کے ایک ایک لفظ کا ثبوت قطعی اور یقینی ہے اور جس کی حفاظت کا خود اللہ عزوجل نے وعدہ فرمایا ہے جس میں ایک حرف اور ایک نقطہ بھی نہ کوئی بڑھا سکتا ہے نہ گھٹا سکتا ہے ہم روایتوں کے چکر میں کیوں پڑیں جو محض ظنی ہیں اور جن میں بے شمار موضوعی ہیں اور جن کی حفاظت کا کوئی آسمانی وعدہ بھی نہیں ہے

ان اصحاب کو معلوم ہونا چاہئے کہ

انبیاء علیہم الصلوٰت والسلام کی حیثیت معلم کی ہوتی ہے جو کتاب اللہ کے احکام پر خود عمل کر کے امت کو عملی تعلیم دیتے ہیں۔ چنانچہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کے جملہ احکام پر خود عمل کر کے امت کو راہِ عمل بتائی مگر حضرت معلم کی حیاتِ طیبہ قرآن مجید کی عملی اور قولی تفسیر ہے۔ ان ہی اعمال و اقوال کے بیان کو حدیث کہتے ہیں یہ سربراہِ سلسلہٴ روایاتِ ائمہ ہیں جن میں منقول ہوتا چلا آ رہا ہے یہ سچ ہے کہ بے شمار روایتیں ہیں جن میں خود غرض

منافق اور بد باطن یا خوش عقیدہ لوگوں نے مختلف مقاصد اور مختلف وجوہ کی بنا پر
 اعزاز کر دی ہیں جس سے اُمتِ مسلمہ کی وحدتِ ملی پارہ پارہ ہو گئی اور بہت فرقے
 پیدا ہو گئے۔

محقق علماء اور ائمہ حدیث نے علم الاسناد اور فرقہ رجال مدون کر کے
 کذب و صدق کے جانچ کا معیار مقرر کر دیا ہے جس پر احادیث کو پرکھا جاتا ہے
 محض اس بنا پر کہ احادیث صحیحہ کے ساتھ موضوعات بھی مخلوط ہیں سرے سے حدیث
 ہی کو بے ضرورت چیز سمجھ لینا نادانی ہے۔

قرآن فہمی کے لئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ اور خلفائے
 راشدین کے زمانہ خلافت کے حالات جاننا ضروری ہیں تاکہ قرآن مجید کے
 وہ مطالب جو اعمال سے متعلق ہیں جیسے عبادات و مجاہدات، حقوق و فرائض
 اخلاق و معاملات، معاشرت و معیشت اور حدود و حلال و حرام صحیح طور سے
 سمجھے جاسکیں اور یہ معلومات احادیث صحیحہ ہی سے ہو سکتی ہے اور اگر حدیث
 کو غیر ضروری چیز سمجھا جائے تو پھر قرآن مجید کو صحیح طور سے سمجھنا بغیر کسی غیبی تائید
 کے ممکن نہیں ہے۔

بیشک کتاب اللہ میں ہر وہ چیز مفصل موجود ہے جس کا تعلق دین و شریعت
 اور نجاتِ اخروی سے ہو اور یہ قرآن مجید کا مجزہ ہے کہ ہر وہ شخص جس میں ذوقِ
 سلیم اور طلبِ صادق ہو قرآن مجید کو سمجھ سکتا ہے مگر احکام کی تعمیل کا صحیح طریقہ

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ اور صحابہ کرام کے معمولات و احوال ہی سے سمجھ سکتا ہے اور یہ معلومات بغیر حدیث کے ممکن نہیں۔

چند سال قبل حج کے زمانہ میں جب کہ اطرافِ عالم کے علماء کا اجتماع تھا اس ضرورت کا اظہار کیا گیا تھا کہ چند اصحاب متفقہ سعی سے صرف احادیثِ صحیحہ انتخاب کر کے ایک مجموعہ میں جمع کر لیں، اس اہم ضرورت کا سب نے اعتراف کیا مگر اس مشکل کام کی انجام دہی پر کسی نے آمادگی ظاہر نہیں کی کیونکہ یہ اہم کام ایک شخص کے بس کی بات نہیں۔

اگر اہل حق کی کوئی جماعت متفقہ سعی سے یہ خدمت انجام دے تو یہ مجموعہ مرتب ہو سکتا ہے اور یہ ایک ایسی چیز ہوگی جسے تسلیم و قبول کرنے میں اُمتِ مسلمہ کے کسی فرقہ کو بھی عذر نہ ہوگا اور بڑی حد تک نزاع کی ذبح کنی ہو جائے گی۔

احادیثِ صحیحہ

محقق علمائے احادیثِ شریفہ کے تین درجے قرار دیئے ہیں:-
 اول درجہ میں من حیث روایت «مرفوع» ہے۔ متصل یا مستند ہونا شرط ہے اور من حیث راوی «صحیح» ہے جس کا متواتر یا مشہور ہونا شرط ہے
 دوم درجہ میں من حیث روایت «موقوف» ہے اور من حیث راوی «حسن»

ہے۔

سوم درجہ میں من حیث روایت "مرسل" ہے اور من حیث راوی "ضعیف" ہے۔

اول درجہ کی حدیثیں متفق علیہ ہیں اور دوم و سوم درجہ کی مختلف فیہ "مرفوع" وہ حدیث ہے جو خاص حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول یا فعل ہو۔ اگر راویوں کے نام مذکور ہوں تو مستند ہے اگر سلسلہ لگاتا رہتا ہو تو متصل ہے سلسلہ نہیں پہنچتا تو منقطع ہے۔

"صحیح" وہ حدیث ہے جس کے راوی اول سے آخر تک ثقہ اور متقی ہوں تدبیر اور صدق مقال کے لئے مشہور ہوں کبھی کسی بُرائی کے ساتھ متہم نہ ہوئے ہوں۔

"متواتر" وہ حدیثیں ہیں جن کو زمانہ باسعادت سے مسلسل ہر ایک زمانہ میں علماء دین نے بالاتفاق بغیر کسی جرح و قدح کے قبول کر لیا ہو اور "مشہور" وہ حدیثیں ہیں جو متواتر تو نہیں ہیں مگر بالاتفاق صحیح و مستند تسلیم کر لی گئی ہیں۔
جملہ مرفوع (مستند متصل) اور صحیح (متواتر و مشہور) احادیث چھانٹ کر ایک مجموعہ میں جمع کر لی جائیں یہ مجموعہ ہر فرقہ کے مسلمانوں کے لئے قابل قبول ہوگا۔

"موقوف" وہ قول و فعل ہے جو صحابہ کرام میں کسی سے روایت کیا جائے اور ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب نہ ہو۔

”مرسل“ وہ حدیث ہے جو تابعی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت
کے اور ذکر صحابہ کا نہ کرے۔

”موقوف“ و ”مرسل“ بھی من حیث سلسلہ مستند و متصل یا منقطع کی تقسیم
میں منقسم ہیں۔

”حسن“ وہ حدیث ہے جس کے راوی پر بیزگار ہوں اور حدیث کی
اصلیت غیر مشتبہ ہو۔

”ضعیف“ وہ حدیث ہے جس کے راوی نیک لوگ ہوں۔
محقق علماء کے نزدیک موقوف و مرسل اور حسن و ضعیف اگر قرآن مجید
سے ان کی صاف و صریح تائید ہوتی ہو تو قابل قبول ہیں ورنہ مسترد۔ اسی طرح
خبر احوال کے بارے میں بھی علمائے حق کی یہی رائے ہے۔

موضوعات کی ذیل میں بلحاظ روایت معلق مدرج روایت اور موضوع
ہیں۔ باعتبار راوی غریب، مضطرب، معلق اور شاذ ہیں۔

معلق وہ حدیث ہے جو بظاہر عیوب سے پاک معلوم ہوتی ہو مگر اس
میں پوشیدہ طعن یا ہجو طبع ہو۔

مدرج وہ حدیث ہے جس میں کسی راوی کا قول ہو اور اس کو روایت
حدیث گمان کیا جائے۔

روایت وہ حدیث ہے جو بطور حکایت بیان کی گئی ہو۔

موضوع وہ حدیث ہے جو کسی نے خود وضع کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کر دی ہو۔

غریب وہ حدیث ہے جس کے راویوں میں سے کسی نے بھی بجز ایک دو حدیث کے روایت نہ کی ہو۔

مضطرب وہ حدیث ہے جس میں روایت مختلف ہو یعنی کوئی کسی طرح روایت کرے کوئی کسی طرح۔

معلق وہ حدیث ہے جس کے اسناد کے شروع میں سے ایک یا دو راوی چھوڑ دیئے جائیں۔

شاذ وہ حدیث ہے جس کو کوئی ثقہ شخص عام لوگوں کی روایت کے خلاف بیان کرے اس کو منکر بھی کہتے ہیں۔

اہل حق و تحقیق کے نزدیک دوم و سوم درجہ کی حدیثوں پر اور خبر احاد پر کوئی مذہبی عقیدہ مبنی نہیں ہو سکتا اسی طرح اول درجہ کی حدیثوں میں سے مشہور حدیثوں میں بھی اکثر حدیثیں تنقیح و تنقید طلب ہیں وراثتاً ان کی جانچ پر کہ فرودی ہے۔

محققین علماء اور آئمہ حدیث نے چند اصول حدیثوں کے مشتبه اور نامعتبر ہونے کے بیان کئے ہیں ان کے مطابق پرکھنے سے معتبر اور غیر معتبر کی جانچ ہوتی ہے۔

چنانچہ محدثین کے نزدیک موضوعات یہ ہیں :-

۱- وہ حدیث جو صریحاً قرآن مجید کے خلاف ہو۔

۲- وہ حدیث جو اجماع قطعی کے خلاف ہو

۳- جو عقل کے خلاف ہو

۴- جو مشاہدہ کے خلاف ہو

۵- جو اصول مسلمہ کے خلاف ہو

۶- جس کے الفاظ رکیک ہوں

۷- جو انبیاء کے کلام سے مشابہت نہ رکھتی ہو۔

۸- جس میں معمولی بات پر سخت عذاب کی دھمکی ہو۔

۹- معمولی کام پر بہت بڑے ثواب کا وعدہ ہو۔

۱۰- جس میں فضول باتیں ہوں۔

وضع حدیث کے وجود بہت ہیں منجملہ ایک یہ بھی ہے کہ اہل تصوف نے

اپنے معتقدات و معمولات کو مسنون ثابت کرنے کے لئے احادیث وضع کیں

یا صوفیانہ مذاق رکھنے والوں نے لوگوں میں و خلیفہ خوانی کا شوق پیدا کرنے کے لئے

قرآن مجید کی سورتوں کے الگ الگ فضائل کی حدیثیں وضع کیں، بعض منافق

لوگوں نے ہجو طبع کے پیرایہ میں حدیثیں وضع کیں، بعض نو مسلم یہودیوں نے اسرائیلی

روایات کو حدیث کا جامہ پہنایا۔ اطراف عالم کے بعض نو مسلموں نے اپنے

موردہ اور آباتی طور و طریق پر قیاس کر کے احکام و مسائل کی حدیثیں وضع کیں۔
 غرض وضع حدیث کے بہت وجوہ ہیں اور موضوعی حدیثیں بے شمار ہیں۔
 اہل حق علماء نے ہر اس حدیث کو جو صریح قرآن کے خلاف ہو یا عقل سے
 اس کی کوئی تاویل نہ ہو سکتی ہو موضوعات میں شمار کیا ہے اس قسم کی بکثرت حدیثیں
 صحاح میں موجود ہیں موضوعی حدیثیں زیادہ تر دو عظیم و مبلغین نے محافل و مجالس
 کی گرما گرمی اور حاضرین و سامعین کی دلچسپی کے لئے وضع کی ہیں۔ بغداد میں ایک
 واعظ نے یہ حدیث بیان کی کہ قیامت کے دن اللہ اپنے ساتھ آنحضرت صلعم
 کو عرش پر بٹھائے گا۔ امام ابن جریر طبری نے سنا تو بہت برہم ہوئے اور اپنے
 دروازے پر یہ فقرہ لکھ کر لگا دیا: اللہ کا کوئی ہم نشین نہیں۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ کے سامنے جب یہ حدیث بیان کی گئی کہ
 لوگوں کے نوحہ کرنے سے مڑے پر عذاب ہوتا ہے تو انہوں نے اس حدیث
 کو صحیح تسلیم نہیں کیا اور اس بنا پر حدیث کی صحت سے انکار کیا کہ قرآن مجید کی آیت
 کے خلاف ہے۔

ولا تزر وازرة وزرا خری اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے
 کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

یعنی نوحہ کرنے والوں کی غلطی کی پاداش مڑے کو ملنا خلاف قانون اور
 خلاف عقل و انصاف ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک بندہ نے زنا کیا تھا وہ سب سے بد بختی نے
جمع ہو کر زانی بندہ کو سنگسار کیا۔ ابن عبد البر محدث نے اس حدیث سے اس
بنا پر انکار کرویا کہ جائز شریعت سے مکلف نہیں ہیں ان کے فعل پر نہ زنا کا اطلاق
ہو سکتا ہے نہ حد قائم کی جا سکتی ہے۔

بخاری میں روایت ہے کہ حضرت آدم کا قدم گزرا تھا، ابن حجر محدث
نے اس حدیث کی صحت سے اس بنا پر انکار کیا کہ عقل و مشاہدہ کے خلاف ہے۔
صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابراہیم تین دفعہ جھوٹ پلے تھے، امام
رازی نے اس حدیث سے اس بنا پر انکار کیا کہ جھوٹ بولنا نبی کی شان
رسالت کے خلاف ہے۔

اسی طرح کی بکثرت حدیثیں کتب صحاح میں موجود ہیں۔ اگر ایک ایسا
مجموعہ جس میں مرفوع و صحیح احادیث ہوں مرتب ہو جائے تو امت مسلمہ کی بڑی ہزرت
پوری ہوگی اور فرقوں کی باہمی منافرت و مخالفت میں بڑی حد تک کمی ہو جائے گی۔
کیونکہ موضوعات ہی کی بنا پر فرقتے باہم دست دگریاں ہوتے رہتے ہیں۔

عمل متواتر

احکامات قرآنی کی تعمیل حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح طور پر کی
اس کی عملی اتباع زمانہ باسعادت کے سب سے بڑے مسلمانوں کی تھی۔

وہ سری صدی میں جب غیر عرب مسلمانوں کی کثرت ہوئی تو ان مجھی تو مسلموں نے اپنے قلبی رُسم و رواج اور آبائی طور و طریق کو جس کے وہ عادی تھے اسلامی سانچے میں ڈھالنا شروع کر دیا۔

بعض علما نے اصلاح حال کا قصد کیا اور فقہ کی بنیاد ڈالی، اپنے قیاس اور اپنے اجتہاد سے کھوٹے کھرے کو پرکھا اور ایک صحیح راستہ اپنی رائے میں قائم کیا، رایوں اور قیاسوں میں اختلاف ہونا ضروری تھا اس اختلاف کی وجہ سے فرقہ بندی کا آغاز ہوا، جس مجتہد کے جو لوگ تابع ہوتے وہ امتیاز و شناخت کے لئے مجتہد کو اپنا امام مان کر اس کے نام یا لقب سے اپنے فرقہ کو موسوم کرنے لگے۔

صحابہ کرام میں سے وہ حضرات جو طریقت کی تعلیم کی عرض سے سبک الگ ہو کر ذریعہ نبوت پہلے کشتی کرتے تھے اور اصحاب صفہ کے لقب سے مشہور تھے اپنے قبضین کو صرف احکامات قرآنی پر ہی چلنے کی ہدایت کرتے رہے چنانچہ آج تک یہ سلسلہ بھی بغیر کسی غیر اسلامی آمیزش کے صحت سند کے ساتھ چلا آ رہا ہے۔

یہی اعمال جو بلا اختلاف زیادہ باسعادت سے مطابق قرآن و سنت چلے آ رہے ہیں عمل متواتر ہیں، ان اعمال متواترہ میں بھی امتداد و زمانہ کے باعث تغیر و تبدل کا امکان ہے اس لئے کسی عمل متواتر کو قبول کرنے سے قبل ضروری

ہے کہ قرآن کے آگے پیش کیا جائے اگر قرآن حکیم سے صاف و صریح ثابت ہو
تو قابل قبول ہے ورنہ مسترد۔

من یشاقق الرسول من بعد ما
تبين له الهدى ويتبع غير سبيل
المؤمنين فوله ما تولى ونضله
جهنم۔

جو کوئی رسول کی مخالفت کرے اس کے
بعد کہ اس کو ہدایت قرآنی مل چکی ہو اور
وہ مومنین کی راہ کے سوا کوئی دوسری
راہ چلے تو جس راہ وہ چلا ہم اس کو
اُسی راہ پر لے جائیں گے اور جہنم میں
ڈال دیں گے۔

یہی سبیل المومنین ہے عمل متواتر، جو اس کے خلاف کرے گا گویا اس نے
سنت نبوی سے انحراف کیا اور اس اختلاف کا ما حاصل جہنم ہے۔ معاذ اللہ
سنت سے وہ مذہبی امور مراد ہیں جو دین و شریعت سے تعلق رکھتے ہیں
نذکہ لباس اور ظاہری وضع قطع یا خانگی زندگی اور نجی باتیں، کیونکہ یہ چیزیں مذہب
سے متعلق نہیں بلکہ ان کا تعلق مقامی ماحول اور ضروریات ملکی سے ہے۔

محض وارٹھی اور پاجامہ، برقعہ اور پردہ کی مباحث پر زور بیان و تسلیم
صرف کرنا اور سنت کا نام لے کر معرکہ کارزار گرم کرنا کوئی مذہبی خدمت
نہیں ہے۔

اہل سنت والجماعت

اصحابِ طریقت جن کو صلحاء، اتقیاء، ازکیاء، اصفیاء اور اولیاء کے ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے وہ لوگ ہیں جو امورِ دین میں کسی طرح کا شک و شبہ نہیں رکھتے نہ فضولِ مباحث میں وقت برباد کرتے نہ بے نتیجہ و لالیعنی امور کے گردیدہ ہوتے، حق تعالیٰ اجل شانہ نے اپنے بندوں پر جو کچھ فرض کیا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے جن امور کو واجب قرار دیا ہے اس پر بغیر چون و چرا اور بغیر دود و قدح عمل کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک اصل دین کتاب اللہ ہے اور واجبات و سنن کتاب اللہ کی عملی تفصیل ہیں۔ اصحابِ طریقت کے نزدیک ایسے اعمال قابل قبول ہیں جو بطور عمل متواتر ثابت ہوں اور متحقق و مستند ہوں اس بات کو نہ دیکھا جائے کہ فقہاء و ائمہ نے ان اعمال کے بارے میں اختلاف کیا ہے یا متفق ہیں، فقہاء و ائمہ کا اختلاف دل سے راستی پر مبنی ہے جو اپنی تحقیق کی بنا پر واقع ہے۔

جو بات اپنی دانست میں زیادہ اطمینان بخش معلوم ہو اور بطور عمل متواتر ثابت ہو اور قرآن حکیم سے پوری پوری تائید ہوتی ہو اسی کو اختیار کرنا چاہئے، تالیقات و قیامات اصحابِ طریقت کے نزدیک باطل ہیں داخل ہیں۔

اصحابِ طریقت ان تمام واجبات و سنن کو جو عمل متواتر سے ثابت ہیں

قرآن حکیم کے سامنے پیش کرتے ہیں اُن کی دانست میں جس عمل و امر کی تائید کلام اللہ سے ہوتی ہے اُسی کو قبول کرتے اور اُس پر عمل کرتے ہیں۔

وہ کسی فقیہ و محدث کسی امام و شیخ اور کسی عالم و عارف کی رائے کو قرآن اور حدیث صحیح کے مقابلہ میں و قبح اور قابل توجہ نہیں سمجھتے۔ اصحاب طریقت سے جو حد مسلم صیغ اور پکتے اہل سنت و الجماعت ہیں۔

اصحابِ صفت

حضرت ختم الانبیاء ساری دُنیا کے انسانوں کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے تھے اس لئے دُنیا کے ہر گوشہ میں تبلیغ کی ضرورت تھی، دعوت کے لئے ایسے اشخاص موزوں ہو سکتے ہیں جو علم دین سے صحیح طور پر واقف ہوں اور عملی طور سے تعلیمات دین کا صحیح نمونہ ہوں، چنانچہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی سے متصل ایک وسیع دالان درس و عمل کے لئے مخصوص فرمایا اور چند وہ لوگ منتخب فرمائے جن میں طلبِ صادق کے ساتھ ذوقِ سلیم بھی تھا، چنانچہ یہ جماعت درس قرآن کے ساتھ ساتھ اصلاحِ باطن میں مشغول ہوئی، جو لوگ قرآن مجید کو حفظ کر لیتے اور کتاب اللہ کے مطالب کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوری طرح سمجھ لیتے تھے اور مجاہدات و ریاضیات کے مراحل کو طے کر کے تعلیماتِ اسلام کا کامل نمونہ بن جاتے تھے اُن کو تبلیغ و دعوت کے لئے

اطراف میں بیچ دیا جاتا تھا، یہ لوگ اصحابِ صفہ کہلاتے تھے، زمانہ باسعادت میں چار سو اصحاب نے فراغت حاصل کی، سوائے کتاب اللہ کے کوئی دوسری کتاب نہ تھی، خلفائے راشدین کے عہدِ خلافت میں بھی یہ سلسلہ جاری رہا، پھر جب اسلام کی روشنی و دروازہ ممالک میں پھیل گئی تو اصحابِ صفہ کے تبعین نے اپنے اپنے ملکوں میں درس و عمل کے ادارے قائم کئے یہ سب لوگ اہل سنت والجماعت کہلاتے تھے اور ایک ہی طریقہ کے پیرو تھے۔

بعض لوگوں نے اہل سنت والجماعت کی کثرت اور داعیانِ اسلام کے فیوض و برکات سے متاثر ہو کر اپنے اداسے جداگانہ قائم کر لئے۔ اشراف و غیرہ سے اپنے مفید مطلب اعمال اخذ کر کے اور کچھ اپنی ذہانت سے خود ساختہ اعمال وضع کر کے راہبانہ طریقہ اختیار کیا، پہلے یہ لوگ اخوان الصفا کے نام سے مشہور ہوئے پھر ان میں آگے چل کر بہت شاخیں ہو گئیں اور ہر شاخ ایک سلسلہ اور ایک طریقہ بن گئی اور اخوان الصفا خاندانوں اور خانوادوں میں منقسم ہو گئے۔

رہبانیت

رہبانیتہ ابتدعوها ما کتبناھا
 علیہم الا ابتعاد رضوان اللہ
 لذات و نعمات سے کنارہ کشی کی بدعت
 خود کھڑی کر لی ہم نے ان کو اس کا حکم

فما دعوها حق سرا عايتها فاتينا
 الذين امنوا منها جرحا
 وكثير منهم فاسقون

نہیں دیا تھا مگر انہوں نے رہنمائی
 اپنی حاصل کرنے کے لئے یہ راہ نکالی
 تھی پھر نباہ نہ سکے ان میں سے جو لوگ
 سچے مومن تھے ان کو تو ہم نے اجر دیا
 اور زیادہ تعداد ان میں فاسق ہی ہیں۔

رہبانیت کی ابتدا یہود سے ہوئی ہے پھر نصرانیوں میں بھی پھیلی۔ رہبانیت
 کا مقصد نفس کشی ہے۔ اس کی تعلیمات میں ہر لذت اور ہر ذمیت کا ترک کرنا اولین
 فرض ہے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض اصحاب کرام نے درخواست
 کی تھی کہ ہم کو بھی راہبانہ طریقوں سے نفس کشی کرنے کی اجازت دی جائے،
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی درخواست سن کر اصحاب کو منع فرمایا
 اور ارشاد فرمایا کہ خود تمہارا تم پر حق ہے۔

ولا تلقوا بايديكم الى التهلكه
 من حرم زينة الله التي اخرج
 بعباده والطيبات من الرزق۔

اور اپنے ہاتھوں خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو
 زینت و آرایش اور پاکیزہ نعمتیں جو اللہ
 نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کی ہیں

ان کو حرام کس نے کیا؟

ترک حیوانات اور ترک لذات و نعمات تو ساحر دہ اور راہبوں کا طریقہ

ہے جس کو بدعت و فسق کہا گیا ہے پس جو چیز بدعت ہو اور جس عمل کا معنی فسق ہو اس سے سوائے ضلالت و گمراہی کے اور کیا حاصل ہو سکتا ہے۔

جو لوگ ذوق و طلب کی بنا پر اپنے اعمال کی اصلاح کے لئے مجاہدات کرتے ہیں اصحابِ طریقت کہلاتے ہیں جب اپنے نامہرو باطن کو اسلامی اخلاق سے آراستہ کر لیتے ہیں اور عقائد و اعمال میں تعلیماتِ قرآن کے مطابق تبلیغِ سنتِ نبوی کا صحیح نمونہ بن جاتے ہیں دعوت و تبلیغ اور ارشاد و ہدایت پر مامور ہوتے ہیں۔

باب چہارم

ردعائیت

علوم اسلامیہ دو قسم ہیں، علم الیقین اور عین الیقین۔ یعنی شریعت اور
 طریقت یا تزکیہ ظاہر اور تصفیہ باطن، دونوں کا حاصل حق الیقین ہے یعنی
 تقرب الی اللہ۔

باطن کی اصلاح ظاہر کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی اس لئے شریعت اور
 طریقت لازم و ملزوم ہیں اور یہی التزام عرف عام میں "ردعائیت" کے نام
 سے موسوم ہے۔

اللہ جل جلالہ کی طرف سے دین اسلام ہی ہے جس کے مکلف روزِ اول سے جملہ بنی نوع انسان ہیں، شریعت کی تعلیمات تو عام ہیں مگر طریقت کے لئے ذوقِ سلیم اور طلبِ صادق شرط ہے، اس لئے ہر شخص مکلف نہیں ہے۔ روحانیت کے شائقین ہر زمانہ میں رہے ہیں اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنے متبعین کو جن میں صلاحیت و استعداد ہوتی تھی روحانیت کی تعلیم دیتے رہے ہیں۔

زمانہ سلف میں جن لوگوں تک انبیا کی دعوت نہ پہنچ سکی ان میں سے جو اہل ذوق و طلب تھے انہوں نے اپنی ذہانت سے حصولِ روحانیت کے طریقے وضع کئے اور خود ساختہ ریاضات سے اپنے باطن کو سزاوارا چنانچہ حکماء کا وہ گروہ جو اشراقین کہلاتا تھا روحانیین میں سے تھا، افلاطون الہی اور سقراط زاہد حکماء اشراقین میں بڑے پایہ کے محقق اور علمبردارِ روحانیت تھے، مگر اس گروہ کی روحانیت کو اسلامی روحانیت سے کوئی تعلق نہ تھا۔

دوسری صدی ہجری میں جب حکماء کی دریافت و تحقیقات سے ذی علم مسلمان واقف ہوئے تو انہوں نے ان علوم کو اپنے اور مسلمانوں کے حق میں مفید خیال کر کے اسلامی سانچے میں ڈھالنا شروع کر دیا۔

حکماء کے دو بڑے گروہ قرار دیئے گئے ایک شائین اور دوسرے اشراقین، بعض علماء نے شائین کا چہرہ اتارا اور اسلامی معتقدات کو عقلی

استدلال سے ثابت کرنے کا بیج پیدا کیا، علم کلام اسی کا نتیجہ ہے۔
 بعض صاحب ذوق علماء نے اشراقین کی پیروی کی اور اسلامی اعمال کو
 اشراقی اصول پر ترتیب دیا، تصوف اسی کا ثمرہ ہے۔
 جب علم کلام اور تصوف کے اصول مرتب ہو گئے تو یہ ایک مکمل علم تصور کیا
 جانے لگا اور دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ نظریات کو اصول اور عملیات کو
 وصول سے موسوم کیا گیا۔

ماہرین علم الاصول نے نظریات کا تصوف نام رکھا جس کا موضوع وجود
 مطلق ہے اور اس میں مراتب سترہ کی بحث ہوتی ہے اور عملیات کو سلوک
 کہتے ہیں جس کا موضوع افعال مکلفین من حیث الالہیہ ہے۔
 سلوک کے طریقے بکثرت ہیں، ہر ایک کی تعلیمات جدا گانہ ہیں۔ ان تعلیمات
 کی ابتدا تو اشراق سے ہوئی ہے، مگر اور بھی ادھر ادھر کے اعمال وقتاً
 داخل سلوک ہوتے رہے ہیں۔ طریقت اسلام سے ان طریقوں کو تعلق نہیں
 ہے۔ اگرچہ صوفیوں نے تصوف اور سلوک کے جملہ طرق کو قرآن و حدیث سے
 ثابت کرنے کی کوشش بیغ کی ہے اور اسی کوشش کا نتیجہ ہے کہ اس کو
 عالمگیر شہرت حاصل ہوئی
 صوفیا کی تین قسمیں ہیں :-

اصحاب اصول، اصحاب وصول، اصحاب فضول۔

(۱) اصحابِ اصول تو وہ لوگ ہیں جو تصوف کے مباحثِ علمیہ میں بہت غلو رکھتے ہیں، بیشتر اصطلاحیں، بے معنی محاورے اور بعید از قیاس استعارے وضع کر لیتے ہیں۔ اس گروہ کو تصوف سے صرف کتابی تعلق ہوتا ہے محض عقلی طبع آزمائیوں کی سعی لا حاصل میں گرفتار ہیں۔

(۲) اصحابِ وصول وہ لوگ ہیں جو اعمال و اشغال میں لگے رہتے ہیں و سانس کو واردات، تخیلات کو تجلیات اور خوابوں کو مکاشفات گمان کرتے ہیں، مظنونات کو اقا اور اصغاث احلام کو الہام جانتے ہیں اور مریدوں کے سامنے بیان کرتے ہیں۔ اس گروہ نے جملہ ادیان و مذاہب کی وہ چیزیں جو روحانیت سے تعلق رکھتی ہیں اپنے طریقہ میں جمع کر لی ہیں۔ اس طبقہ کے بعض فرقوں نے اشراق، یوگ، رہبانیت کے ساتھ سحر و طلسمات کو بھی اپنایا ہے۔

(۳) اصحابِ فضول وہ لوگ ہیں جنہیں تصوف و سلوک کی ہوا بھی نہیں لگی، دنیا کمانے کی غرض سے یا پیرزادگی کی شان کے نباہ کی خاطر صوفیانہ وضع قطع اختیار کر لیتے ہیں۔ ان میں بکثرت وہ لوگ ہوتے ہیں جو زندگی کے بر شعبہ میں ناکامیابیوں کے طمانچے کھا کھا کر کوچہ فصر میں آکر پناہ لیتے ہیں اور اس روپ کو ذریعہ معاش بناتے ہیں۔ ان لوگوں کو عبادات و ریاضت سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا نہ مشاہدات و مجاہدات سے علاقہ، ان کا دار و مدار چند

شجرے، چند مصطلحات صوفیہ، چند تعویذ گنڈے، چند وظیفے حاضران و دست
غیب، چند عملیات تسخیر و حب و بغض چند فالنامے اور چند شعبدوں پر ہے۔
ان اصحاب فصول کی گرم بازاری نے بے چارے اصحاب اصول اور
اصحاب وصول کی دکانیں سرور دی ہیں ان لوگوں نے وہ وہ عجیب ترکیبیں
مخلوق کو پچانسنے کی نکالی ہیں کہ حیرت ہوتی ہے پڑھے لکھے لوگوں تک کو
اپنے جال میں پھانس لیتے ہیں۔

ان لوگوں نے تو اسٹے ٹیلیہ کے تعطل کا نام توکل رکھا ہے۔ خیرات و
صدقات کو فتوح کہتے ہیں۔ عقائد متزلزل و متذبذب، اخلاق تباہ و خراب،
معاملات پراگندہ اور حالات ناگفتہ بہ، اس پر کوئی تو ولایت کا دعویٰ دار
ہے کوئی خوشیت کا، کوئی قطب ہے، کوئی ابدال ہے، کو تو ال سے لے کر
بادشاہ تک کے اختیارات ان کو حاصل ہیں۔

صوفیوں کے مذکورہ تینوں طبقے اور ان کے ذیلی فرقوں کی تمام شاخیں
ارواح مردگان سے فیض رسانی کے قائل ہیں اور حکماء یونان کی تحقیقات یوگیاں
ہند کے معمولات، راہبانہ تعلیمات، اور خود ساختہ طریقوں کے معتقد و پیرو
ہیں، حصول فیض کے لئے ارواح سے ارتباط کے مشاغل و اعمال جداگانہ
ہیں، اصحاب اصول کسی قدر محتاط ہیں اور شرک جلی سے بچتے ہیں صرف شرک
حقیقی پر اکتفا کرتے ہیں، اصحاب وصول شرک جلی سے بھی نہیں چوکتے بلکہ اپنے

مشرکانہ عقائد اور بتدعا نہ اعمال کو قرآن و حدیث سے تاویلات کر کے صحیح ثابت کرتے ہیں۔ رہے اصحاب فضول، یہ لوگ تو اعلانیہ جہت پرستوں اور پجاریوں کی نقل کرتے ہیں، ان لوگوں نے شرک و بدعت اور فسق و الحاد کی ہر قسم کو ہر ممکن اضافہ کے ساتھ اختیار کر رکھا ہے اور تصوف کی روح وہاں ان ہی خرافات کو قرار دے رکھا ہے، اسلام نے جس چیز کو طاغوتیت کہا ہے۔ یہ لوگ اس کو روحانیت کہتے ہیں۔

طریقیت

اسلام کی سچی پیروی جس میں شرک و بدعت اور کفر و الحاد کا کوئی ثابہ بھی نہ ہو طریقیت ہے، شریعت اور طریقیت میں عام و خاص کی نسبت ہے طریقیت میں ہر قسم کا شر اور ہر طرح کی بدی فسق ہے، روحانیت کا مفہوم ہے خیر مجسم ہو جانا۔

جب کوئی شخص برائیوں سے بالکل پاک ہو جاتا ہے تو روحانیت کے لطائف منکشف ہوتے ہیں، ناویدہ ہستیاں مانوس ہوتی ہیں اور باطنی قوتی ابھر آتے ہیں اور شرافت انسانی کا راز کھل جاتا ہے۔

انسان میں جو باطنی قوتی قدرت نے ودیعت فرمائے ہیں وہ نیکی سے ابھرتے ہیں، نیکی ایک بہت بڑا مجاہدہ ہے، انسان کا قلب ایک آئینہ ہے

جو بدی سے مکدر اور نیکی سے مصعفی ہو جاتا ہے۔

باطنی قوی کچھ دل سے تعلق رکھتے ہیں کچھ دماغ سے تعلق رکھتے ہیں،
قوائے قلبی نیکی سے ابھرتے ہیں اور قوائے دماغی قدرت کی بنیادوں پر
غور و فکر کرنے سے روشن ہوتے ہیں۔ اگر کوئی شخص صرف غور و فکر سے کام لے
تو دماغ کے درتپے کھل جائیں گے اور کوئی نئی چیز ظہور میں آئے گی خواہ از قسم
اشیاء و آلات یا از قسم مسائل و فنون۔

اگر کوئی شخص صرف نیکی یعنی کارہائے خیر ہی کرتا رہے تو ضبط و استقلال
کے وصف کے ساتھ ایک سرور و شادمانی پیدا ہوگی۔ اگر کوئی شخص خیر و نیکوئیوں
کو اپنا معمول بنائے اور اس کے اسلام میں کوئی خامی نہ ہو تو اسے وہ نعمتیں حاصل
ہوتی ہیں اور وہ چیزیں پیشتر ہوتی ہیں جو اس راہ کے مسافروں کے لئے
مخصوص ہیں۔

روحانیت کی غرض و غایت اور تمام عبادات و ریاضات کا حاصل معرقت
الہی اور تقرب الی اللہ ہے جس شخص کے دل میں شرک و بدعت کی خیف کا
جھلک بھی ہوگی یا کفر و الحاد کا شائبہ بھی ہوگا وہ کبھی منزل مقصود تک نہیں
پہنچ سکتا، اس لئے ضروری ہے کہ وہ حقیقتیں بیان کر دی جائیں جن پر
شرک و الحاد کی شناخت مبنی ہے۔

(۱) حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کاہنوں کا تعذیب کیا تھا وہ

اللہ کے قائل تھے اور اقرار کرتے تھے کہ وہی خالق، رازق اور مدبّر ہے مگر یہ اقرار ان کو زمرہ اسلام میں داخل نہیں کرتا تھا۔

قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ
 مَنْ يَبْلُغُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ
 وَمَنْ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ
 يُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ
 يَدْبُرُ الْأَمْرَ ط فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ
 فَقُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ ۝

پوچھو کہ تم کو آسمان اور زمین سے کون
 روزی دیتا ہے، کان اور آنکھ کس کے
 قبضہ میں ہیں، کون مردہ سے زندہ
 اور زندہ سے مردہ نکالتا ہے اور کون
 دنیا کا انتظام چلاتا ہے تو بے تامل کہیں گے
 کہ اللہ، کہو کیا تم اس اللہ سے نہیں

ڈرتے؟

(۲) کفار عرب اولیاء کی پرستش کو قرب الہی اور شفاعت کا ذریعہ تصور کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ اولیاء کی بندگی سے اللہ ملتا ہے۔

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ
 مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ
 زُلْفَىٰ إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ بِمَا
 هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۗ إِنَّ اللَّهَ
 لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ كَاذِبٌ كَفَّارٌ

جو لوگ اللہ کے سوا اور ولیوں کو مانتے
 ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اس لئے ان کی
 نیاز کرتے ہیں کہ اللہ کے قریب ہم
 کو پہنچا دیں گے، اللہ ان کے اس اختلاف
 کا فیصلہ کرے گا۔ اللہ ایسے جھوٹے منکر
 کو نیک راہ نہیں دکھاتا۔

وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا
يَنْصُرُهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ
هُوَ لَاحُ شَفَعَا تَشَاءُ عِنْدَ اللَّهِ طَقُلُ
أَتَتَّبِعُونَ اللَّهَ بِنَا لَا يَحْلُدُ فِي
السَّمَوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ ط
بُحَانَهُ وَتَعَالَى عَنَّا يَشْرِكُونَ ۝

بعض لوگ اللہ کے سوا ایسوں کی نیاند
کرتے ہیں جو انہیں نہ نقصان پہنچا سکتے
ہیں نہ نفع اور کہتے ہیں کہ یہ تو اللہ کے
یہاں ہمارے سفارشی ہیں کہو کیا تم
اللہ کو آگاہ کرتے ہو۔ کیا اس کو زمین
آسمان کی خبر نہیں؟ اللہ ان لوگوں کے
ایسے مشرکانہ اعتقاد سے پاک و برتر
ہے۔

(۲) اگلے زمانہ کے شرکین کا یہ طریقہ تھا کہ وہ راحت اور کشادگی میں اللہ
کے سوا اوروں کی بندگی کرتے تھے مگر مصیبت اور تنگی میں صرف اللہ کو یاد
کرتے تھے اور اسی سے امداد طلب کرتے تھے۔

وَإِذَا سَأَلَكَ بِرَأْفِي الْفُلْتِ دَعَا اللَّهَ
مُخْلِصِينَ لَهُ الْوَايِنَ فَلَمَّا أَمَّاهَد
إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُونَ ط

جب کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو بچے
دل سے اللہ کو یاد کرتے ہیں پھر جب
بسلامت کنارے پہنچ جاتے ہیں تو

شکر کرنے لگتے ہیں

لَا يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلَائِكَةَ
وَالنَّبِيِّينَ أَرْبَابًا أَيَأْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ

اللہ تم کو یہ کبھی حکم نہ دے گا کہ تم
فرشتوں اور پیغمبروں کو قابل پرستش

يَعْدَاذِ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ط

و بندگی مانو، کیا مسلمان ہونے کے بعد وہ
تمہیں کفر کرنے کو کہے گا؟

انسانوں میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو
دوسری ہستیوں کو اللہ کا ہم پلہ بنا لیتے
ہیں، وہ انہیں اس طرح جابنہ لگتے
ہیں جس طرح کہ اللہ کو پناہنا ہوتا ہے۔
حالانکہ جو لوگ ایمان والے ہیں ان کی
تو زیادہ سے زیادہ محبت صرف اللہ ہی
کے لئے ہوتی ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَن يُخِذُ مِن دُونِ اللَّهِ
أَنذَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ ط
وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ ط

مذکورہ حقیقتوں کو ذہن نشین کر کے اپنے اعتقادات کی تصحیح کرنی چاہئے

طاغوتیت

طاغوتیت سے مراد قبر پرستی ہے۔
قبر پرستی کا بہت پرانے
زمانوں سے وجود چلا آتا ہے اور تمام گزشتہ امتوں میں اس طاغوتی عقیدہ
کے لوگ موجود رہے ہیں۔

ہم نے ہر ایک شیخ رسول بھیجا کہ اللہ ہی
کی عبادت کرو اور قبر پرستی سے باز رہو

فَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا لِّئَلِ
اعْبُدُوا اللَّهَ مَا جَاءَهُم بِالطَّاغُوتِ

قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ
يَكْفُرْ بِالْإِطْعَامِ غَوِيًّا وَبِالَّذِي
فَقَدْ آمَنَّا بِهَا بِالْحَقِّ وَالْوَقْفِ
لَا نَفْعَ لَهَا وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ

گراہی سے ہدایت الگ ظاہر ہو چکی،
پس جو کوئی قبر پرستی سے متفرکے ساتھ
دور بھاگے اور اللہ و وحدہ لا شریک لہ پر
ہی ایمان رکھے تو گویا اس نے ایک
مضبوط رسی تھام لی جو کبھی ٹوٹنے والی
نہیں ہے، اللہ ہی ہر فریاد کو سنتا ہے
اس کے سوا کوئی اور فریاد کا سننے والا
نہیں اور اللہ ہی دلوں کے سب ارادے
جانتا ہے، کوئی دوسرا دلوں کا حال
جاننے والا نہیں،

تم مرے لوگوں کو اپنی پکار نہیں سنا
سکتے اور تم مردوں کو پکارو تو وہ تمہاری
پکار نہیں سنتے نہ تمہاری دعا قبول کر سکتے
قیامت کے دن وہ تمہارے اس مشرک
فعل پر نفرت کا اظہار کریں گے:

جو قبروں میں ہیں وہ تمہاری کوئی بات
نہیں سن سکتے۔ ماسوا اللہ کو نہ پکارو

إِنَّكَ لَا تَسْمَعُ السَّمَوَاتِ إِنَّ
تَدْعُوهُمْ وَلَا يَسْمَعُونَ أَدْعَاؤَكُمْ
وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ
وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ
بِشْرِكِكُمْ
وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّن فِي الْقُبُورِ
لَا تَدْعُ مِنْ قُورٍ اللَّهُ مَا لَا

يَنْفَعَاكَ وَلَا يَضُرُّكَ أَلَيْسَ اللَّهُ
بِكَافٍ عَبْدًا ۝ وَيَخْرِقُونَكَ
بِالَّذِينَ مِنْ دُونِهِ ۝ وَمَنْ يُضِلِلِ
اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ۝ أَفَغَيَّبُوا
اللَّهُ تَنْتَقُونَ ۝

جو تمہارا نفع و نقصان کچھ نہیں کر سکتے
کیا اللہ اپنے بندوں کو کافی نہیں اور یہ
گمراہ لوگ، تم کو ماسوی اللہ سے ڈراتے ہیں
(تاکہ تم جن ارواح مردگان سے خوفزدہ
ہو کر مثل ان گمراہوں کے قبر پرست ہو جاؤ
جس کو اللہ گمراہ کرے اس کا کوئی ہادی
نہیں) جیسا کہ ان طاغوتی لوگوں کا حال
ہے، کیا تم ماسوی اللہ سے ڈرتے ہو؟

تم ہرگز ان طاغوتی لوگوں کی باتوں پر توجہ نہ کرو۔

يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ
هُوَ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عِنْدَ اللَّهِ
يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَ لِيُذَلَّلَ
مَنْ يَشَاءُ اللَّهُ مِنْ دُونِ اللَّهِ
وَلِيُخَيِّرَ
مَنْ يَشَاءُ اللَّهُ مِنْ دُونِ اللَّهِ
وَلِيُخَيِّرَ

یہ تو ماسوا اللہ کی عبادت کرتے ہیں
اور کہتے ہیں کہ یہ ارواح مردگان اللہ
کے بہاں ہمارے سفارشی ہیں۔

حالانکہ اللہ کے سوا کوئی حامی نہیں نہ
کوئی سفارشی ہے۔

مَنْ يَشَاءُ اللَّهُ مِنْ دُونِ اللَّهِ
وَلِيُخَيِّرَ
مَنْ يَشَاءُ اللَّهُ مِنْ دُونِ اللَّهِ
وَلِيُخَيِّرَ

اللہ کے سوا کوئی معین و مددگار نہیں
پس جو چاہے اپنے پروردگار کی راہ اختیار
کرے کہ یہی سیدھی راہ ہے۔

قبر پرستی کا اعتقاد کفر ہے جو لوگ اس عقیدے کو دوست رکھتے ہیں
 ان کو یہ عقیدہ ایمان کی روشنی سے نکال کر کفر کی تاریکیوں میں ڈالتا ہے۔
 وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَوْلِيَاءَهُمُ الطَّاغُوتُ يُخْرِجُونَهُمْ مِنَ
 الْمَسْجِدِ إِلَى الظُّلُمَاتِ ط

مقبروں اور مزاروں پر چلے کش ہونا، غتیں ماننا، چڑھاوے چڑھانا یا اور
 اسی طرح کی حرکات کرنا سب کفر ہے اور اہل قبور کو حاجت روا سمجھنا شرک ہے۔
 قبروں پر نذر و نیاز کرنا بدعت ہے۔ یہ کہنا کہ ہم تو محض تعظیم کرتے ہیں تاویل اور
 حیلہ ہے، کفار عرب اور دیگر امتوں کے قبر پرست بھی ایسی ہی تاویلیں اور حیلے
 کیا کرتے تھے۔

قبروں پر مراقبے کرنا، وظیفے پڑھنا اور مشق تصورات کرنا سراسر عنلا لیت و
 گمراہی ہے اور یہ کہنا کہ ہم کو مکاشفات ہوتے ہیں اور انوار نظر آتے ہیں اور
 کیفیات پیدا ہوتی ہیں یہ سب محض ڈھونگ ہے اس

کی حقیقت یہ ہے کہ سرنگوں، بیٹھنے سے خون کی گردش و روانی میں ایک غیر
 معمولی حرکت ہوتی ہے جس سے اجزات آنکھوں کے پردوں میں آکر کبھی روشنی
 کبھی دھواں دھار اندھیرا پیدا کر دیتے ہیں ان بخارات کا نام صوفیہ کی اصطلاح
 میں کیفیات اور عوام کی اصطلاح میں فیوض و برکات ہے۔ ان بخارات میں کبھی
 کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ ہمہ و متخیلہ اشکال و صورت پیدا کر دیتا ہے یا کبھی شیطان

تصرف کر کے کوئی جلوہ دکھا دیتا ہے۔ کشف اسی کا نام ہے طاغوتی مکاشفات
کی حقیقت بس اسی قدر ہے جو بیان کی گئی،

حیاتِ شہدا

عام عقیدہ ہے کہ شہید زندہ ہیں اور کھاتے پیتے ہیں اور جو کچھ نذر و نیاز
میں کھانا پینا پیش کیا جاتا ہے وہ اُن تک پہنچتا ہے۔
صرف جہاد فی سبیل اللہ میں جو لوگ شہید ہوئے اُن کی نسبت ارشاد
ہے کہ اللہ کے حضور میں زندہ ہیں اور رزق پاتے ہیں

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قَاتَلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ
أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءُ - عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرِزُونَ
اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوئے
اُن کو مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے
رب کے پاس رزق پاتے ہیں۔

کتاب ابو داؤد میں حدیث ابن عباسؓ ہے :-

جو لوگ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے مارے گئے اُن کی رُو میں سبز پرندوں
کے جوٹ میں زیرِ عرشِ منہری قندیلوں میں ہیں اور نعمائے جنت سے انہیں
رزق ملتا ہے۔

قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے بس اسی قدر معلوم ہوتا ہے کہ شہدا زندہ
ہیں سبز پرندوں کے جوٹ میں منہری قندیلوں میں زیرِ عرش ہیں اور نعمائے جنت

سے رزق ملتا ہے

یہ بات تو کہیں سے بھی ثابت نہیں ہوتی کہ وہ مثل ہمارے زندہ ہیں اور اپنی قبروں میں موجود ہیں اور نذر نیا زکا کھانا پینا مثل ہمارے کھاتے پیتے ہیں اور نذر نیا زکرنے والوں کو فیض پہنچاتے ہیں، ان کی فریادیں سنتے ہیں، ان کی حاجت براری کرتے ہیں اور اگر زیادہ خوش بوئے تو اپنے پرستاروں سے ملاقات بھی کرتے ہیں۔

ارواح سے فیض رسانی کا عقیدہ غیر اسلامی ہے جو اطرافِ عالم کے نو مسلم اپنے ساتھ لاتے ہیں یہ عقیدہ شرکِ جلی ہے۔

اور اس سے زیادہ گمراہ کون ہے جو
اللہ من لا یستجیب لہ الی یدوم
جو قیامت تک بھی اس کی فریاد نہیں سن
القیامۃ وہم عن دعائہم
سکتے اور وہ فریاد خواہوں سے بے خبر
غافلون ۵ واذ احشر الناس
ہیں اور جب لوگ اٹھائے جائیں گے
کانوالہم اعداء وکانوا
تو وہ ان فریاد خواہوں کے دشمن ہو
بعبادتہم کافرین ۵
جائیں گے اور ان کی نذر و نیاز سے
انکار کریں گے۔

وہ سب مرنے والے جو اس دنیا کی ظاہری زندگی ختم کر چکے اگر شہید ہیں

تو اپنے رب کی حضور میں حاضر ہیں اور حیاتِ جاودانی حاصل کر چکے اور اگر غیر شہید ہیں تو بزرخ میں ہیں۔

ہماری نذرو نیاز، ہمارے مراقبات اور وظیفہ خوانی سے بے خبر ہیں، نہ تو ہماری فریاد سن سکتے ہیں، نہ فریاد رسی کر سکتے ہیں۔

قل ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِهِ
فَلَا يَسْتَجِيبُونَكَ
عَنْكُمْ وَلَا يَحْتَمِلُونَ
كَلِمَةً كَلِمَةً
کہہ دو کہ جن کو تم نے اللہ کے سوا فریاد رسی اور فیض رسان مان رکھا ہے ان کو پکارو، وہ نہ تو تمہاری مصیبت کو دور کر سکیں گے نہ ٹال سکیں گے۔

جب آیاتِ کلام اللہ سے صاف صاف ثابت ہو رہا ہے کہ ارواح مرگان خواہ وہ شہید ہوں یا غیر شہید نہ تو ہماری فریاد سن سکتے نہ ہماری حاجت براری کر سکتے نہ ہمارے حال سے آگاہ و خبردار ہو سکتے نہ ہمیں کوئی فیض پہنچا سکتے تو پھر ہمارے وہ سب اعمال و افعال جن کو ہم نے روحانیت کا لقب دے رکھا ہے محض طاغوتیت اور کھلا ہوا شرک ہیں۔

حاجت روا، مشکل کشا، اور فریاد کا سننے والا اللہ کے سوا کوئی نہیں۔

ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِهِ
فَلَا يَسْتَجِيبُونَكَ
عَنْكُمْ وَلَا يَحْتَمِلُونَ
كَلِمَةً كَلِمَةً
اللہ کے سوا جن کو تم حاجت روا اور مشکل کشا سمجھ کر پکارتے ہو وہ تمہاری تکلیف دور کرنے یا اس میں تخفیف

کرنے کا اختیار ہی نہیں رکھتے۔

اللہ کے سوا جن کو تم پکارتے ہو
وہ تم ہی جیسے بندے ہیں اگر تم
سچے ہو تو ان کو پکارو اور وہ تمہاری
دعا قبول کریں۔

جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو کسی
چیز کے بھی خالق نہیں خود مخلوق ہیں
مردہ ہیں زندہ نہیں اور یہ بھی نہیں جانتے
کہ کب اٹھائے جائیں گے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
عِبَادٌ اَمْثَلُكُمْ فَاَدْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِیْبُوْا
لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ

وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُوْنَ
اَمْوَاتٌ غَيْرٌ اَحْيَاءُ وَمَا يَشْعُرُوْنَ
اِيَّانَ يَمْعَشُوْنَ -

عکس

ماسوی اللہ کی پرستش کا ذوق کچھ ایسی لذت کے ساتھ شیطان نے قلوب
میں اتقا کیا کہ اچھے اچھے عتشرع لوگ بھی کسی نہ کسی طرح شخص پرستی کے جذبہ
کے گرویدہ ہیں۔ چنانچہ ہزارات اولیاء اللہ سے فیض رہنمائی اور قبور بزرگان
پر نیاز و فاتحہ خوانی کی برکات کے قصے بڑی مسرت و دلچسپی کے ساتھ بیان
کئے جاتے ہیں اور بار بار قسم قسم کے استفسارات سے قبر پرستی کے ہوا کی
راہیں تلاش کی جاتی ہیں بعض سنجیدہ اور دیندار طبائع تو مدلل جواب دہندے ہیں

ہو جاتی ہیں مگر بعض قلوب کی تسلی نہیں ہوتی۔ سب سے زیادہ تقاریب عرس کی افلوت و برکت پر زور دیا جاتا ہے اور اس رسم کی خصوصیت و اہمیت بڑے بڑے شدد مد سے روشنی ڈالی جاتی ہے بعض شائقین طریقت بھی تقاریب عرس کی گرما گرمی دیکھ کر اس کو روحانیت کے لوازمات سے متعلق چیز سمجھتے ہیں۔

اسلاف کی محبت، اُن کی عظمت، اُن کے تذکرے، اُن کے کارنامے اُن کے وصایا نصائح ہمارے لئے مشعلِ راہ ہو سکتے ہیں، بزرگوں کی یاد تازہ رکھنے کے لئے اُن کی کوئی یادگار قائم کرنا بھی چنداں بُھا نہیں ہے مگر اُن کی ارواح کو زندہ اعدائی قبور میں موجود و حاضر یقین کر کے حصولِ فیض اور حاجت برآری و مشکل کشائی کے لئے مشرکانہ و طردانہ رسوم اختیار کرنا نہ صرف کفر مرتکب ہے بلکہ دین کے ساتھ دنیاوی زندگی کی بھی تباہی کا باعث ہے۔

شائقین طریقت کو یہ بات اچھی طرح ذہن نشین رکھنی چاہئے کہ غیر اللہ کی پرستاری خواہ وہ کسی شکل میں ہو انسان کو ذنی الطبع، پست ہمت، سست و کابل اور متاثر بنا دیتی ہے۔ خود اہتمامی، اولوالعزمی، جذبہ ایشارد قربانی اور جوہر شجاعت مفقود ہو جاتے ہیں۔ ایک خوفزدہ حیوان کی سی حالت ہو جاتی ہے اور ایک مٹوئی سی چھائی رہتی ہے۔

مسلمان جب تک ایک وجہ لاشریک حی بالیقوم ذات کے پرستار ہے

زندگی اُن پر لہراتی رہی اور زندگی کی جولانیاں منڈلاتی رہیں، جب مسلمان نے اُس زندہ وقائم ہستی کو چھوڑ کر مردوں سے پرستش کا رشتہ جوڑا تو مُردنی پھانے لگی اور آج پوری قوم پر موت کی گھٹائیں منڈلا رہی ہیں اگر اب بھی ہوش نہ آیا تو موجودہ مسلم قوم کا مردہ ہو جانا کچھ بعید نہیں، کیونکہ مُردہ پرست قومیں ایک دن خود مُردہ ہو جاتی ہیں۔

اسلام تو جب سے انسان وجود میں آیا موجود ہے اور جب تک انسان کی نسل دُنیا میں باقی ہے اسلام موجود رہے گا کیونکہ اسلام ایک زندہ مذہب ہے اور زندگی بخش ہستی کا پسندیدہ ہے۔

ان الدین عند اللہ الا سلام بے شک اللہ کے نزدیک دین اسلام ہی ہے۔

ومن یتبع غیر الاسلام دینا جو کوئی اسلام کی تعلیمات کے خلاف دوسرے طریقوں کو اختیار کرے تو وہ قتل یقبل منہ مقبول نہیں۔

آج مسلمان قوم تقریباً دُنیا کے ہر حصہ میں ادا بار و تنزل، ذلت و نکبت، اور پستی کی انتہائی بھیانگ تاریکیوں میں گھنسی ہوئی ہے باوجود پیہم خدا بوں کے مُردہ پرستی سے باز نہیں آتی بلکہ اپنی نجات کا باعث ہی مُردہ پرستی کو سمجھتی ہے اس لیے موجودہ قوم کے اب کچھ زیادہ عرصہ تک زندہ رہنے کا امکان معلوم نہیں ہوتا

ان یكون قد اقترب اجلهم
 اولایہم وہ انہم یفتنون فی کل
 عامرة او مرتین ثم لا یتوبون
 ولا ھم یدکرون ۰
 اولویر وکم اھلکنا قبلہم
 من قرین مگنا ھم فی الارض
 مالہم سمکن لکم و امر سلنا
 السماء علیہم من نرا سرا
 وجعلنا الانہار عجری من
 تحتہم فاھلکنا ھم بذنوبہم
 وانشاننا من بعدہم قرناً
 اخیرین ۰

شاید کہ ان کی موت قریب آگئی ہے
 کیا نہیں دیکھتے کہ ہر سال ایک یا دو
 بار آفت میں پڑتے ہیں پھر بھی نہ توبہ
 کرتے ہیں نہ سبق حاصل کرتے ۔
 کیا نہیں دیکھتے کہ ہم پہلے کتنی قوموں کو
 ہلاک کر چکے ہیں ہم نے انہیں وہ شوکت
 عطا کی تھی جو تمہیں نصیب نہیں ہم ان
 کے کھیتوں پر مو سلا دھا رہا بارشیں برساتے
 تھے اور ان کے لئے صاف شفاف
 پانی کی نہریں بہتی تھیں جب انہوں نے
 گمراہی اختیار کی تو ہم نے انہیں ہلاک
 کر دیا اور ان کا وارث دوسری قوم
 کو بنا دیا ۔

وہ مقدس کلام جس نے عرب کی کاپاپلیٹ کر دی تھی جسے سن کر ہر شخص
 متاثر ہو جاتا تھا آج اسی پاک کلام کی آیات پیش کی جاتی ہیں مگر کوئی ٹس سے
 مس نہیں ہوتا اس کا کیا سبب ہے ؟
 اس کا سبب یہ ہے کہ جو لوگ کلام الہی سے متاثر ہوتے تھے ان میں

زندگی کے آثار باقی تھے، جن لوگوں میں زندگی کے آثار باقی نہ رہے تھے۔ وہ زمانہ باسعادت میں بھی متاثر نہ ہوئے اور ہلاک ہو گئے۔

آج قرآن کو ماننے والے خود قرآن کو بالائے طاق رکھے ہوئے ہیں۔ اگر ان کے سامنے آیات قرآنی پیش کر دو تو متاثر نہیں ہوتے بلکہ قرآن حکیم کے مقابلہ میں وہ من گھڑت اقوال جو مشہور بزرگوں کی طرف منسوب کر رکھے ہیں۔ قبر پرستی کے جواز کے لئے پیش کرتے ہیں اور ساتھ ہی مقبروں اور روجوں سے فیض رسی کے چند فرضی قصے بھی بڑے شد و مد سے بیان کر ڈالتے ہیں۔ ان لوگوں میں بھی زندگی کے آثار ختم ہو چکے ہیں۔

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ
مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ
مُرْتَدِّفِيْنَ -
وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ
قَالُوا بَلْ نَطِيعُ مَا آتَيْنَا عَلَيْهِ آجَامًا
أُولَئِكَ كَانُوا لِبِآبَاءِهِمْ لَا يَعْقِلُونَ
شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ -

جو لوگ اولیاء کے بجاری ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم تو اولیاء کے پرستار اس لئے ہیں کہ یہ ہم کو اللہ تک پہنچا دیں گے اور حیب ان سے کہو کہ جو کچھ اللہ نے حکم دیا ہے اس کی پیروی کرو تو کہتے ہیں نہیں بلکہ ہم تو اس کی پیروی کریں گے جس پر عمل کرتے ہم نے اپنے باپ دادا کو دیکھا ہے، چاہے ان کے باپ دادا کچھ بھی نہ سمانتے ہوں اور بدایت یافتہ

ہوں۔

ان الذین کفروا بعد ایمانہم شد از داؤد اکفرا لمن تقبل کفر میں بڑھتے جائیں اللہ ان کی توبہ قبول نہیں کرے گا۔

جن لوگوں میں زندگی کے کچھ آثار باقی ہیں اگر وہ چاہیں تو کلام الہی اور ارشاد نبوی سے ہدایت حاصل کر سکتے ہیں۔

زماۃ باسعادت میں عرس کی رسم نہیں تھی، خلفائے راشدین، تابعین اور تبع تابعین کے بھی بہت عرصہ دراز تک اس رسم کا رواج نہیں تھا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات سے چند روز قبل ارشاد فرمایا کہ جب کوئی نبی مر جاتا ہے تو لوگ اس کے مقبرہ کو عبادت گاہ بنا لیتے ہیں۔ قیامت کے دن یہ لوگ اللہ کی حضور میں بدترین حالت میں پیش ہوں گے۔ حالت مرض میں بار بار اس کا اعادہ فرماتے تھے چنانچہ عین کرب کی شدت میں بھی جب کہ کبھی چادر منہ پر ڈال لیتے تھے اور کبھی آلٹ دیتے تھے جو چیز سب سے زیادہ پیش نظر تھی، یہی تھی اور زبان مبارک سے جو الفاظ بار بار نکلتے تھے یہی تھے :-

”ان پر اللہ کی لعنت ہو جنہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو

عبادت گاہ بنا لیا۔“

اللہ اعلم بالصواب والصلوة والسلام کا رتبہ مجملہ بنی نوع انسان سے افضل و اشرف

مسلم ہے۔ جب انبیاء کی قبور کو عبادت گاہ بنانے والوں پر لعنت بھیجی گئی تو دیگر بزرگوں کی قبور کو درگاہ کا لقب دے کر عبادت و مراقبات کا مرکز بنانے والوں کی نسبت کیا کہا جائیگا؟ اور جب انبیاء جیسی حلیل القدر ہستیوں کے مقابر پر عبادت کرنے والے قیامت کے دن اللہ کے حضور میں بدترین حالت میں پیش ہوں گے تو پھر یہ لاکھوں قبور بزرگان پر چڑھاوے چڑھانے والے اور غتیں ماننے والے اور وظیفے پڑھنے والے اور طلبے کی تھاپ پر تھرکنے والے کس حالت میں پیش ہوں گے؟

ایک موقع پر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں ارشاد فرمایا

تھا۔

”جب کوئی نبی مبعوث ہوتا ہے تو کچھ لوگ اس پر ایمان لاتے اور اس کی اتباع کرتے ہیں۔ پھر ان کے بعد ایسی نسلیں آتی ہیں جو وہ کام کرتی ہیں جن کا انھیں حکم نہیں دیا گیا“

اکثر خطبات میں یہ ارشاد ہوتا تھا۔

”بہترین بات اللہ کا کلام ہے اور بدترین امور نئی باتیں ہیں

اور بری بات گمراہی ہے“

ایک موقع پر مجمع میں ارشاد ہوا۔

”بنی اسرائیل کا کام عمدہ طریق پر چل رہا تھا پھر جب جہاد کے

قیدیوں کی اولاد ان میں بہت بھیاں گئی تو انہوں نے جو باتیں ان قیدیوں کے دین میں تھیں ان پر قیاس کر کے ان چیزوں کو وضع کرنا شروع کر دیا جو خود اپنے دین میں نہ تھیں پس خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔

تم لوگ بھی انکلوں کی روش پر ضرور چلو گے۔

چنانچہ حسب الارشاد ایسا ہی ہوا کہ چند صدیاں گزرنے کے بعد مسلمانوں نے دیگر ادیان و مذاہب سے اخذ کر کے وہ چیزیں اپنے طریقہ میں داخل و شامل کر لیں جن کا اسلام سے کوئی دور کا بھی واسطہ نہیں انھیں محدثات و بدعات میں سے ایک عرس بھی ہے۔ اب چونکہ یہ رسم رائج ہی ہو چکی ہے اور اس تقریب کو دھوم دھام سے منایا بھی جاتا ہے اس لئے اس کا مسرود ہونا تو بظاہر کچھ محال سا معلوم ہوتا ہے البتہ اگر غیر معمولی سعی سے کام لیا جائے تو اس کی اصلاح ہو کر یہ ایک مفید چیز بن سکتی ہے۔ بجاٹے طلبہ سارنگی کے مجالس کے صرف محافل و عطا منعقد کی جائیں جن میں داعین و مبلغین کو مدعو کیا جائے اور مواظفہ حسنہ لوگوں کو منائے جائیں، موثر و دلنشین پیرائے میں حق پرستی کا جذبہ بڑھایا جائے اور رفتہ رفتہ مشرکانہ رسوم کی اصلاح کی جائے جیسے غسل قبر کی رسم، غلافِ قبر کی رسم، صندل کی رسم، طواف و سجدہ کی رسم، حلقہ کی رسم اور اسی طرح کی چھوٹی بڑی مشرکانہ رسمیں ترک کر دی جائیں، چونکہ ان رسوم سے آمدنی

خوب ہوتی ہے اس لئے سجاوہ نشین اور مہا ورین ان رسموں کو بہت ہی مشکل سے پھوڑیں گے۔

اگر سر پر آوردہ اور معتدہ لوگوں کی ماسعی سے ایک ایسا ادارہ قائم ہو جائے۔ جو سارے ملک کی ان تمام درگاہوں کو جہاں تقاریب عرس منائی جاتی ہیں۔ اپنی نگرانی میں لے لے تو پھر شرک و بدعت اور فسق و الحاد کی ہمہ گیری اور اس کے عذاب سے سادہ لوحوں کو بچایا جاسکتا ہے اور بہر اصلاح ہو سکتی ہے۔

توحید

دین کی بنیاد اور ایمان کی اساس توحید ہی ہے یعنی ۔ لا شریک معبود کو اپنا رب ماننا۔

قال الله لا تتخذوا الٰہین اثین
انما هو الٰہ واحد

اللہ نے فرمایا ہے کہ وہ معبود نہ بناؤ
اللہ تو یکتا و اکیلا ہی ہے۔

وهو الذی فی السماء الٰہ دنی
الارض الٰہ

اور وہی ہے جو آسمان و زمین میں معبود ہے۔

اگر تم نے عابدانہ عجز و نیاز کے ساتھ کسی دوسری ہستی کے سامنے سر جھکا یا تو تم بھی ان میں سے ہو جاؤ گے جو اللہ پر ایمان ظاہر کرتے ہیں اور شرک الٰہی کرتے جاتے ہیں، تمام عبادات و اعمال صرف اللہ تک تعالیٰ ہی کے لئے ہونے چاہئے۔

اگر تم نے اپنی دعاؤں اور عبادتوں میں کسی دوسری ہستی کو خواہ وہ نبی ہو یا ولی شریک کر لیا جیسا کہ اہل سلوک و تصوف کا طریقہ ہے تو گویا تم نے توحید کا اعتقاد و برہم و برہم کر دیا اور تم اتقا کے دائرہ سے نکل گئے۔

اُس کی الوہیت و ربوبیت میں کوئی شریک نہیں، اُس کا کوئی وزیر و مشیر نہیں، وہ ہر چیز پر قادر ہے، ہر چیز کا دانائے حال ہے، خالق کائنات ہے اور وہ تمام صفات جن کے ساتھ اُس کا وصف کیا گیا ہے سب اُسی کی ذات یکتا کے لئے ہیں، وہ ان صفات کا محتاج نہیں ہے بلکہ یہ تمام صفات اُسی کے ساتھ قائم بالذات ہیں۔

رسالت

چونکہ احکاماتِ الہی حضرت انبیاء علیہم السلام کے توسط سے ہم کو ملے ہیں اس لئے اُن کی نبرت پر ایمان لانا ضروری ہے، جو شخص صرف توحید پر اکتفا کر کے اپنے خود ساختہ طریقوں سے عبادت کرے اور انبیاء کی ہدایت سے گریز کرے اُس پر ملائکہ اعلیٰ کی لعنت بجا کرتی ہے اور شیاطین اُس کے راہنما ہو جاتے ہیں، نبی کا اتباع ضروری ہے کہ بغیر اُن کی اتباع کے راہِ راست نہیں ملتی۔

نبوت و رسالت بہت بڑا مرتبہ ہے۔ اللہ جل جلالہ اپنی رسالت و نبوت

کے لئے کسی فردِ خاص کو منتخب نہ کرتا ہے۔

اللہ اعلمُ حَیثُ یجعلُ رِسلَہُ ۝ اللہ ہی جانتا ہے کہ کس جگہ اپنی رسالت رکھے۔

ہر چند کہ انبیاءِ خواص بشری رکھتے ہیں پھر بھی ان کا مرتبہ تمام بنی نوع انسان سے بہت بلند ہوتا ہے۔

نبوت و رسالت کے لئے کوئی برگزیدہ اور بزرگ ترین انسان پیدا فرمایا جاتا ہے جس میں بشری خواص کے ساتھ ملکی اوصاف بھی ہوتے ہیں۔

لقد آرا سننا مرسلنا بالبینات ہم نے اپنے رسولوں کو خاص نشانوں کے ساتھ بھیجا

رسولوں پر ایمان لانے اور ان کی اطاعت و اتباع کے یہ معنی ہیں کہ ہم ان کو سچا سمجھیں اور ان کی سچی پیروی کریں نہ یہ کہ خود پیغمبروں کو مختار گل سمجھ کر ان کی نذر نیا ز کرنے لگیں۔

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يَقُولَ اِنَّهُ سَمِعَ مِنَ اللّٰهِ الْكَلِمَۃَ ۝ کسی بشر کو یہ زبیا نہیں ہے کہ اللہ سے کتاب و حکم و نبوت بخشے پھر وہ لوگوں سے کہے کہ تم اللہ کے ساتھ میرے بی

پوستار ہیں جاؤ۔

انبیاءِ حاجت روا اور مشکل کشا نہیں ہیں۔

ہیں۔ اس لئے بندوں کے بہت بڑے شفیق اور محسن ہیں۔ پس بندوں کا فرض ہے کہ ان کے بتائے ہوئے راستہ پر چلیں اور ان پر درود و سلام بھیجتے رہیں۔

وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ
 اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يَكْتُوْنَ
 عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا
 صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا
 اور سلام سب رسولوں پر
 بیشک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر
 درود بھیجتے ہیں اسے ایمان والو
 تم بھی درود بھیجو اور سلام جو سلام
 بھیجنے کا حق ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جب درود بھیجا جاتا ہے تو سب رسولوں پر بھی سلام بھیجا ضروری ہے۔ جس طرح پانی کی پھوار برستی ہے اسی طرح مجلس انبیاء پر درود و سلام برساتے جاتے ہیں۔ جو شخص سوتے وقت ہمیشہ درود شریف پڑھتا ہے اور پڑھتے ہوئے ہی سو جانا ہے تو جس طرح اس کا درود و سلام مجلس انبیاء پر برساتا جاتا ہے اسی طرح اللہ کی رحمت درود پڑھنے والے پر برساتی جاتی ہے کیونکہ درود پڑھنے والے مومنین پر اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں۔

مَا الَّذِي نَعْبُدُ عَلَيْكَ وَمَلَائِكَتُهُ
 الْخُرُوجُكَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ
 اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يَكْتُوْنَ
 عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا
 صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا
 اللہ تمہارے اور پر درود بھیجتا ہے اور
 اس کے فرشتے بھی تاکہ تم کو تاریکیوں
 سے نکال کر اپنے نور کی روشنی میں لائے

اور تم اس روشنی میں ان بھشتاقتوں اور
بارشوں کو مشاہدہ کرو جو تم پر برساتی
جاتی ہیں اللہ مومنین پر مہربان ہے

پاک باطن لوگوں کو کبھی اس بارش کا مشاہدہ بھی کرا دیا جاتا ہے۔
الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ الْأَمِّيِّ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ
خَاتَمِ النَّبِيِّينَ وَحَمَّةٍ لِلْعَالَمِينَ بِشِيرَاءٍ وَنَذِيرًا ۝ وَ
سَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ ۝ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝

تزکیہ نفس

جس طرح نجاسات اور میل کچیل جسمانی امراض کا سبب ہوتے ہیں اسی طرح
اخلاق و معاملات کی خرابی سے نفسانی امراض پیدا ہوتے ہیں اس لئے اخلاق
کی درستی اور معاملات کی صفائی کی کوشش ہمیشہ جاری رکھنا چاہئے، نفس و
طبیعت کے ساتھ دائمی جہاد کی ضرورت ہے جب غفلت ہوگی باطنی امراض
پیدا ہوں گے۔

اور جو ڈرا کہ ایک دن اللہ کے حضور میں
حاضر ہونا ہوگا اور اس خوف سے ہوا کے
نفس سے اجتناب کیا اس کی جگہ

وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى
النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ ۝ فَإِنَّ الْجَنَّةَ
هِيَ السَّأْوَىٰ ۝

بیشک جنت ہوگی۔

طریقت یا روحانیت کی تکمیل کے لئے عمل صالح کے ساتھ خیالات کی پاکیزگی ضروری ہے، کوئی شخص تو لاؤ نعلاً بہترین نمونہ اخلاق اور مجسمہ نیکی ہو مگر خیالات باطن نہ ہو تو ایسا شخص کبھی لطائف نورانی سے بہرہ اندوز نہیں ہو سکتا،

خیالات کی پاکیزگی اور جذبات کی اصلاح سب سے اہم ہے اور یہ چیز بغیر افکارِ عالی اور اشغالِ قلبی کے حاصل نہیں ہوتی۔

نفس کے دو رخ ہوتے ہیں، ایک ظہور کی طرف دوسرا بطون کی طرف ظہور کی طرف جو رخ ہوتا ہے اس سے عاداتِ رذیلہ و خصائلِ ذمیرہ پیدا ہوتے ہیں اور بطون کے رخ سے اوہامِ ناقص اور دوسواں فاسد پیدا ہوتے ہیں، ظاہر کی اصلاح اطوار و اوصاف کو اسلامی اخلاق کے ساتھ آراستہ کرنے سے ہوتی ہے، اور باطن کی اصلاح افکارِ عالیہ و اشغالِ شریفہ سے ہوتی ہے، اس لئے طالبِ حق کے لئے اشد ضروری ہے کہ وہ بڑی ہی سرگرمی کے ساتھ تزکیہٴ نفس کرے، لیکن اعتدال کو ہر حال میں ملحوظ رکھے۔

اللہ جل شانہ تم پر کسی طرح کی تنگی کرنی نہیں چاہتا وہ تو تم کو صاف مستحضر رکھنا چاہتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ تم پر اپنا احسان پورا کرے تاکہ تم اس کے

شکر گزار بندے بنو۔

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا ۖ وَقَدْ
خَابَ مَنْ دَسَّاهَا ۖ

اس نے فلاج پائی جس نے تزکیہ نفس
کیا اور وہ گمراہ ہوا جس نے اپنے نفس
کو دگاڑ دیا۔

عارفین کے نزدیک نفس ایک لطیفہ ہے جس کی تین حالتیں بتائی گئی ہیں۔
پہلی اور عام حالت امارہ کے نام سے موسوم ہے۔ نفس جب تک اس
حالت میں رہتا ہے بڑے کاموں کے لئے ابھارتا رہتا ہے۔ اس حالت میں
نفس کا مقام زیر نافت ہوتا ہے۔

خاص ایک قوت ہے جس کا مقام سینہ میں ہے اور اس کا کام ہے
وسوسہ پیدا کرنا۔

شیطان آدم زاد کا دشمن ہے اور اس کا کام ہے بہکانا جب نفس امارہ
کسی بُرائی کے لئے ابھارتا ہے تو خاص قوت اور شیطان معاونت کرتے ہیں۔
اور وہ بُرا فعل ظہور میں آجاتا ہے۔ اگر کوئی شخص نفس امارہ کی مخالفت کرتا رہے
اور کبھی اس کی موافقت نہ کرے تو پھر وہ دوسری حالت اختیار کرتا ہے جو لوہا
کے نام سے موسوم ہے۔ اس حالت میں نفس کا مقام وادخ میں ہوتا ہے۔
اور بُرائیوں پر ملامت کرتا رہتا ہے۔ پھر جس شخص کا نفس بحالت امارہ ہو
اور وہ خاص کے وسوسوں اور شیطان کے بہکانوں کا شکار ہو اور ان سے

کر کے آن کو مغلوب کر لیتا ہو تو نفس تیسری حالت اختیار کرتا ہے جو مصلحت کے نام سے موسوم ہے۔ اس حالت میں نفس کا مقام قلب میں ہوتا ہے۔ کوئی ایسا شخص جس کا نفس حالت مصلحت اختیار کر چکا ہو اور اس کے عقائد میں کفر و الحاد کی اور اس کے اعمال میں شرک و بدعت کی خیف سی جھلک بھی نہ ہو وہ اپنی زبان کو جھوٹ اور غیبت سے اور اپنے دہن کو مکروہ و ناپاک ماکولات و مشروبات سے اور جسم و لباس و مکان کو ہر قسم کی گندگی اور ہر طرح کی نجاست و کثافت سے پاک و صاف رکھنا ہو اور نماز کا پابند ہو اور سحر کے وقت استغفار اور فجر میں استغانت اور صبح و شام اسمائے حسنة کا ورد کرنا ہو تو اس پر ملائکہ نازل ہوتے ہیں۔

ان الذین قالوا ربنا الله ثم استغفوا
تنزل عليهم الملائكة الا
تخافوا ولا تحزنوا و ابشروا
بالجنة التي كنتم توعدون
نحن اولياءكم في الحياة
الدنيا و في الآخرة ۝

جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے
اور اسی پر حرم گئے ان کے اوپر فرشتے
اُترتے ہیں کہ نہ تم خوف کھاؤ نہ رنج کرو
اور جنت کی خوشی مناؤ جس کا تم سے وعدہ
ہے ہم دنیاوی زندگی میں بھی تمہارے
ساتھ ہیں اور آخرت میں بھی تمہارے
ساتھ ہوں گے۔

کبھی کبھی یہ فرشتے خواب میں کسی نورانی شکل میں یا کسی معروف بزرگ کی صورت

میں نظر آجاتے ہیں۔ کبھی بیداری میں بھی بحالت مراقبہ نظر آتے ہیں اور اپنے تصرفات سے بموجب امر الہی مدد کرتے ہیں۔ خصوصاً نزع کے وقت یہ فرشتے فوت شدہ اعزاء و اقربا کی صورت میں نظر آتے ہیں اور مرنے والے کے گرد پیش جمع ہو کر بشاراتِ ربانی سے اُسے مسرور و مطمئن کرتے ہیں۔

روحانیت کے شائقین میں جو لوگ ایسے اعمال و اشغال اختیار کریں۔ جو انبیاء کی تعلیمات و ہدایات سے نہ ہوں بلکہ خود ساختہ یا ادھر ادھر سے حاصل کردہ ہوں تو پھر شیاطین آگھیرتے ہیں اور اپنے تصرفات سے مشرکانہ و طحڈانہ باتیں القا کرتے ہیں، خواب میں تصرف کرتے ہیں معروف لوگوں کی شکل میں یا مشہور بزرگوں کی صورت میں نظر آکر کفر و فسق کی طرف مائل کرتے ہیں۔ کبھی بیداری میں بھی بحالت مراقبہ تصرف کرتے ہیں شرک و الحاد کے مضامین القا کر کے گمراہی کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ واہمہ اور متخیلہ میں بھی اثر انداز ہوتے ہیں اور ہر مشرکانہ و طحڈانہ فعل و عمل کو نظر میں اچھا کر کے دکھاتے ہیں اور وثوق و یقین کے ساتھ باور کو ادیتے ہیں کہ یہی راہِ راست ہے۔ کبھی کبھی جلوہ آرائی کا پُر فریب نظارہ بھی دکھا دیتے ہیں۔ گمراہ لوگوں کو مرتے وقت شیاطین آگھیرتے ہیں اور فوت شدہ قریبی رشتہ داروں اور دوستوں کی صورت میں نظر آکر ایسے مطالب و معانی اور ایسے الفاظ و کلمات سناتے ہیں کہ غریب کا خاتمہ کفر و الحاد اور شرک و فسق پر ہوتا ہے۔

رَبِّ اعْوِذْ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيْطَانِ وَاعْوِذْ بِكَ
رَبِّ ان يَحْضُرُونَ

خواب

عموماً خواب محض خیالات کا نتیجہ ہوتے ہیں جو تصورات و تخیلات اکثر ذہن
میں چکر کھاتے رہتے ہیں اور جو باتیں انسان اکثر سوچتا رہتا ہے یا جن کاموں اور
مشغلوں سے دلچسپی ہوتی ہے۔ وہی امور جب نیند میں اپنے حواس ظاہری معطل
ہو جاتے ہیں خواب بن کر سامنے آجاتے ہیں۔

۱۔ مردوں یا زندوں سے ملاقات بھی محض خیالی ہوتی ہے۔ انسان کے جیسے
احمال و افعال ہوتے ہیں ویسے ہی خواب نظر آتے ہیں۔ بد اعمال اور
جھوٹ بولنے والوں کو بھیانک اور ڈراؤنے منظر بے معنی اور بے ٹوڑیا
چیزیں نظر آتی ہیں۔

اعصابی خرابیاں اور دماغی بیماریاں بھی قسم قسم کے خوابوں کا باعث
ہوتی ہیں۔

۲۔ کبھی شیاطین بھی مردوں یا زندوں کی شکل میں نظر آتے ہیں، اس سے ان کا
مقصود محض گمراہ کرنا ہوتا ہے۔

۳۔ نیک لوگوں کو ان کے محتاد و اعمال کے مطابق خواب نظر آتے ہیں

پاک باطن لوگوں کو بشارات و ہدایات بھی ہوتی ہیں۔ کبھی کوئی بات وقوع سے پہلے خواب میں منکشف ہو جاتی ہے۔ کبھی بلا تکہ بھی کسی مردہ یا زندہ شخص کی صورت میں نظر آجاتے ہیں اور کسی امرِ خاص میں تسکینِ خاطر کا باعث ہوتے ہیں۔

۴۔ کبھی کسی پاک باطن شخص کو عالمِ ملکوت، برزخ، اور عالمِ مثال کی سیر بھی نصیب ہوتی ہے۔ اس سیر میں اپنے قریبی تعلق والوں اور بزرگوں کی رحوں کی زیارت ہوتی ہے اور ان سے گفتگو بھی ہوتی ہے۔ یہ محض ایک انعامِ الہی ہے جو بندگانِ خاص پر ہوتا ہے۔

پس خواب کی چار قسم ہیں۔ دو قسم رویائے کاذبہ ہیں اور دو قسم رویائے صادقہ ہیں۔

رویائے کاذبہ میں پہلی قسم خیالی اور دہمی خواب ہیں جو محض تصورات و تخیلات اور اعصابی و دماغی عوارض کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ دوسری قسم شیطانی خواب ہوتے ہیں۔

رویائے صادقہ میں پہلی قسم بشارات ہیں۔ دوسری قسم محض انعامِ الہی ہوتا ہے۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ راسخ العقیدہ، قوی القلب، صحیح الدماغ اور سلیم العقل اشخاص کو شاید نادری کبھی کوئی خواب نظر آتا ہے۔

..... ایسے اشخاص کو جب بھی خواب

نظر آتا ہے۔ وہ روایتے صادقہ کی قسم سے ہوتا ہے۔

ضعیف، قلب، فاجر العقل، فاسد العقیدہ اور منتشر الخیال اشخاص

کو بہت خواب نظر آتے ہیں، یہ خواب خواہ اچھے ہوں یا بُرے سب روایتے

کاذب کی قسم سے ہوتے ہیں،

شیطانی خواب زیادہ تر صرفیہ طریقوں پر عمل کرنے والوں اور قسم قسم کے

وٹھپنے پڑھنے والوں کو نظر آتے ہیں۔

تصرفات شیطانی

جو کوئی ذکر الہی میں اللہ کے بتائے

ہوئے طریقہ سے آنکھ چراتے اس

کے لئے شیطان مقرر ہے جو ہر وقت

ساتھ رہتا ہے اور ایسے غلط راہ

چلنے والوں کو جو خود ساختہ طریقوں پر

چلتے ہیں ان کے شیطان ان کو سیدھی

راہ چلنے سے روکتے ہیں اور یہ لوگ

سمجھتے ہیں کہ ہمیں خود ساختہ طریقہ پر

وَمَنْ يُعِشْ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَنِ يَقْبِضْ

لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ وَإِنَّهُمْ

لَيَصُدُّونَهُمْ عَنِ السَّبِيلِ وَيَحْبَبُونَ

أَنَّهُمْ مُّشْرِكُونَ۔

چل رہے ہیں یہی سیدھا راستہ
ہے۔

اللہ ان لوگوں کو کیوں ہدایت فرمائے
جو خود ہی کفر کی طرف گئے ہیں حالانکہ
اس سے پہلے وہ ایمان دار تھے رسول
کو برحق جانتے تھے اور نشانیاں دیکھ
چکے تھے اللہ ایسے گمراہوں کو ہدایت
کیوں فرمانے لگا بلکہ ایسے گمراہوں
پر جو سیدھا راستہ چلتے چلتے گمراہی کی
طرف ہو گئے اور خود ہی اپنی خرابی کا
سامان کیا ایک ایک شیطان چھوڑا
جاتا ہے جو اور گمراہی میں معاونت

(کرتا ہے)

کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہم گمراہوں پر
شیطانوں کو چھوڑتے ہیں
جو ان کی طرف گمراہی کا ایسا کرتے
ہیں۔

كَيْفَ يَهْدِي اللَّهُ قَوْمًا كَفَرُوا بَعْدَ
إِيمَانِهِمْ وَشَهِدُوا أَنَّ
الرَّسُولَ حَقٌّ وَجَاءَهُمُ
الْبَيِّنَاتُ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ
الظَّالِمِينَ ط

الَّذِينَ آمَنُوا سَلْنَا الشَّيَاطِينَ

أَنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ -

شیطانی تصرفات کی بکثرت اقسام ہیں۔ ہر فرقہ میں علیحدہ علیحدہ ہر قسم کے تصرف کرتا ہے۔ غیر اسلامی اور خود ساختہ طریقوں پر عمل کرنے والے شاعلیں دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں، ایک تو وہ ہیں جو ذمی علم ہوتے ہیں۔ ان میں تصرف اس طرح کرتا ہے کہ پہلے تو شکوک و شبہات پیدا کرتا ہے پھر براہین و دلائل بھجاتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ اپنی قوت کے جلوے بھی دکھاتا جاتا ہے حتیٰ کہ عقائد کو جن پر کہ ایمان کی بنیاد ہے خراب کر ڈالتا ہے اور کافر و مشرک بنا چھوڑتا ہے، اکثر ساکوں کو ایسے دھوکے دیتا ہے اور ایسے عجیب و غریب تجلیات دکھاتا ہے کہ وہ حیران ہو جاتے ہیں اور آخر کہیں راہ نہیں پاتے کسی پر انوار کے ساتھ مستنبلی ہوتا ہے اور کہتا ہے، میں اللہ ہوں پھر اس پر ایسے معافی القا کرتا ہے جو سراسر کفر و شرک پر مبنی ہوتے ہیں۔ کبھی کہتا ہے کیا اللہ گل وجود کی حقیقت نہیں ہے اور کیا تم وجود حق سے نہیں ہو اور کیا حق تمہاری حقیقت نہیں ہے، وہ لوگ کہتے ہیں بیشک سب کی حقیقت وہی حقیقت الحقائق واجب الوجود ہے۔ پھر کہتا ہے جب تم حقیقت الحقائق واجب الوجود سے ہو تو پھر تم ہی تم ہو کیونکہ اللہ تمہاری حقیقت ہے۔ پھر الہامات و انکشافات کی بہاریں دکھاتا ہے اور آخر کو نوبت یہاں تک پہنچتی ہے کہ مختلف مخلوقات کو منظر کبریا تصور کر کے خالق و مخلوق میں تمیز نہیں کر سکتے اور ہمہ اوست کا دم بھرنے لگتے ہیں۔ پھر جب یہ اعتقاد غلطی کو پہنچتا

ہے تو شرک کا باعث ہوتا ہے۔

شاغلیں میں دوسری قسم وہ لوگ ہیں جو بے علم یا کم علم ہوتے ہیں ان میں شیطان اس طرح تصرف کرتا ہے کہ پہلے ان کو اپنے اعمال پر فریفتہ کر دیتا ہے، پھر وہ کسی ہدایت قرآنی کو قبول نہیں کرتے جو کچھ شیطان ان کے دل میں ڈالتا ہے اسی پر عمل کرتے ہیں۔ پھر ان کے دل میں ڈالتا ہے کہ جو تم عمل کر رہے ہو اس کا ہزارواں حصہ بھی اگر لوگ کریں تو نجات پا جائیں۔ ریاضات میں کمی کرو اور آرام لو، پھر جب وہ آرام طلب ہو جاتے ہیں تو ان کو معصیت کی نیت دلاتا ہے اور کہتا ہے۔ اللہ غفور الرحیم ہے، پھر جب وہ معصیت کی طرف مائل ہو جاتے ہیں تو کہتا ہے ذات انسان ایک بھر بے پایاں توحید کا ہے اس میں ہر چیز پاک ہو جاتی ہے۔ ان کے نزدیک کوئی گناہ گناہ نہیں رہتا۔ اور وہ زندیق ہو جاتے ہیں۔ حرام کو بھی حلال سمجھتے ہیں، پھر ان زندیقیوں میں سے جس کے پاس خلق خدا کا هجوم زیادہ ہوتا ہے تو شیطان اس کے جسم میں سرایت کر جاتا ہے، اس کی حالت دیوانوں اور مجنونوں کی سی ہو جاتی ہے پھر اس کو لوگوں کی بعض پوشیدہ باتیں بھی بتا دیتا ہے تاکہ وہ لوگوں سے کہے اور لوگ اسے ولی اللہ بزرگ سمجھیں، پھر جب یہ شیطان لوگوں کی نظروں میں خدا رسیدہ مجذوب یقین کیا جانے لگتا ہے اور وہ لوگوں سے ہٹا دینے لگتی ہے تو اپنی شیطنت کا حال بچھاتا ہے اور شرک کی نیت پیدا کرتا ہے۔

ہے۔ ذی ہوش اور تعلیم یافتہ لوگ بھی ان شیطان زدہ پاگلوں سے فیضِ کفر حاصل کرنے لگتے ہیں۔

صحابہ کرام میں کوئی مجذوب نہیں ہوا۔ تابعین اور تبع تابعین میں بھی کسی مجذوب کا وجود نہیں کیونکہ طریقت کی تعلیم بوجہ ہدایت ربانی جیسی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ میں فرمائی اسی طرح تابعین کو پہنچی اور ان سے تبع تابعین کو ملی، اس صراطِ مستقیم میں شیطان کا کہاں گزرا، اس لئے کوئی مجذوب نہیں ہوا، دوسری صدی ہجری میں بعض شوقین لوگوں نے اہل حق و طریقت اولیاء اللہ کے فیوض و برکات دیکھ کر خود بھی ان جیسا بننا چاہا۔

تعلیم تو ان بزرگانِ طریقت سے حاصل کی نہیں ادھر ادھر کے مذاہب باطلہ کی سنی سنائی باتوں پر اور کچھ اپنی ذہانت سے خود ساختہ طریقے وضع کر کے عمل شروع کر دیا اور شیطان کو تصرف کرنے کا پورا موقع مل گیا۔ چنانچہ طرح طرح کے افکار و اشغال اور قسم قسم کے مراقبات و اعمال اختراع ہو گئے کہیں برزخ کی مشاتی ہے کہیں تریزخ کی، کوئی فنا فی الشیخ ہے کوئی فنا فی الرسول، کوئی لطائف کی سیر کر رہا ہے کسی کو مشاہدہ ذات ہو رہا ہے، کوئی سلوک طے کر رہا ہے، کوئی مقامات گن رہا ہے، کوئی حلقہ و توجہ میں وقت برباد کر رہا ہے کوئی حال و حال میں تفسیح اوقات، یہ سب امور تصرفاتِ شیطانی کا نتیجہ ہیں۔ لوگ غریب الوجودات میں گزار دیتے ہیں غرض تمام مذاہب باطلہ و اولیاء ناقصہ

کی تعلیمات جمع کر کے گمراہی اختیار کی ہے

طالبانِ حق کو کامل احتیاط کے ساتھ وہی طریقہ اختیار کرنا چاہئے جو مستند اور متحقق ہو ورنہ صوفیانہ طریقوں پر عمل کرنے سے سوائے تباہ حالی اور گمراہی کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ جیسا کہ عام طور پر دیکھا جاتا ہے۔

اکثر سادہ لوح اشخاص تصوف کو طریقت ہی سمجھتے ہیں حالانکہ طریقت کو تصوف سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے، طریقتِ اسلامیہ کا ماخذ قرآن حکیم اور سنت نبی کریم ہے اور تصوف ایک اصنافی اور وضعی علم ہے جو صرف ذہن کی پیداوار اور وہم کا مرہون منت ہے۔

صراطِ مستقیمنا تبتغوا ولا تتبعوا میری راہ سیدھی ہے اسی پر چلو اور

ذہن متفرق نہ ہو عن سبیلہ دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ یہ تم کو

اللہ کے راستے سے متفرق کر دیں گے۔

محض فرضی مسائل اور موضوعی چیزوں پر اپنے معتقدات کی بنیاد رکھنا اور اختراعی

طریقوں یا خود ساختہ اشغال پر کاربند ہونا کبھی منزل مقصود تک نہیں پہنچا سکتا، پھر کیوں

ان فضول و بیکار مشاغل میں اپنا قیمتی وقت ضائع کیا جائے۔

فرائض عبودیت

انسان دو چیزوں سے مرکب ہے جسم اور روح ان دونوں کے فرائض کی بجا آوری

کا نام عبودیت ہے۔

مسلمان پورا مسلمان اسی وقت ہوتا ہے جب کہ وہ ظاہر و باطن دونوں فرائض کی صحیح انجام دہی کے قابل بنے۔

مسلمان کو جہاں ایک مرد صالح اور عابد شب زندہ دار ہونا ضروری ہے اسی کے ساتھ یہ بھی بالکل ضروری ہے کہ وہ ایک بہادر سپاہی اور ایک کاروباری آدمی ہو۔ جس میں طرح فرائض عبودیت میں کوتاہی ہوگی اسی طرح حصول کمالات سے محرومی ہوگی۔ کابل و ناکارہ فقیروں نے اپنی معنت خوری کے حیب کو چھپانے کے لئے دنیا اور کاروبار دنیا کو نہایت مکروہ قرار دیا ہے اور اپنے متبعین کو بھی خیرات خور اور بھک منگا بنانے کی سعی کی ہے۔ اگر درحقیقت دنیاوی کاروبار راہ حق میں خارج ہوتے تو صحابہ کرام اور اولیاء اللہ سب ہی شکوٹ بند قلندر اور گلیم پوش صوفی ہوتے، حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔ تمام انبیاء علیہم السلام کسب معاش کرتے تھے اور اپنے امتیوں کو کسب معاش کے جائز وسائل کی ہدایت فرماتے تھے چنانچہ انبیاء و اولیاء میں سے کسی کا بھی غرقی پوش تارک الدنیا ہونا ثابت نہیں۔ اللہ تو حکم دیتا ہے کہ

آجِدُ لِكُلِّ شَيْءٍ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ
فَمِنْ رِبَاطِ الْجَبَلِ تَرَاهُ صَوْبًا
تم وہ قوت و میست پیدا کرو اور اس
شعاع سے تمہارے تقانوں پر چھورے

عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّ كُرْهِ
 بندھے ہوں کہ اللہ کے دشمن اور تمہارے
 دشمن تھرا جا میں۔

مگر سائیں کہتا ہے نہیں یہ ٹھاٹھ تو دنیا داروں کے لئے ہیں فقیر کو تو ایک
 حقہ کافی ہے۔

صرفیہ کی غلط تعلیمات سے عوام الناس کے احساسات مردہ ہو گئے ہیں۔
 آج سب سے بڑا دلی وہ سمجھا جاتا ہے جو سب سے زیادہ ننگ و مٹھنگ
 ہو، سب سے زیادہ کفر بکتا ہو، سب سے زیادہ بے غیرت اور بے جس ہو
 جس قوم کے روحانی پیشوا اس شان کے ہوں اس کی ذلت کا کون اندازہ
 کر سکتا ہے؟ تعلیمات طریقت میں تصوف کے مخلوط ہو جانے سے روحانیت
 اسلام کو بہت ٹھیس لگی ہے، تصوف تو اشراق و یوگ وغیرہ کی تعلیمات کا
 مجموعہ ہے جس میں نفس کشی کے لئے ترک لذات و نعمات اور ریاضات
 شاقہ کے ساتھ جذبہ حریت و خود داری کو مٹا کر اپنی مستی کو پامال کر ڈالنا
 ضروری ہے جس کا نتیجہ دنیا سے نفرت اور تعلقات سے بیگانگی ہے۔
 حالانکہ یہ چیز اتنے نئے فطرت انسانی کے خلاف ہے۔

اسلام نے حیات نفسی اور حیات اجتماعی کو سراہا ہے اس لئے
 طریقت اسلام اور روحانیت اسلام میں تزکیہ ظاہر اور تصفیہ باطن کا واروہا
 عقائد صحیحہ اور اعمال صالحہ پر ہے، جب تک عقائد صحیح نہ ہوں ایمان کامل نہیں

ہوتا اور جب تک ایمان کامل نہ ہو عبادات کی برکات ظاہر نہیں ہوتیں
اسی طرح اعمال میں جب تک اخلاق و معاملات درست نہ ہوں اور صاف
مردانگی نمایاں نہیں ہوتے جو ایمان کا خاصہ ہیں۔

ایک گوشہ میں بیٹھ کر غیر مسنون و غیر مشروع عبادات میں مشغول رہنا
اخلاق کی اصلاح اور معاملات کی صفائی سے دور رہنا ہرگز طریقت نہیں ہے
اور اس طریقے سے کبھی نہ تو منزل مقصود تک رسائی ہو سکتی ہے نہ تقرب الی
حاصل ہو سکتا ہے۔

فرائض عبودیت کی بجائے آوری کے لئے حسب ذیل امور ضروری ہیں۔

- (۱) عقائد کی تصحیح کر کے شرک جلی و خفی سے اعتقادات کو پاک کرنا۔
- (۲) عبادات جہانی و روحانی صحیح اور مسنون طریقہ سے بحال مستعدی ادا
کرنا۔

(۳) اخلاق کی درستی اور معاملات کی صفائی۔

- (۴) فرقہ بندی سے احتراز کر کے ہر مسلمان کا احترام کرنا خواہ کسی گروہ سے
اس کا تعلق ہو۔

- (۵) روزی کے لئے جائز وسائل اختیار کرنا اور سرگرم کوشش سے حلال
روزی مہیا کرنا۔

- (۶) مشرکانہ رسم و عبادت کی پابندی ترک کر کے اسلامی طور و طریق کا پیرد ہونا

سپاہیانہ و مردانہ طرز عمل اختیار کرنا اور جہاد فی سبیل اللہ کے لئے ہمیشہ
کمر بستہ رہنا۔

(۷) اپنی آمدنی سے ایک مناسب حصہ ان مستحق مساکین کو دینا جو درحقیقت معذور
ہیں اور محنت احتیاج مند ہیں۔

اگر تم نے عقائد کی تصحیح کے بعد اپنے اخلاق کی درستی کرنی اور معاملات میں
صفائی پیدا کرنی تو گویا تم نے اتفاقاً کامرتبہ حاصل کر لیا، پھر تم نے عبادات کی بجا آوری
اور معمولاتِ طریقیہ کی سرگرم پیروی میں کوتاہی نہ کی اور نہایت محنت و استعدادی سے
روزی کے جائز وسائل میں لگ گئے اور احتیاج مندوں کی امداد کرتے رہے
تو یقین رکھو ہر طرح کی سعادت و فلاح سے بہرہ اندوز ہو کر جہاں تک تم میں
استعداد و اہلیت ہوگی۔ رفعت حاصل کر سکو گے اور ہر طرح کی شادمانیوں اور
کامرانیوں سے سرفراز ہو کر طمانیت قلبی کی نعمت اور قرب ربانی کی دولت سے
مشفق ہو جاؤ گے۔

عمل خیر

اعمالِ طریقت میں بہترین عمل نفع ہے جو شخص صحیح طور سے اس عمل پر
کار بند ہو جائے اسے وہ سب ظاہری اور باطنی نعمتیں نصیب ہوتی ہیں جن کا
انسان سے وعدہ کیا گیا ہے، اس عمل کی بجا آوری میں تمہاری کوتاہی کی جگہ کسی

ہی نعمائے الہی سے محرومی ہوگی۔ اس لئے ضروری ہے کہ نفقہ اور اس کی ذیلی
شعبوں پر بھی طرح ذہن نشین کر لی جائیں اور نہایت دریا دلی کے ساتھ ان کو اختیار
کیا جائے۔

مَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ خَيْرٍ فَلِلَّهِ وَاللِّدِينِ
وَالْأَقْرَبِينَ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ
وَابْنِ السَّبِيلِ۔

اچھی چیزیں، اچھا مال، اچھا کھانا، اپنے
والدین اور قریبی حقیقی رشتہ داروں
یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لئے
نفقہ ہونا چاہئے۔

نفقہ روزانہ کا فرض ہے، اس میں کھانا، کپڑا اور ضروریات زندگی کی ہر وہ چیز
شامل ہے جو خود کے لئے بھی پسند خاطر ہو،
اس فرض سے کوئی امیر و غریب، سرمایہ دار و نادار، مستثنیٰ نہیں۔ مستحقین نفقہ
پانچ ہیں۔ والدین، اقربا، یتیم، مسکین، مسافر،
اقربا میں حقیقی رشتہ دار ہیں، مسکین میں بیوہ نادار عورتیں اور ایتام و معذور
اشخاص ہیں۔

مَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ
فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَبْتَتْ
نَسِيعَ سَنَابِلٍ فِي كُلِّ سُنْبُلَةٍ حَمَلَةٌ
حَبَّةٌ كَذَلِكَ يُضْعِفُ لِيَوْمِ يَشَاءُ

جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ
کرتے ہیں ان کے مال کی مثال اس دانہ
کی طرح ہے جس سے سات بالیں نکلیں اور
ہر ایک بال میں سو سو دانے ہوں اور اللہ

جس کے مال کو چاہتا ہے زیادہ کرتا ہے وہ بڑی کٹانٹش والا اور جلتے والا ہے جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر نہ تو کسی پر احسان جاتے نہ کسی کو اذیت دیتے ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور ان کو نہ کچھ خوف ہو گا نہ غمگین ہوں گے۔

اے ایمان والو جو پاکیزہ اور عمدہ مال تم کھاتے ہو اور جو چیزیں ہم تمہارے لئے زمین سے نکالتے ہیں ان میں سے نفقہ کرو اور بڑی خراب چیزیں جن کو خود تم اپنے لئے پسند نہ کرو، حقداروں کو نہ دو اچھی طرح جان لو کہ اللہ غنی و حمید ہے اور جو کچھ تم نفقہ کرو گے اس کا فائدہ تم کو ہی ملے گا اور جو کچھ تم اللہ کی خوشنودی کے لئے خرچ کرو گے اور جو مال نفقہ کرو گے اس کا اجر تمہیں پورا پورا دیا جائے گا اور تمہارا

وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۝ الَّذِينَ يَنْفِقُونَ اَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ شَرًّا لَا يَتَّبِعُونَ مَا انفقوا مَنَادًا اِذِى لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا انْفِقُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمَا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَلَا يَمْسُ الْبَلْغِيثُ مِنهُ تُنْفِقُونَ وَلَيْسَتْ بَأْخِذِيهِ إِلَّا أَنْ تَعْمُؤا فِيهِ رَاعِلُوا إِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ ۝ وَمَا تَنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَلَا نَنْسِكُ وَمَا تَنْفِقُونَ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللَّهِ وَمَا تَنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ يُّؤْتِ الْبِكْرَ وَأَنْتُمْ لَا تَظْلَمُونَ -

نقصان نہ ہوگا۔

الذین ینفقون أموالهم باللیل والنهار سرّاً علانیة فلو لم یجرهم عند ربهم ولا خوف علیهم ولا هم یحزنون ۵

جو لوگ اپنا مال رات اور دن پوشیدہ اور ظاہر نفقہ کرتے رہتے ہیں ان کا صلہ پروردگار کے پاس ہے اور ان کے لئے نہ خوف ہے نہ غم۔

نفقہ تو روزانہ کا فریضہ ہے۔ اس کے سوا دو شقیں اور بھی ہیں خیرات اور زکوٰۃ، برکو خیرات کہتے ہیں موقع و محل کے مطابق اس کی ادائیگی فرض ہے۔

اتی المال علی حبه ذوی القربی والیتی والمسکین وابن السبیل والسائلین و فی الرقاب

وہ شخص نیک ہے جو اللہ کی محبت میں اپنے مال میں سے قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، سائلوں اور مصیبت زدوں کو دے۔

مستحقین خیرات چھ ہیں۔ قرابت دار، یتیم، مسکین، مسافر، سائل، اور مصیبت زدہ۔

قرابت دار میں خاندانی رشتہ والے ہیں۔ سائل میں نادار لگا کر ہیں۔ اور مصیبت زدہ لوگوں میں مقروض اور سخت احتیاج مند ہیں۔

بعض لوگوں کو مناظرہ تھا ہے انہوں نے حدیث و بر یعنی زکوٰۃ و خیرات ایک ہی چیز سمجھی ہے حالانکہ یہ دونوں جداگانہ ہیں اور ان کے احکام و مسائل

بھی الگ الگ ہیں۔

زکوٰۃ سالانہ، فریضہ ہے۔ پیاوار، آمدنی اور مال میں سے شریعت کی مقرر کردہ معین مقدار نکالنا، یہ فریضہ صرف صاحب نصاب لوگوں کے لئے ہے مستحقین زکوٰۃ یہ ہیں:-

انہا الصدقاتُ للفقراء والمساكين
والعاملین علیہا والمولفة
قلوبہم و فی الرقابِ الفارہین
و فی سبیل اللہ و ابن السبیل
فَرِیضَةٌ مِّنَ اللّٰہِ۔

زکوٰۃ تو مفلسوں، محتاجوں، عمال زکوٰۃ
کو اور جن کے تالیفِ قلوب کی ضرورت
ہو اور غلاموں یا قیدیوں کو آزاد کرنے
قرض داروں کا قرض ادا کرنے میں اور
کارِ خیر میں اور مسافروں کی امداد میں
دینی چاہئے۔

تالیفِ قلوب کی ذیل میں غیر مسلم غریب ہیں اور فی سبیل اللہ سے کاروائے
خیر مراد ہیں، جیسے قومی اداروں کی امداد اور رفاہِ عام کے کام وغیرہ۔
مستحقین زکوٰۃ آٹھ ہیں:-

فقراء، مساکین، عمال زکوٰۃ، غیر مسلم غریب، مصیبت زدہ، قیدی، کاروائے خیر
مسافر،

جو شخص روزانہ نفقہ، حسب ضرورت و موقعِ حجرات اور سالانہ صحیح زکوٰۃ
اپنے اوپر لازم کر لے تو یقیناً اس کا ثمرہ زندگی میں بھی پاس کے کاروائے خیر

میں بھی۔

اہل طریقت کی شناخت ہی یہی ہے کہ وہ مخیر و نیاز ہوں جس میں یہ وصف نہیں تو اصحاب طریقت سے نہیں ہے۔

اکثر لوگ تو نہ زکوٰۃ ادا کرتے نہ خیرات و نفعہ کرتے بعض لوگ بچا ہوا جھوٹا کھانا یا پہنا ہوا پٹا پراتا کپڑا کسی محتاج کو کبھی دسے دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ خیرات و زکوٰۃ سب کچھ ادا کر دی۔

بعض دیندار لوگ سالانہ صحیح زکوٰۃ نکال کر اپنے پاس جمع رکھتے ہیں اور برس بھر تک اس میں سے مستحقین کو دیتے رہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم نفعہ و خیرات سے سبکدوش ہوئے۔

بعض لوگ زکوٰۃ تو کبھی نہیں نکالتے مگر اکثر خیرات کرتے رہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم زکوٰۃ و خیرات دونوں ادا کر چکے۔

بعض لوگ کسی مسکین یا طالب علم کا کھانا مقرر کر دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم نفعہ، خیرات، زکوٰۃ سب سے فارغ ہوئے۔

کچھ نہ کرنے سے کچھ کرنا ضرور بہتر ہے مگر جیسے ایک شخص چند نفل روزانہ پڑھے اور فرض نماز ادا نہ کرے تو نفل کا ثواب تو ضرور ملے گا مگر ترک فرض کا گناہ عائد ہوگا۔

نفعہ سدا نانہ کا فریضہ ہے لہذا اس کے حقدار مخصوص ہیں، خیرات کے

حق دار جدا گانہ ہیں۔ حسب موقع و ضرورت اُن کی امداد اپنی استطاعت کے بموجب کی جائے۔

زکوٰۃ سال تمام پر مقررہ مستحقین کو جلد دے دی جائے۔

وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ
وَالْفِضَّةَ وَلَا ينفقونها فِي
سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ
الْيَوْمِ الَّذِي عَلَيْهِمْ نَارُ
جَهَنَّمَ فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ
وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ هَذَا
مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ ﴿٥٠﴾
مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ ۝

جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور
اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے
اُن کو اُس دن کے عذاب دردناک
کی خبر سنا دو جس دن وہ مال و ذرخ
کی آگ میں تپایا جائے گا پھر اس کو
اُن کی پیشانیوں پہلوؤں اور پیٹوں
پر داغا جائے گا یہ وہی ہے جو تم
نے اپنے لئے جمع کیا تھا اب اس کا
مزدہ چکھو۔

لَا يَحْسِبَنَّ الَّذِينَ يَمْخَلُونَ بِمَا
آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا
لَهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَهُمْ سَيُطَوَّقُونَ
مَا يَمْخَلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

جو لوگ اپنے مال میں جو اللہ نے
اپنے فضل سے عطا فرمایا ہے
بخل کرتے ہیں وہ لوگ اپنے اس
بخل کو اچھا نہ سمجھیں بلکہ یہ بخل اُن
کے لئے بہت بُرا ہے قیامت

کے دن ان کا مال طوق بنا کر گزندوں
میں ڈالا جائے گا۔

فَاِمَّا مَرِبْتَ اَعْطَىٰ وَاتَّقَىٰ وَصَدَقَ
بِالْحُسْنَىٰ فَسَنِيْسِرْكَ لِّلْيَسْرِىٰ
پس جس نے خیرات کی اور اللہ سے
ڈرا اور اچھی بات کو سچ جانا تو اس کو
ہم آسان راہ کی توفیق دیں گے۔

باب پنجم

سات آسمان

چونکہ ہماری زمین سات آسمانوں کی مثل بتائی گئی ہے اس لئے سات آسمان بھی ہماری زمین کی طرح ٹھوس گتے ہیں جن میں ہماری زمین کی طرح سب سامانِ زندگانی ہیں۔ مگر سات آسمانوں کو طبقہ وار یعنی پست و بلند ایک دوسرے سے اوپر نیچے بتایا گیا ہے۔ اس لئے حالات میں کچھ فرق ہونا لازمی ہے سات آسمانوں کی مخلوق کے طبائع و امزجہ میں اور خواص میں ہماری زمین کے حالات سے جداگانہ وصف و کیفیت ہے۔ اگر ہر آسمان میں جداگانہ خصوصیت ہے اور

مختلف کیفیت نہ ہوتی تو پھر سب کی علیحدہ علیحدہ تخلیق وجود میں نہ آتی بلکہ زمین اور آسمان سب ایک ہی ہوتے۔ سات آسمان بھی متحرک کرے ہیں جیسے زمین متحرک کرتا ہے، جب سات آسمان بھی کرتا ہے تو ان کو آسمان کیوں کہا گیا؟

سما اس لئے کہا گیا کہ زمین سے بہت بلندی پر ہیں، فضائے سماوی میں ہونے کے سبب ان کو بھی سموات کہا گیا جیسے آسمان سے پانی کا پرسنا کہا جاتا ہے حالانکہ پانی بادلوں میں سے برستتا ہے مگر چونکہ بادل بلندی پر ہوتے ہیں۔ فضائے سماوی میں گھومتے نظر آتے ہیں اس لئے ان کو بھی آسمان کہا گیا ہے ورنہ حقیقت میں آسمان تو ایک ہی ہے جس کو سقف محفوظ کہا گیا ہے جو چھت کی طرح زمین اور سات آسمانوں پر چھایا ہوا ہے جس میں کو اکب بردج ہیں اور یہ دھوئیں سے بنا ہے۔

سورج، چاند، سیارے بھی فضائے سماوی میں چلتے نظر آتے ہیں اس لئے ان کو بھی آسمان میں بتایا گیا ہے حالانکہ یہ سب آسمان سے بہت نیچے فضائے سماوی میں اُفق پر اپنے مقررہ راستوں پر چل رہے ہیں، آسمان میں تو کو اکب بردج ہیں جن کو ثابت کہتے ہیں اور یہ سب مستقل دنیا میں ہیں جن کے ساتھ بے شمار شموس و اقمار ہیں جن کا نظام ہماری دنیا کے نظام شمسی سے جداگانہ اور مختلف ہے جو عالم جبروت سے متعلق ہے اور جس تک ہماری عقل کی رسائی نہیں اللہ رب العزت جس کو چاہتا ہے ان دنیاؤں میں سے بعض کا کچھ حال منکشف فرمادیتا ہے

سُورج

سُورج ہماری زمین یا سات آسمانوں کی مثل نہیں ہے بلکہ وہ ایک بہت بڑا دکھتا ہوا شعلہ ہے جس میں آتشیں سمندر موجیں مار رہا ہے، ہمیں سورج کے بارے میں صرف اس قدر بتایا گیا ہے کہ وہ قدرت کی ایک بڑی زبردست اور روشن نشانی ہے جس سے زمین اور سات آسمان حرارت، قوت، اور روشنی حاصل کرتے ہیں گویا ایک سرچشمہ سیاحت ہے جس سے کائنات کی ہر چیز میں زندگانی اور تروتازگی ہے، یہ آتشیں شعلہ فضائے سماوی میں اپنے مقررہ راستہ پر چل رہا ہے اور غالب علم والے کی ٹھیرائی ہوئی تقدیر پر مع اپنے پورے نظام کے چلا جا رہا ہے۔

بروج

”بروجاً وزینہا“ کے ۲۹۱ عدد ہوتے ہیں۔

۲۹۱ ستاروں کے اجتماع سے مختلف شکلیں بن گئی ہیں یہی بروج ہیں

شکلوں کی مناسبت سے بارہ فرضی نام رکھ لئے گئے ہیں۔

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا
وَزِينَهَا لِلنَّظَرِ
اور البتہ ہم نے آسمان میں بروج بنائے
اور دیکھنے والوں کے لئے ہم نے آسمان

کو آراستہ کیا۔

فلک میں گھومنے والے کرّوں کی رہنمائی بروج کرتے ہیں تاکہ کوئی کرّہ اپنے دائرہ سے بھٹک نہ جائے، بروج کے اندر ۱۲۷۰ روشن ستارے مطابق عدد "لذئطون" چشم ظاہر سے نظر آتے ہیں جن کے جھرمٹ سے بہت سی شکلیں بن گئی ہیں، حکماء و منجمین نے اُن کے فرضی نام وضع کر لئے ہیں۔ اسی طرح بکھرے ہوئے کواکب سے اہل نظر نے بے شمار قبایسی نقوش و خطوط اور مثلث، مربع، منحنی، مسدس وغیرہ اقلیدسی شکلیں بھی مرتب کی ہیں بعض دقیقہ رس محققین و مبصرین نے کواکب کی قطاروں اور جھرمٹوں سے کچھ ایسے نقاط، لکیریں، نشانات اور حروف بھی ماخذ کئے ہیں، جن سے سربستہ لفظوں کا انکشاف ہوتا ہے اور اہم نتائج مستخرج ہوتے ہیں۔

غرض آسمان ایک ایسا صحیفہ قدرت ہے جس میں اہل نظر کو بہت علوم و فنون بہت رموز و کنوز بہت عجائب و غرائب کشف ہوتے ہیں۔

چاند

والقمر قدرته منازل حتى عادكا العرجون العتدیم۔
چاند بھی مثل ہماری زمین یا سات آسمان کے نہیں ہے، چاند کے بارے میں ہمیں بتایا گیا ہے کہ وہ عجیب نشانی قدرت کی ہے۔ چاند کی منزلیں مقرر ہیں۔

یہ اپنی منزلوں میں مقررہ اندازہ کے بموجب زمین کے گروگو متا رہتا ہے اس کے گھٹنے بڑھنے سے تاریخ اور ہینہ کا شمار ہوتا ہے اگر چاند نہ ہوتا تو زمانہ کی مدت کا معیار مشکل تھا۔

والقمر نورا و قدرہ منازل اور چاند کو روشن بنایا اور اس کی منزلیں لتعلموا عدد السنین والحساب مقرر کیں تاکہ تم برسوں کی گنتی اور حساب جانو۔

ہماری زمین کا ہینہ ۲۹ یا ۳۰ دن کا ہوتا ہے اور سال بارہ ماہ کا۔ یہ حساب و شمار اسی دن سے ہے جس دن کہ آسمان اور زمین کی تکمیل ہوئی۔

عدۃ الشہور عند اللہ اشاعر ہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک اللہ شہرا فی کتب اللہ یوم کی کتاب میں بارہ ہینے ہیں اسی دن خلق السموات والارض سے جبکہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کر دیا۔

آیتہ کریمہ سے معلوم ہوا کہ زمین اور ساتوں آسمانوں کے لئے ہینے بارہ ہی ہیں، پس ساتوں آسمانوں میں بھی ایک برس بارہ ہینے کا ہوتا ہے، مگر زمین ہماری زمین کے دن کے برابر نہیں ہوتا، اس اعتبار سے ساتوں آسمانوں کے دن ہینے اور برس جدا گانہ ہیں۔

فضائے سماوی میں سورج اور چاند کے علاوہ سات بڑے ستارے ہیں۔

نظر آتے ہیں یہی وہ سات کترے ہیں جن کو سات آسمان کہا گیا ہے، آٹھواں کترہ ہماری زمین ہے۔ سات آسمانوں یا سیاروں میں سے دو سیارے دائرہ گردش زمین یعنی مدار ارضی کے اندر گردش کر رہے ہیں اور ہماری زمین کے چاند سے روشنی حاصل کرتے ہیں۔

پانچ آسمان یا سیارے مدار ارضی یعنی دائرہ گردش زمین سے باہر گردش کر رہے ہیں ان کے ساتھ جداگانہ چاند ہیں کوئی سیارہ ایک چاند سے روشنی حاصل کر رہا ہے کوئی چار سے کوئی آٹھ سے۔

آفاق کی ہر بلندی سما ہے، سات سیارے بھی زمین سے بہت بلندی پر آفاق میں ہیں اس لئے یہ بھی سما ہیں، بادل بھی بلند ہوتے ہیں، اس لئے یہ بھی سما ہیں۔ لغت میں گھوڑے کی بیٹی کو بھی سما کہا گیا ہے، شامیانہ اور ساتیان کو بھی سما کہتے ہیں۔

نظام شمسی

سمائے دنیا کے نیچے فضا میں سورج کے گرد آٹھ کترے گردش کر رہے ہیں ایک زمین اور سات آسمان، پھر برکترے کے ساتھ متعدد سیارے گردش کر رہے ہیں اور یہ سارا کارخانہ نظام شمسی کے نام سے موسوم ہے۔

وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ مَخْفُوتَاتٌ
سورج، چاند، سیارے اُس کے حکم سے
باہرہ کام میں لگے ہوتے ہیں۔

السُّورُ يُجْعَلُ الْأَرْضَ مَهْدًا
نہیں بنایا اور اُس کی حرکت کا توازن
الجبال أوتادًا
تائمر رکھنے کے لئے پہاڑوں کو یہ نہیں
نہیں ٹھیرایا؟

کرہ ارض بھی متحرک ہے اور مثل سیارگان گردش میں ہے۔ جو کہ سورج
کے گرد گھومتے ہیں اُن کو سیارے کہتے ہیں یہ سیارے آٹھ ہیں ایک سیارہ ہماری
زمین اور سات سیارے سات آسمان ہیں۔

جو ستارے سیاروں کے گرد گھومتے ہیں اُن کو چاند کہتے ہیں اور جو ستارے
سورج اور سیاروں کے گرد نہیں گھومتے اُن کو ثوابت و کواکب کہتے ہیں یہ ثوابت
و کواکب نظام شمسی سے جدا کا نہیں اُن کی تعداد بے شمار ہے۔

سورج اپنے پورے نظام شمسی کے ساتھ اپنے مستقر کی طرف چل رہا ہے
سورج کا مستقر وہی ہے۔ جہاں سے کہ سورج نے چلنا شروع کیا ہے، ہماری
زمین کے شمار سے یہ دور پچاس ہزار برس میں پورا ہو گا یعنی جس دن سے مقررہ
دائرہ پر جس نقطہ سے چلنا شروع کیا ہے پورا دائرہ گزر کر اسی نقطہ پر پہنچنے میں پچاس
ہزار برس لگیں گے یہ سورج کے مستقر کا ایک دن ہے۔

والشمس تجرى لمستقر لها ذالک تقدیر العزیز العلیم۔
 جب سورج فلکی دور ختم کر کے اپنی ستارگاہ پر ٹھیر جائے گا تو نظام شمسی میں
 تیز واقع ہوگا۔ آٹھوں کرے اور متعلقہ سیارے جو نظام شمسی کے ماتحت حرکت میں
 ہیں ٹھیر جائیں گے اور نہایت ہیبت و شدید انقلاب رونما ہوگا۔

تعیج الملائکة والروح الیہ فی فرشتے اور رُوح اس کی طرف چرچیں گے
 یوم کان مقدار خمسين الف ایک دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار برس
 سنہ کی ہے۔

جب سورج اپنے مستقر کا ایک دن جو ہمارے زمینی پچاس ہزار برس کے
 برابر ہے پورا کر کے اپنے مقام پر پونے گھنٹے کا تو دنیا میں انقلاب عظیم برپا ہوگا۔
 سب ملائکہ اور ارواح اُپر چرچیں گے۔ زمین پر کوئی تنفس زندہ نہ رہے گا۔
 اُس دن آفتاب کی روشنی ماند پڑ جائے گی اور نجوم تاریک ہو جائیں گے۔

اذا الشمس كودت واذا النجوم انکدرت
 جب آفتاب ماند پڑ جائے اور سیارے تاریک ہو جائیں۔

سہ طہ کرتے
 اکھ کرتے

ہماری دنیا آٹھ کونڈوں پر مشتمل ہے اور ان سب کو سماتے دنیا گیرے
 ہوتے ہیں۔

زیادتِ تبصرہ کے لئے یہ آیتِ کریمہ پڑھو۔

وَجِئِلْ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَ سِدْرٍ مَّجْدٍ
شَمْسِيَّةٍ
تیرے رب کا عرش قیامت کے دن
آٹھ اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہوں گے
اور آٹھ کی تخصیص پر غور کرو۔

آسمانی رازوں سے متعلق جتنی معلومات سے ہم کو آگاہ کیا ہے اس میں تو شک و شبہ کی گنجائش نہیں اور نہ اس میں کسی غلطی کا احتمال ہے اور جو راز ہم کو تجربات و مشاہدات سے معلوم ہوں ان پر ہم کو کوئی قطعی حکم نہیں لگانا چاہئے۔ یہ تجرباتی یا مشاہداتی معلومات صرف ہمارے ذہن اور فہم کو بڑھاتی ہے۔

تفکر کے لئے قرآن حکیم میں جس قدر معلومات سے ہم کو آگاہ کیا گیا ہے اس سے زیادہ معلومات کی درحقیقت ہماری عقل میں وسعت نہیں ہے اتنی ہی معلومات میں غور و فکر کرنے سے ہمارے ایمان و ایقان میں قوت و تازگی پیدا ہو سکتی ہے۔

تفکر کا مقصد یہ ہے کہ بندے اپنے معبود کو اس کی آیات سے پہچانیں
وَكَايِنَ مِنْ آيَةِ فِي السَّمَاوَاتِ
اور کتنی ہی نشانیاں ہیں آسمانوں
وَالْأَرْضِ بِمَرَوْنِ عَلَيْهَا وَهُمْ
میں اور زمین میں مگر غافل لوگ ان
عَنْهَا مَعْزُونُونَ -
پر سے گذر جاتے ہیں اور نظر غور سے
دیکھتے تک نہیں۔

آیات

دنیا میں جو کچھ ہے وہ سب ایک خاص تنظیم کا تابع ہے، سورج، چاند، ستارے سب ایک زبردست قاعدے میں جکڑے ہوئے ہیں۔ پانی، ہوا، روشنی، حرارت سب ایک ضابطے کے پابند ہیں، جمادات، نباتات، حیوانات سب ایک مقررہ قانون کے مطابق نشوونما پاتے ہیں کائنات کی کوئی چیز قاعدے ضابطے اور قانون فطرت کے خلاف بال برابر جنم نہیں کر سکتی۔ یہی ہمہ گیر تنظیم ہے جس پر غور و فکر کرنے سے رب العالمین کی ہستی اور اس کی صفات کا یقین ایمان میں استحکام پیدا کرتا ہے۔

جس طرح آسمانوں میں اور زمین میں قدرت کی نشانیاں ہیں اسی طرح خود ہماری ہستی میں بے شمار نشانیاں ہیں۔

وفي الارض آیت للموقنین و اور یقین والوں کے لئے زمین میں نشانیاں
 فی انفسکم افلا تتصرون ہیں اور خود تمہارے وجود میں بھی ہیں۔
 کیا تم دیکھتے نہیں۔

جو طریقہ پیدائش کا قدرت نے مقرر کر دیا ہے، اسی طریقہ سے پیدائش ظہور میں آتی ہے اور جو طریقہ زندگی کے لئے مقرر ہو چکا ہے اسی کے مطابق ناس چلتی ہے، پانی، غذا، حرارت، روشنی، اثر انداز ہوتے ہیں۔ دل کی حرکت، خون

کی گردش، سانس کی آمد و رفت، مقررہ طریقہ پر کام کر رہے ہیں۔ دماغ، معدہ پھیپھڑے، اعصاب، عضلات، ہاتھ، پاؤں، زبان، آنکھیں، کان، ناک سب قدرت کی عجیب و غریب نشانیاں ہیں۔

بڑے سے بڑا کرہ اور چھوٹے سے چھوٹا ذرہ قدرت کا ملہ اور حکمت بالغہ کی ایک نشانی ہے جس کو چشم بصیرت سے دیکھا جائے تو وجدانِ ضمیر کی صدا ہوتی ہے ربنا ما خلقت هذا باطلا سبحانک فقنا عذاب النار۔

اگر ایک سلیم العقل انسان آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب چیزوں پر غور کرے اور ان کی خلقت کی غرض و غایت پر نظر ڈالے۔ تو اس کو معلوم ہو گا کہ کائنات کی ہر چیز خواہ جاندار ہو یا بے جان ذرہ سے لے کر آذاب تک سب اپنے مقررہ طریقہ سے سر موافق نہایت نہیں کر سکتے۔ ہر شے اپنی تقدیر پر چل رہی ہے اور زبانِ حال سے اپنے خالق کی یکتائی و بے ہمتائی کا اظہار کر رہی ہے۔

کیا لوگوں نے کبھی آسمان کی طرف نظر	افلوی نظر والی السماء کیف
اٹھا کر نہیں دیکھا کہ کس خوبی کے ساتھ	بینها وزینها وما لها من فوج
ہم نے فضائے سماوی کو زمین کیلئے	والارض مدد تھا والقینا
اور اس کے منظر میں کسی خوشگمانی پیدا	فیہا رومی وابتنا فیہا من
کر دی ہے اور کس عجبگی سے آسمان کو	کل زوج یبع تبصرہ و ذکرہ

نکل عبد منیب۔

پھیلا یا ہے کہ اس میں کہیں شگاف تک
 نہیں اور زمین کو ہم نے پھیلا یا اور اس
 میں پہاڑ بلند کئے اور طرح طرح کی
 نباتات اگائیں تاکہ رجوع کرنے والے
 بندے ان نعماتے الہی سے نصرت
 و ہدایت حاصل کریں۔

اور جو پیداوار تمہارے لئے زمین میں
 مختلف رنگتوں کی پھیلا دی ہے اس
 میں بھی دانشمندوں کے لئے بڑی
 نشانیاں ہیں۔

اور انسان، جانور، چوپائے طرح طرح
 کی رنگتوں کے۔

اور پہاڑ گونا گوں رنگتوں کے سفید،
 سرخ اور کالے بھنگ۔

اللہ ہی کی صنعت کاری ہے جس نے
 ہر چیز نہایت درست و استوار
 بنائی۔

وما ذرا لکم فی الارض مختلفاً
 الوانہ ان فی ذلک لآیت لقوم
 یذکرون۔

ومن الناس والادواب والانعام
 مختلف الوانہ۔

ومن الجبال جدد بعض وحمر
 مختلف الوانہ وغر ابیب سود۔
 صنع اللہ الذی اتقن کل شیء۔

الذی خلق سنویٰ والذی قدر
فہدیٰ۔
جس نے ہر چیز پیدا کی پھر اسے تناسب
بخش کر ایک معتد بہ اندازہ پر

چلا دیا۔

الذی خلقک فسویک فعدالتک
فی ای صورۃ ماشاء رکتک
جس نے تمہیں بھی پیدا کیا پھر اعتدال
و تناسب کے ساتھ جیسی صورت بنانی
چاہی ترکیب دے دی۔

وما خلقنا السموات والارض و
ما بینہما الغیبین ما خلقنہما
الابا الحق ولکن اکثرہم
لا یعلمون۔
ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ
ان کے درمیان ہے محض کھیل تماشہ
نہیں بنایا جو کچھ بنایا ہے حق کے ساتھ
بنایا ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔

یفصل الایۃ لعلکم بلقاء
ربکم توفقون ۵
اللہ اپنی نشانیاں تفصیل کے ساتھ
دکھاتا ہے تاکہ تم کو اپنے رب سے
ملنے کا یقین آجائے۔

فکر کا نتیجہ یقین ہے جب تک یقین کامل حاصل نہ ہو اطمینان قلب میسر
نہیں ہوتا۔ یقین ہی وہ زینہ ہے جس پر چڑھ کر انعام یافتہ لوگوں کے درجہ تک
رسائی ہوتی ہے۔

انعام یافتہ لوگوں میں انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں۔ انبیاء

تو وہ بندگانِ خاص ہیں جن کا مرتبہ تمام بنی نوع انسان سے افضل ہے
انبیاء کے بعد جس طرح انعام یافتہ تین طبقوں میں منقسم ہیں یعنی صدیقین
شہداء اور صالحین۔ اسی طرح عامہ مومنین بھی تین طبقوں میں منقسم ہیں۔ متقی
محسن اور صادق۔

متقی کی تعریف یہ ہے :-

ذٰلِكَ الْكُتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هٰدٰى لِّلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ
بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا
رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ۔
یہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں
ان متقیوں کے لئے ہدایت ہے جو
غیب پر ایمان رکھتے ہیں اور نماز قائم
کرتے ہیں اور ہماری عطا فرمائی روزی
میں سے نفقہ کرتے ہیں۔

جو لوگ امورِ غیبیہ پر ایمان رکھتے ہیں اور صوم و صلوات کی پابندی کے
ساتھ خیرات بھی کرتے رہتے ہیں یہی لوگ متقی ہیں، جب اتقا میں کامل ہو جائے
ہیں تو صالحین میں شامل ہوتے ہیں، صالحین وہ لوگ ہیں جو خیرِ مجسم یعنی
سزا پائیگی ہوتے ہیں۔

محسن کی تعریف یہ ہے

هٰدٰى وَمِرْحٰمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ الَّذِيْنَ
يُقِيمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ
ہدایت اور رحمت محسنوں کے لئے ہے
جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں

وَهُوَ بِالْآخِرَةِ هَدًى يُوقِنُونَ اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں

شریعت کی سچی اور صحیح اتباع کو احسان کہتے ہیں۔ جب کوئی شخص کامل طور سے قبیح سنت و شریعت ہوتا ہے تو اس کو شہادت کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے اس درجہ پر علمائے دین فائز ہوتے ہیں، عالم باعمل کو شاید بھی کہتے ہیں۔

شاید کے معنی چشم دید گواہ کے ہیں اور شہید اسم مبالغہ ہے جب انسان نیک عملی کی راہ میں استقامت حاصل کرتا ہے اور آیات و مخلوقات میں غور و فکر کرتا رہتا ہے تو مشاہدہ کا دروازہ کھلتا ہے اور صدق و یقین کے ساتھ شہادت کا درجہ حاصل ہوتا ہے، شہید دو قسم کے ہیں ایک تو وہ ہیں جو صحیح الاعتقاد اور صالح الاعمال ہیں جان و مال سے راہ حق میں مجاہدہ کرتے ہیں یعنی فرائض عبودیت کی بجا آوری میں کوئی کوتاہی نہیں کرتے اور اپنی پاکبازی و نیکو کاری کے صلہ میں انعام سے سرفراز فرماتے جاتے ہیں۔ دوسرے شہید وہ ہیں جو جہاد فی سبیل اللہ میں مارے جاتے ہیں ان پر یہ انعام ہوتا ہے کہ شہادت کے ساتھ ہی حیاتِ اخروی نصیب ہوتی ہے۔ جہاد روز روز تو ہوتے نہیں ہیں جب کبھی جہاد کی نوبت آئے ہر مرد مومن کو پیش قدمی کرنی فرض ہے نہ سعادوت کہ شہادتِ عظمیٰ کا مرتبہ علیا حاصل ہو جائے۔

صادق کی تعریف یہ ہے۔

الذین آمنوا بالله ورسوله
جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے

ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ
وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْلِيَاءُ
هُمُ الصَّادِقُونَ - مجاہدہ کیا یہی لوگ صادق ہیں۔

جب شک و شبہ سے پاک ہو کر صداقت کے ساتھ جان و مال سے
مجاہدہ کرتے ہیں تو پھر صدیقین میں شامل ہوتے ہیں۔ یہی لوگ عارف باللہ
اور اولیاء اللہ ہیں۔

وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَئِكَ
مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمُ مِنَ
النَّبِيِّينَ وَالصَّادِقِينَ وَالشُّهَدَاءِ
وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا
جو اطاعت کرے اللہ اور رسول کی
تو وہ ان کا ساتھی ہے جن پر اللہ نے
انعام فرمایا یعنی انبیاء صدیقین
شہداء، اور صالحین اور یہ سب اچھے
رفیق ہیں۔

مومنین متقی صالحین میں، عالم باعمل شاہد و محسن شہداء میں، اور صادق و
مجاہد صدیقین میں شامل ہوتے ہیں۔ انعام یافتہ لوگ وہ ہیں جو تقرب الی اللہ
کی نعمت سے مشرف ہیں۔

جو لوگ مخلوقات پر غور و فکر کی نظر نہیں ڈالتے اور رب العالمین کی بھلائیوں
اور نعمتوں کا شکر ادا نہیں کرتے وہ ہر طرح کی سعادت و نجات سے محروم
ہوتے ہیں۔

لہر قلوب لا یفقہون بہا و ان کے دل ہیں مگر سمجھتے نہیں ان کی
 لہم اعیین لا یبصرون بہا آنکھیں ہیں مگر دیکھتے نہیں ان کے
 ولہم اذا ان لا یسعون بہا کان ہیں مگر سنتے نہیں ان کا حال
 اولئک کالا نعام بل ہر اصل جانوروں کی طرح ہے بلکہ ان سے بھی
 اولئک ہر العفلون۔ بدتر۔ یہی لوگ ہیں جو غفلت میں پڑے
 ہوئے ہیں۔

جن لوگوں کی زندگی جانوروں کی طرح گزر رہی ہو وہ سعادت و فلاح سے
 کب بہرہ یاب ہو سکتے ہیں، سعادت و فلاح تو ان لوگوں کا حصہ ہے جو اپنی
 ہستی پر اگر دوپیش کے احوال پر، اللہ کی قدرتوں اور نعمتوں پر غور کرتے ہیں
 اور اس کی رحمتوں کا شکر بجالاتے ہیں۔

بندوں کو مخلوقات میں غور و فکر کی بار بار ہدایت کی گئی ہے تاکہ اپنے رب
 کی معرفت حاصل ہو۔ فکر فی المخلوق سے دماغ کے درتپے کھل جاتے ہیں اور
 تعقل و تدبیر کے وسیع میدان نظر کے سامنے آجاتے ہیں، جن لوگوں میں تقرب
 الی اللہ کی طلب صادق ہوتی ہے وہ اپنی صلاحیت و استعداد کے بموجب
 اپنی مراد کو پہنچتے ہیں اور جن لوگوں کا میلان طبع سطحی ہوتا ہے وہ اپنے تفکر و
 تعقل کی قوت اور اپنے تدبیر و تجربہ کی وسعت کے مطابق حصہ پاتے ہیں
 آج دنیا میں جن قدر علوم و فنون ہیں یہ سب غور و فکر کے نتائج ہیں

جتنی ایجادات و اختراعات پائی جاتی ہیں یہ سب تعقل و تدبر کی رہین منت ہیں۔
 طریقت میں فکر ایک ضروری رکن ہے اس کے بغیر سعادت و نلاج کی
 راہیں نہیں نکلتیں۔

اولم یتفکروا فی انفسہم ما
 خلق اللہ السموات والارض
 وما بینہما الا بالحق و اجل
 مسی و ان کثیرا من الناس
 بلقاء ربہم لکفرون۔

کیا لوگ کبھی اپنی ہستی میں فکر نہیں کرتے
 اور نہیں سوچتے کہ اللہ نے آسمانوں اور
 زمین کو محض بیکار و عبث نہیں بنایا
 حق کے ساتھ بنایا اور اس کے لئے
 خاتمہ کا ایک وقت مقرر کر دیا ہے

و حقیقت انسانوں میں سے بہت
 لوگ اپنے رب کی حضور میں حاضر ہونے
 ہی کے منکر ہیں۔

ایحسب الانسان ان یتروک مدی
 جائے گا۔

انحسب انما خلقنا عبثا
 و انکرم الینا لاترجعون۔

کیا تم سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہیں یوں ہی
 بیکار و عبث پیدا کیا ہے اور کیا تم ہماری
 طرف لوٹنے والے نہیں۔

آسمانوں اور زمین میں اور خود اپنی ہستی میں خود و فکر کی ہدایت کا یہ فشا نہیں

کہ ہم ان چیزوں کی حقیقت و ماہیت دریافت کریں۔ کیونکہ یہ بات ہماری ناقص عقل اور ہمارے محدود فہم و ادراک کے لئے محال ہے بلکہ فکر کا یہ مطلب ہے کہ نظام کائنات پر غور کریں جب ہم زمین سے آسمان تک اور زمین سے آفتاب تک غور و فکر کی نظر ڈالتے ہیں تو ہم کو ضبط و تنظیم اور تدبیر و تقسیم کا ایک نہایت مضبوط و منظم سلسلہ مشہود ہوتا ہے اور یہ مشاہدہ وجدانی طور پر یقین دلاتا ہے کہ ایسا شاندار و بے عیب کارخانہ جس کے تمام مفردات و مرکبات اور جملہ اعمال و مظاہر تناسب و مزدونیت کے حامل ہیں ایک ہی القیوم ذات کے بغیر وجود میں نہیں آسکتا۔ ایک جامع جمیع صفات اور ہر نقص و زوال سے پاک ذات کا یقین بندہ کو اپنے معبود سے قریب کرتا ہے اور اپنی صلاحیت و استعداد کے بموجب معرفتِ رب نصیب ہوتی ہے۔

عرش و کرسی

عرشِ عظیم عالم نور کے اوپر ہے اور عالم نور سدرۃ المنتہیٰ سے اوپر سب جہانوں پر محیط ہے۔ اس جہان کو زبانِ نبویؐ میں عَمَّا کہا گیا ہے۔ جس کا جاننا عقلِ انسانی کی رسائی سے بالکل ہے کیونکہ سدرۃ المنتہیٰ سے آگے مخلوق کی رسائی نہیں اس جہان میں نور کی شدت کا یہ عالم ہے کہ معراج کی شب میں ہمارے نبی کریمؐ سے حضرت جبریلؑ نے کہا تھا کہ اگر میں ایک بابشت بھی آگے

بڑھوں تو جل جاؤں جب روح القدس بھی اس جہان میں جل کر نابود ہو جائے تو
پھر عقل انسانی کی رسائی کہاں ہے

جب نبی کریم معراج میں سدرة المنتہی تک پہنچاتے گئے تو تجلی الہی سدرة المنتہی
پر تجلی ہوئی سدروہ پر جلوہ چھا گیا۔

اذ یغشی السدرة ما یغشی ما زاغ البصر وما طغی لقد رای من
جب سدروہ پر چھارہا تھا جو چھارہا تھا
نگاہ نہ بہکی نہ حد سے بڑھی یقیناً اپنے
ایت ربه الكبرى رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں

تجلی ذات کی تاب کوئی نہیں لاسکتا اس لئے سدروہ پر جلوہ افگنی ہوئی اور
نبی کریم نے بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں یہ وہ شرف تھا جو کسی اور بشر کو حاصل
نہ ہوا۔

گرسی سے تخت حکومت مراد ہے۔

اور کرسی کی تعریف یہ ہے کہ وہ زمین اور سات آسمانوں پر پھیلی ہوئی ہے
وسع کرسیہ السموات والارض۔

جبروت اور ملکوت کے درمیان ایک مرکز نور ہے جس کو کرسی کے نام سے
موسوم کیا گیا ہے، روشنی کرسی سے پھیلتی ہے جو نور علی نور کا منظر ہے۔
آفتاب میں جو آتشیں سمندر موجیں مار رہے ہیں کرسی کے انوار ہیں جو شعلہ کی طرح
مکب رہتے ہیں، یہ نہ ہی آسمانوں اور زمین کی روشنی ہے۔

روح و قلم

روح و قلم کی حقیقت جاننا عقل انسانی کے لئے محال ہے، اوقات پاک نے جب چاہا کہ صفات ظاہریوں تو مشیت الہی کے بموجب قلم قدرت نے علم الہی کے مطابق جملہ تقدیرات روح محفوظ پر لکھیں، غیب و شہادت اور قضا و قدر کے جملہ امور روح محفوظ میں ہیں۔

ہماری دنیا آیتہ کریمہ **ن وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ** کا مظہر ہے۔
بعض اہل علم کے نزدیک عالم بالا کے ایک دن میں آفتاب گرہی کے گرد تقریباً ۱۲ گردش کرتا ہے۔

عالم بالا کے ۵۰ دن میں گرہی کے گرد آفتاب ۵۸۹ گردش کر کے اپنے مستقر پر ٹھہرتے گا۔

حرف ن کے عدد ۵۰ ہیں اور **وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ** کے اعداد ۵۸۹۔ مرکز نور کے گرد آفتاب کی ایک گردش میں ہماری زمین پر تراسی برس چار ماہ قمری گزر جاتے ہیں۔

آفتاب مع اپنے نظام شمسی کے مرکز نور کے گرد وقت معینہ تک گردش کرتا ہوا اپنے مستقر کی طرف سرگرم رفتار رہے گا۔
کل بجوری لاجل مسنی سب وقت معینہ تک سرگرم رفتار رہیں گے

جبروت و ملکوت

دنیا و دو عالموں میں منقسم ہے، ایک سما و دنیا اور اس کے ستاروں کا عالم، دوسرا عناصر اور اس کے مرکبات کا عالم۔
سما و دنیا اور اس کے ستاروں کے عالم کو عالم جبروت کہتے ہیں جو عالم ملکوت سے اوپر ہے۔ عناصر اور اس کے مرکبات کے عالم کو عالم ملکوت کہتے ہیں جو عالم جبروت سے نیچے ہے، زمین اور سات آسمانوں میں پھیلا ہوا ہے۔

نظام شمسی ملکوت سے وابستہ ہے اور ملکوت کرسی کے ماتحت ہے انبیاء و اولیا کو عالم ملکوت کا انکشاف ہوتا ہے، بعض اہل علم و دانش کو بھی ان کی صلاحیت اور عقل و فہم کے مطابق عالم ملکوت کے کچھ اسرار منکشف ہو جاتے ہیں جو خورد فکر اور تجربہ و ریاضت کا نتیجہ ہوتے ہیں۔
عالم جبروت کا انکشاف بھی انبیاء و اولیا کو اور بعض صالح نلوکس کو ہوتا ہے، عالم جبروت سے آگے عالم غیب ہے۔

..عالم غیب کے بعض احوال کا انکشاف صرف انبیاء کو ہوتا ہے اور بعض اہل دینی کے ذریعہ سے معلوم ہوتے ہیں۔

عالم غیب سے عالم شہادہ میں جو چیز نکلتی ہے وہ پہلے جبروت میں

وجود پذیر ہوتی ہے اس کے بعد ملکوت میں نزول کرتی ہے۔

عالم جبروت میں تمام اشیا کا وجود تمثیلی یا انعکاسی صورت میں ان کے دنیا میں ظاہر ہونے سے پہلے ہی ہو جاتا ہے اور جب وہ دنیا میں ظاہر ہوتی ہیں تو بعینہ وہی ہوتی ہیں جو اس عالم میں تھیں۔ علماء اس عالم کو عالم سُورِ معلقہ کہتے ہیں، عرفاً اس کو عالم مثال کہتے ہیں۔ حکماء مشائخ اس کو عالم نفوس منطبعہ کہتے ہیں۔ حکماء اشراقیین نے اس کا نام عالم اشباح رکھا ہے۔
وہ حکماء جو اشراقیین بھی ہیں اور مشائخ میں بھی شامل ہیں اس عالم کو عالم مقداری کہتے ہیں۔

شب قدر

ایک معجزرات ہے جس میں ملائکہ اور ارواح کا نزول ہوتا ہے اور
امر الہی نازل ہوتے ہیں۔

۱۔ لیلۃ القدر خیر من الف شهر
تنزل الملائکۃ والروح فیہا
باذن ربہم من کل امر
تدر کی رات ہزار ماہ سے بہتر ہے
اس رات میں اللہ کے حکم سے فرشتے
اور روح سب احکام لے کر اترتے
ہیں۔

۲۔ فیہا یفترق کل امر حکیوہا
اس رات میں ہر فیصل شدہ امر ہمارے

من عندنا انا كنا هرسلين
حکم سے جدا کیا جاتا ہے ہم ہی بھجتے
ہیں۔

۳۔ يدبر الامر من السماء الى
الارض شويخرج اليه في يوم
كان مقداره الف سنة مما
تعدون۔
اللہ آسمان سے زمین تک امر کی تدبیر
کرتا ہے پھر امر اس کی طرف پڑھتا ہے
ایک دن میں جس کی مقدار تمہارے
شمار سے ایک ہزار برس ہے۔

شب قدر کے معاملہ میں چار قول ہیں:-

- (۱) بعض اہل علم کے نزدیک یہ معززات ہماری زمین پر ایک ہزار برس
کے بعد ہوتی ہے۔ قیسری آیتہ کریمہ سے استدلال کرتے ہیں۔
- (۲) بعض عارفین نے "خیر من الف شہر" سے یہ معنی اخذ کئے ہیں
کہ یہ معزز رات ایک ہزار ماہ گزرتے پر ہوتی ہے۔
- (۳) بعض محققین اور عامہ مؤرخین شعبان کی پندرھویں شب کو شب قدر
سمجھتے ہیں کیونکہ اس رات میں پیدائش و موت کے احکام اور انتظامی
امور کا نفاذ و اجرا ہوتا ہے۔ "فیہا یفترق کل امر" سے استدلال
کرتے ہیں۔

(۴) اصحاب مکاشفہ کا بیان ہے کہ یہ معزز رات ہمارے قمری حساب و
شمار سے ہر چونتیس برس کے بعد ہوتی ہے، مہینہ کی کوئی تخصیص نہیں

قرآن مجید کا نزول بھی اسی معزز رات میں شروع ہوا تھا جس شب قدر
میں قرآن مجید کا نزول شروع ہوا اس وقت یہ معزز رات رمضان المبارک
کی سائیسویں شب تھی۔

اللہ جل شانہ ہر روز ایک شان میں ہے۔ ہر روز تجلیاتِ صفات کا پرتو
دنیا پر پڑتا ہے اور ہر روز امر و ارواح کا نزول ہوتا ہے، ملاءِ اعلیٰ سے ہر روز
امر و ارواح کا نزول سما دنیا پر عالمِ جبروت میں ہوتا ہے مگر وہاں کے ایک
دن میں ہماری زمین پر ایک ہزار برس گزر جاتے ہیں، پھر جبروت سے ملکوت میں
امر و ارواح کا نزول ہوتا ہے اس اثنا میں ہماری زمین پر تر اسی برس سے
کچھ زیادہ عرصہ گزرتا ہے پھر جو امر اور ارواح کرۃ ارض سے متعلق ہوتے ہیں
وہ ملکوت سے ہر چونتیس برس کے بعد براہِ شمس قمر میں نزول کرتے ہیں اور قمر
سے ہر سال شعبان کی پندرھویں شب قطب شمالی میں نازل ہوتے ہیں اور قطب
شمالی سے روز و شب اُن کا نفاذ و اجرا ہر گوشۂ ارض اور ہر حصۂ زمین پر ہوتا
رہتا ہے۔

نظامِ شمسی کی تنظیم پر جو ملائکہ مامور ہیں اُن کے سرخیل حضرت اسرافیل
ہیں اور جو ملائکہ کرۃ ارض پر متعین ہیں۔ اُن کے سرخیل حضرت عزرائیل
ہیں۔ حضرت اسرافیل کا مقام سورج اور حضرت عزرائیل کا مقام
چاند ہے۔

مراتب مرتبہ

بعض عارفین، مراتب کو اس ترتیب سے مانتے ہیں کہ مرتبہ اولیٰ میں عباد کو سمجھتے ہیں، عباد کو تین مراتب پر مشتمل مانتے ہیں :-
غیب الغیب - عرش - نور وجود۔

غیب الغیب کو مرتبہ ذات مانتے ہیں اس کے بعد عرش کا مرتبہ سمجھتے ہیں، مرتبہ عرش کے بعد مرتبہ نور وجود کو عالم ظہور صفات مانتے ہیں اس کے بعد سدرۃ المنتہیٰ کا مقام قرار دیتے ہیں۔ سدرۃ المنتہیٰ کے مرتبہ سے اتر کر ملاء اعلیٰ میں عالم ادواح اور جنت و دوزخ کو مانتے ہیں۔ ملاء اعلیٰ سے اتر کر عالم جبروت کو سما و دنیا میں سمجھتے ہیں اور عالم جبروت ہی میں مثال دوزخ کے طبقے قرار دیتے ہیں، عالم جبروت سے اتر کر عالم ملکوت میں کرسی کو مرکز قرار دیتے ہیں نظام شمسی اور عالم عناصر و مرکبات کو کرسی کے ماتحت سمجھتے ہیں اور کرۂ ارض کو عالم ناسوت کے نام سے موسوم کرتے ہیں

عباد، سدرۃ المنتہیٰ، ملاء اعلیٰ، جبروت، ملکوت، ناسوت،
اللہ اعلم بالصواب

دنیا کی عمر

ایک عارف نے ”کل یوم ہونی شان کی تفسیر میں بیان کیا کہ شان سے مراد تجلی صفات ہے اللہ جل شانہ ہر دن ایک شان میں ہے یعنی ہر دن ایک صفت متجلی ہوتی ہے۔

ذات کا منظر صفات ہیں اور صفات کا منظر موجودات و مخلوقات ہیں۔ اللہ جل شانہ نے بے شمار عوالم پیدا فرمائے ہیں جن میں ایک ہماری دنیا

بھی ہے۔

اللہ جل شانہ عالم جبروت میں ہر روز ایک عالم پیدا فرماتا ہے جو عالم اللہ جل شانہ پیدا فرماتا ہے اس کی عمر سترون کی ہوتی ہے۔ حرف ”کن“ کے عدد بھی ۷۰ ہیں، ہر عالم پر صفات متجلی ہوتی ہیں ہر دن ایک تجلی جلوہ سرما ہوتی ہے جب سترون میں تجلیات صفات ہو جاتی ہے تو اس عالم پر قیامت آجاتی ہے۔ ہماری دنیا کی عمر بھی سترون کی ہے عالم بالاکا ایک دن ہمارے شمار سے ایک ہزار برس کا ہوتا ہے پس ہمارے شمار سے ہماری دنیا کی عمر ستتر ہزار برس کی ہے۔

ایک دن میں ”ما“ کا وجود ہوتا۔

”بازہ دن تک“ ما جوش زن ربا اور جوش سے اس میں مختلف اجزا کا

وجود ہو کر ہوا اور دیگر عنصری و مادی ذرات کی تخلیق ہوئی اور سماء و دنیا
وجود میں آیا۔

پھر دن میں دنیا بنی زمین اور سات آسمان خلق ہوئے۔

پچاس دن نظام شمسی کا قیام رہے گا۔

ایک دن قیامت کا ہوگا۔

وہ لوگ جو قیامت کو بعید از عقل و قیاس سمجھتے تھے آج ہلاکت آفرین آلات

کی ایجاد سے محو حیرت ہیں اور قیامت کا یقین کرنے لگے ہیں۔

دنیا پر جو شدائد و مصائب نازل ہیں اور اہل دنیا جن پریشانیوں میں

بتلا ہیں اس کی کوئی مثال تاریخ عالم میں نہیں ہے۔ دنیا کا کوئی گوشہ ایسا نہیں

ہے جہاں تباہیاں اور بربادیاں نہ پھیلتی جاتی ہوں، ہر قسم کے عذاب پیہم و

مسلل نازل ہو رہے ہیں۔

نظام حیات انسانی میں بہت بڑی تبدیلی واقع ہو چکی ہے۔ مذہب اور اخلاق

کا صحیح معنوں میں کہیں نشان نہیں، نسل انسانی برابر ذلت و پستی، بد عملی، فسق و فجور

کفر و الحاد، شرک و بدعت، اور باہمی نفاق میں ترقی کر رہی ہے، بے حیائی، دغا

بازی، اور جلسا سازی کی کوئی حد نہیں رہی ہے، یہ سب علامات ہیں قرب

قیامت کی۔

آثار و قرائن سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قیامت قریب ہے۔

اقتربت الساعة والشق القمر
 ساعت قریب آئی اور چاند شق ہوا۔
 قرب قیامت کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ چاند تک رسائی حاصل
 کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

شق قمر سے شاید چاند میں راستہ پیدا ہونا مراد ہو۔
 اگر یوم زاد چاند اور سیاروں تک پرواز نہ کر سکا تو کیا عجب کہ سات آسمانوں
 کے جاندار چاند کے راستہ سے کرۂ ارض پر اترنے لگیں کیونکہ سات آسمانوں
 میں جاندار مخلوق کا وجود بتایا گیا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہم زمین اور آسمانوں
 کی جاندار مخلوق کو جمع کرنے پر قدرت رکھتے ہیں۔

ومن آیتہ خلق السموات والارض
 اور اُس کی نشانیوں میں سے ہے۔
 وما بث فیہما من دابة و
 آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا اور ان
 ہو علی جمعہم اذا یشاء علیہم
 سب میں جو جاندار اُس نے پھیلائے
 ہیں وہ ان کو جب چاہے جمع کرنے
 پر قادر ہے۔

قیامت یقیناً قریب ہے اور قیامت سے قبل ساتوں آسمانوں اور
 زمین کے جانداروں کا باہم ملنا بھی یقینی ہے کیونکہ اگر یہ اجتماع نہ ہونے والا
 ہوتا تو "جمعہم اذا یشاء" نہ فرمایا جاتا۔

تجلیاتِ سما و ظہورِ صفات

ہماری دنیا پانی سے وجود پذیر ہوئی، تجلی الہی کا جلوہ ایک رفیق شے کی شکل میں فضا میں لاتنا ہی میں پھیل گیا جس کو "ما" کے نام سے موسوم کیا گیا ہے، یہ ماد کیا چیز تھی؟ قوتِ حیات یا قدرتِ کردگار کی ایک تجلی، زیادہ کاوش ہو تو یوں سمجھو کہ تجلی کے انوار فضا میں اس طرح پھیل گئے جیسے روشنی کی لہریں یا چراغ کی کرنیں، پھر ان لہروں اور کرنوں کے سمندر سے ایک جوش اٹھا بشکل کُہر جس نے ایک دغانی دائرہ کی شکل اختیار کی۔

قیامت کے دن جب آسمان پھٹ جائے گا۔ سورج ماند اور تیارے تاریک ہو جائیں گے، سب جاندار ہلاک ہو جائیں گے، پہاڑ چکنا چور ہو کر زمین کی سطح ہموار ہو جائے گی تو پھر وہی عالم پیدا ہوگا اور فضا میں کُہر ہی کُہر ہوگا۔

اذ الشمس کووت واذا النجوم
انکدرت واذا الجبال سیرت

جب سورج ماند ہو جائے اور تیارے
تاریک ہو جائیں اور پہاڑ نابود کر دیے
جائیں۔

یوم تاقی السماء بدخان مبین
یوم تشق السماء بالعمام

اُس دن فضا میں کُہر ہی کُہر ہوگا۔
اُس دن آسمان پھٹ کر کُہر کے بادل
نمایاں ہوں گے۔

پھر از سر نو دنیائے جدید وجود میں آئے گی ساتوں آسمان اور زمین بدلے جائیں گے اور نئی مخلوقات پیدا ہوں گی۔

تبدل الارض غیر الارض والسموات
زمین بدل کر دوسری زمین بناٹی جائے گی
اور آسمانوں کو بھی بدلا جائے گا۔

کما بدانا اول خلق نعیدہ
ہم نے جیسے پہلی بار پیدا کیا تھا اسی طرح
پھر پیدا کریں گے۔

انما امرہ اذا امراد شیاً ان یقول
لہ کن فیکون
اس کا امر یہ ہے کہ جب وہ کسی کام یا
کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو فرماتا ہے
کن پس وہ کام ظہور میں یا وہ چیز
وجود میں آجاتی ہے۔

جب ارادۃ الہی ہو کہ دنیا بنائے تو کن کہا یہ کن فرمانا ذات کی تجلی
تھی، اسم ذات کا جلوہ پانی کی شکل میں زیر عرش پھیل گیا۔ یہ مشیت الہی کا پہلا
دن تھا، پھر بارہ دن تک ذاتِ اعلیٰ کی بارہ صفات اُس پانی پر جلوہ فگن ہوئیں۔
ہر روز ایک تجلی جلوہ آرا ہوئی، جب یہ بارہ صفات۔ رحمن رحیم ملک
قدس سلام مومن مہمین عزیز جبار متکبر خالق باری
جلوہ افروز ہو گئیں تو پانی میں خواص اور اجزا اور قوی پیدا ہو کر ایک جوش
اٹھا اور پانی سے بخارات نکل کر بشکل دائرہ محیط ہو گئے اور بچے ہوئے

ٹھوس اجزائے زمین اور سات آسمان پیدا ہوئے۔ یہ سب چھ دن میں ہوا
ان چھ دنوں میں یہ چھ صفات جلوہ آرا ہوئیں :-

مصور بدیع قادر حفیظ قوی رب
اس کے بعد پورے نظامِ دنیا پر ایک ساتھ یہ پچاس صفات متجلی ہوئیں

احد	حمد	واحد	قہار	دہاب	رزاق	فاتح
غفار	اول	آخر	ظاہر	باطن	نور	علیم
شہید	حکیم	لطیف	خبیر	سمیع	بصیر	علیم
غفور	شکور	علی	عظیم	کریم	رؤف	کبیر
مجید	ودود	قرب	مجیب	حق	ولی	حمید
دکیل	قدیر	تواب	عضو	غنی	جامع	رقیب
مقیم	حبیب	بر	واسع	حی	قیوم	رفیع الدرجات

ذوالعرش، ہر روز ایک تختی پر تو نگن ہوتی ہے جب یہ پچاس
تختیاں پر تو نگن ہو چکیں گی قیامت واقع ہوگی، قیامت کے دن صفت ذوالجلال
والاکرام جلوہ آرا ہوگی۔

رحمن سے قیوم تک ۶۶ صفات کی جلوہ آرائی کا مشاہدہ بعض مومنین صحابہ
کو ان کے حوصلہ و ظرف کے مطابق کرا دیا جاتا ہے۔ اللہ بھی اسم صفت ہے
مگر چونکہ جامع جمیع صفات ہے ہر صفت اسی کی طرف راجع ہوتی ہے۔

اس لئے اسم ذات کہا جاتا ہے ذات اعلیٰ کی طرف صرف صرف ہو کی ضمیر اشارہ کرتی ہے۔

صفت رفیع الدرجات اور ذوالعرش کی تجلی کا مشابہہ صرف انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے مخصوص ہے۔

صفت ذوالجلال والا کرام کی تجلی قیامت کے دن عام ہوگی۔

وجوه یومئذ ناظرۃ الیٰ ربھا ناظرۃ۔
اس دن پہرے تروتازہ ہوں گے اور
لوگ اپنے رب کی طرف دیکھ رہے
ہوں گے۔

قیامت

وانشقت السماء فہی یومئذ
واھیة والملك علیٰ ارجائها
ویجعل عرش ربک فوقہم
یومئذ ثمانیۃ
آسمان پھٹ جائے گا پس وہ اس دن
ایک محدود حالت میں ہوگا اور اس
کے کنارے پر فرشتے ہوں گے اور اس
دن تیرے رب کا عرش آٹھ (کروں)
کے اوپر چھائے گا۔

قیامت کے دن عرشِ عظیم کے زیر سایہ آٹھ کوسے اس طرح ہوں گے
کہ آسمان درمیان میں نہ ہوگا، جس طرح دنیا کے وجود میں آنے سے قبل پانی اور

عرش کے درمیان آسمان حائل نہ تھا اسی طرح ایک زمین اور ہفت سماوات
(سات کتے) زیر عرش ہوں گے۔

یوم نظوی السماء تطی البجل
الکتب كما بدأنا اول خلق
نعیدہ۔۔

جس دن کہ ہم آسمان کو خط کے صحیفہ
کی طرح لپیٹیں گے تو جیسے پہلی بار پیدا
کیا تھا دوبارہ پیدا کریں گے۔

یوم تبدل الارض غیر الارض
والسموات وبرزو اللہ الواحد
القہار۔

جس دن زمین بدل کر دوسری زمین بنا
جائے گی اور آسمانوں کو بھی بدلا جائیگا
اور سب مخلوق اللہ واحد القہار کے
سامنے ہوگی۔

نسخ اول

فاذا نسخ فی الصور نفخة واحدة
وحملت الارض والہمال فداکذا کة
واحدة فیومئذ وقعت الواقعة
جب صور پہلی بار پھونکا جائے گا اور
زمین اور پہاڑ اٹھا کر یکبارگی ریزہ ریزہ
کر دیئے جائیں گے تو اس دن وقوع
وقوع پذیر ہوگا۔

قیامت میں دوبارہ صور پھونکا جائے گا، نسخ اول سے سب جاندار ہلاک ہو
جائیں گے۔ زمین اور پہاڑ چکنا چور ہو جائیں گے اور دنیا میں انقلاب عظیم برپا

ہوگا یہی ساعت ہے۔

نفخ دوم سے سب مردے زندہ ہو کر کھڑے ہوں گے یہی حشر ہے
نفخ اول ساعت ہے اور نفخ دوم حشر ہے۔

ساعت سے قبل تین بڑی نشانیاں ظہور میں آئیں گی۔

۱۔ واذا وقع القتل علیہم
اخرجنا لہم دابة من الارض
تکلمہم ان الناس كانوا بائنا
لا یوقنون۔

اور جب اللہ کی بات اُن پر پوری ہونے
کو ہوگی تو ہم زمین سے اُن کے لئے
ایک جاندار نکالیں گے جو اُن سے
بولے گا کہ لوگ ہماری نشانیوں پر
یقین نہیں رکھتے تھے

۲۔ حتی اذا فطمت یا جوج و
ما جوج و هم من کل حدب
ینسلون واقرب الوعد الحق فاذا
ھی شاخصۃ الابصار الذین کفروا
یاویلنا قد کنا فی غفلة من هذا
بل کنا ظالمین

یہاں تک کہ جب یا جوج ماجوج کھول
دیئے جائیں اور وہ ہر بلندی سے اتر
گیں اور سچا وعدہ قریب آجائے تو
ایک دم سے کافروں کی آنکھیں پتھرا
جائیں گی کہ ہائے ہماری کم بختی اس
سے ہم فائل تھے نہیں بلکہ ہم ہی ظالم
تھے۔

۳۔ وان من قریہ الا نحن
اور کوئی بستی نہیں مگر قیامت کے دن

مہلکوها قبل یوم القیمة و
 معذبوها عذابا شديدا كان
 ذلك في الكتاب مسطورا۔
 سے پہلے ہم اس کو ہلاک کر دیں گے یا
 سخت عذاب دیں گے یہ بات کتاب
 میں لکھی جا چکی ہے۔

مذکورہ تین نشانیوں کے ظہور کے بعد کسی وقت ساعت اچانک آجائگی
 وما امر الساعة الا لفتح البصر
 وهو اقرب
 یا ایہا الناس اتقوا ربکم ان
 زلزلة الساعة شیء عظیم
 اور ساعت کا حکم ایسا ہے جیسے آنکھ
 کا جھپکنا اور اس سے بھی قریب تر۔
 لوگو اپنے رب سے ڈرو ساعت کا
 زلزلہ بہت بھاری چیز ہے۔

نَفْخِ ثَانِي

ثم نفخ فيه اخرى فاذا هم
 قيام ينظرون۔
 بيومئذ تعرضون لا تخفى منكم
 خافية
 يوم لا تملك نفس لنفس شيئا
 والامر يومئذ لله
 ووضع الكتاب وحي بالبينين
 پھر دوبارہ صور بھونکا جائے گا پس ایک
 دم سب کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے۔
 اُس دن تم پریش کئے جاؤ گے تمہاری
 کوئی بات چھپی نہ رہے گی۔
 اُس دن کسی کو کوئی فائدہ نہ پہنچا سکے گا
 اور سارا معاملہ اللہ ہی کے قبضہ میں ہوگا۔
 اور نامہ اعمال نکالے جائیں گے اور

پینچبر اور گواہ لائے جائیں گے اور
لوگوں کے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلہ
کر دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

والشهداء وقضى بينهم بالحق
وهو لا يظلمون۔

فیصلہ

ایک فریق جنت میں، ایک مشرک
دونوں میں۔

فريق في الجنة وفريق في السعير

اللہ صالح الاعمال مومنوں کو ایسی جنتوں
میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں
جاری ہوں گی۔

ان الله يدخل الذين آمنوا
وعملوا الصالحات جنت تجرى
من تحتها الانهار۔

جو کوئی اللہ کا شریک بنائے اس پر اللہ
نے جنت حرام کی ہے اس کا ٹھکانہ
وزن خبثہ۔

من يشرك بالله فقد حرم الله
عليه الجنة وما واه النار

اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری
آیتوں کو جھٹلایا وہ جہنمی ہیں ہمیشہ
اس میں رہیں گے۔

فالذين كفروا وكذبوا بآياتنا
اولئك اصحاب النار خالدین
فيها۔

منافقین ووزیر کے لیے ہے

ان المنافقين في الدرك الاسفل

من النار کے درجے میں ہوں گے۔

قیامت کے دن سب مُردے اپنے مادی اجسام اور عنصری اجساد میں
مخسور ہوں گے۔

گما بدانا اول خلق نعیدہ وعلنا علینا انا کنا فاعلین۔
جس طرح ہم نے پہلے پیدا کیا دوبارہ بھی
پیدا کریں گے یہ ہمارا وعدہ ہے ہم
ایسا ہی کرنے والے ہیں۔

تاجیب الالسان ان لن نجتمع عظامہ بلی قادین علی ان
کیا انسان سمجھتا ہے کہ ہم اس کی ٹہریوں
کو جمع نہ کر سکیں گے، ہاں ہم قادر ہیں
کہ اس کی انگلیوں کے پورے ٹک بنا دیں
سنوی بنانہ

قیامت کا دن ہمارے ارضی حساب و شمار سے ایک ہزار برس کا ہوگا۔
نرخ اول سے فیصلہ تک جو زمانہ گزرے گا۔ وہ ایک ہزار سال ہوگا جو عالم
بالا کے ایک دن کے برابر ہے۔

قیامت کے دن نرخ اول سے سما و دنیا پھٹ جائے گا، زمین اور آسمان
آسمانوں کے سب جاندار ہلاک ہو جائیں گے، سب فرشتے اور روح عالم
جبروت میں پھڑھیں گے، سورج اپنے مستقر پر ٹھیر کر ماند پڑ جائے گا۔

زمین اور سات گزے، اور ان سے متعلقہ تیارے تاریک ہو جائیں گے
فضا میں کھری کھری ہوگا۔

پھر پھر جب امر الہی سب فرشتے عالم جبروت سے اتریں گے اور اللہ کے حکم سے زمین اور ساتوں آسمانوں کو بدلا جائے گا اس کے بعد دوبارہ صومر پھونکا جائے گا سب جاندار زندہ ہو کر اپنے رب کی حضور میں زیر عرش کھڑے ہوں گے اور تجلی الہی کا جلوہ دیکھ رہے ہوں گے۔ زمین اور سات آسمان نور سے جگمگا اٹھیں گے، نامہ اعمال نکلے جائیں گے۔ باز پرس کے بعد جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل کر دیئے جائیں گے، پھر سماء دُنیا پھیلایا جائیگا اور نئی دُنیا وجود میں آئے گی۔

یہ نہ سمجھا جائے کہ دُنیا کے وجود میں آنے سے قبل کچھ نہ تھا اور دُنیا کے ختم ہو جانے کے بعد پھر کچھ نہ ہوگا۔

ہماری دُنیا سے قبل بے شمار دُنیاں وجود میں آئیں، بعض پر قیامت اپنی اور بعض اب موجود ہیں، یہ سلسلہ ہمیشہ سے جاری ہے اور ہمیشہ جاری رہے گا۔

ہر دُنیا جو وجود میں آتی ہے پہلی دُنیا سے مختلف ہوتی ہے جو دُنیاں وجود میں آکر ختم ہو چکیں، یا اب جو موجود ہیں، یا جو آئندہ وجود میں آئیں گی۔ اُن کا علم علام الغیوب ہی کو ہے ہمارے فہم اور ہماری عقل کوتاہاں تک رسائی نہیں



عالمِ آخرت

حشر کے بعد جو زندگی ہوگی وہی عالمِ آخرت ہے۔
جنت و دوزخ میں رہنے کی مدت نئے آسمانوں اور نئی زمین کے قیام
تک بتائی گئی ہے۔

خالد بن فیہامہ امت السہوت والارض میں ہمیشہ رہیں گے جب تک سموات و ارض میں
جب تک دنیا رہے گی۔ پہلی دنیا والے عالمِ آخرت یعنی جنت و دوزخ میں
اپنے اعمال کی جزا و سزا پاتے رہیں گے، پھر جب جدید دنیا پر قیامت
آئے گی۔ پہلی دنیا والے فنا ہو جائیں گے اور ان کی جگہ جدید دنیا والے
جنت و دوزخ میں اپنے اعمال کی جزا و سزا پائیں گے، اور یہ سلسلہ اسی طرح
جب تک مشیت الہی ہوگی۔ جاری رہے گا۔ الاما شاء ربک۔
ہر دنیا کے لئے عالمِ آخرت کے بعد فنا ہے۔

کل من علیہا فان ویبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام
سب پر فنا ہے تیرے رب کی ذات کو بقا ہے صاحبِ جلال و اکرام ہے

مفید کتابیں

طریقت و معرفت کے موضوع پر نہایت مستند اور محققانہ کتابیں جن کو
اہل علم نے موجودہ وقت کی بہترین اور ممتاز ترین کتابوں میں شمار کیا ہے۔
کوئی ذی علم گھرانہ ان مفید اور پُر از معلومات کتابوں سے خالی نہ رہتا
چاہئے۔ کتابت و طباعت نفیس۔

اطمینان قلب (عملی تعلیمات ہیں) . . . قیمت فی جلد ع .

معارف و طریقت (علمی معلومات ہیں) . . . " " ع .

اگر مقامی کتب فروشوں کے یہاں مذکورہ کتابیں نہ ملیں تو بیتہ دلیل سے

طلب کیجئے۔

گوشہ ادب - چوک انارکلی - لاہور

1655